

294

# تَعَوُّف

تالیف

عانت الحاج ڈاکٹر شیخ محمد رشید صاحب  
کنجاہ شریف گجرات





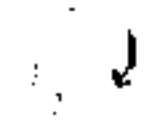


۲۹۴





3





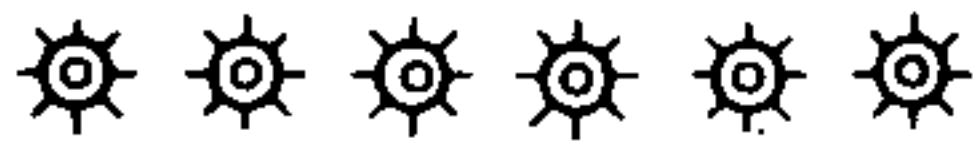
مَنْ يَرِدِ اللّٰهَ بِرِجَالٍ خَيْرٍ لِّفِيهِمْ فِي الدِّينِ

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے

# تصوف

تالیف

عالمِ پنجاب الحاج ڈاکٹر شیخ محمد اللہ صاحب طالب کنجاہی  
نقشبندی مجددی جہاں



نام الحاج کیپٹن خواجہ محمد امین صاحب عاقسی کنجاہی

سجادہ نشین دربار عالیہ طالبیہ  
کنجاہ شریف - ضلع گجرات



جملہ حقوق بحق دربار عالیہ طالبیہ نقشبندیہ محفوظ ہیں

53348

مقام اشاعت	کنجاہ شریف گجرات
طبع	دوم
تعداد	ایک ہزار
مطبع	شرکت پرنٹنگ پریس فہت روڈ لاہور
بدیہ	۲۲/۱ روپے
تاریخ اشاعت	۱۳ اپریل ۱۹۸۴ء

— ملنے کا پتہ : —

دربار عالیہ طالبیہ نقشبندیہ کنجاہ شریف ضلع گجرات

- ۲۔ نوری کتب خانہ بازار داتا گنج بخش لاہور
- ۳۔ شرکت صنفیہ گنج بخش روڈ لاہور
- ۴۔ مکتبہ حامدینہ گنج بخش روڈ لاہور
- ۵۔ نعیمی کتب خانہ گجرات
- ۶۔ نگینہ کتب خانہ و سن پورہ لاہور



# فہرست

صفحہ نمبر	نام مضمون	نمبر شمار	صفحہ نمبر	نام مضمون	نمبر شمار
۷۷	ذکر یا مشاہدہ	۲۳	۷۷	تذکرہ طالب	۱
۷۸	دل کا نور یقین سے منور ہونا	۲۴	۳۴	تصوف کی تعریف	۲
۷۸	تفسیر باطن	۲۵			
۷۹	دل کی سلامتی	۲۶	۳۸	باب اول کی ضرورت شیخ	۳
۷۹	طالب مولا و طالب دنیا	۲۷			
۷۹	قیامت کے دن قلب سلیم کا سوال	۲۸	۴۰	قرآن کریم اور حدیث شریف	۴
۷۹	اللہ کی محبت	۲۹		یہ علم تصوف کے آثار و نشانات	
۷۹	ہمت شرائط ذکر نقش بند	۳۰	۴۱	توجہ العکاسی کا ثبوت	۵
۷۹	در بیان ذکر حقیقی	۳۱	۴۲	حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام	۶
۸۱	تعارف اولیاء اللہ	۳۲	۴۵	فضیلت صحبت سے محرومی کا سایہ	۷
۸۲	علم حضوری	۳۳	۴۷	علم نافع	۸
۸۲	تاثر و تصرف	۳۴	۵۰	ذکر فکر و تفکر و مراقبہ	۹
۸۵	تفسیر کائنات	۳۵	۵۴	حضوری نماز	۱۰
۸۶	معیت اولیاء اللہ کا فائدہ	۳۶	۵۵	تفکر اور مراقبہ	۱۱
۸۶	شان قلب عبد مومن	۳۷	۵۶	ذکر اللہ کے ثمرات	۱۲
۸۷	شان اولیاء اللہ	۳۸	۵۸	ذکر کثیر	۱۳
۹۱	پیر کامل	۳۹	۶۰	ہدایات متعلقات ذکر	۱۴
۹۵	مخاضت اولیاء اللہ	۴۰	۶۱	مقام ولایت کا قدمہ	۱۵
۱۰۰	ضرورت شیخ پر دل کھل	۴۱	۶۳	ملکوت کی کنجی	۱۶
۱۰۲	مقربین بارگاہ	۴۲	۶۳	درجات ذکر	۱۷
۱۰۶	اہمیت بیعت	۴۳	۶۴	کھڑے اور کھوٹے سکے	۱۸
۱۱۵	امراض قلبی	۴۴	۶۵	آداب کے بغیر ذکر قسادت کا باعث	۱۹
۱۲۰	استقامت علی الایمان کی بنیاد	۴۵	۶۵	آداب ذکر	۲۰
۱۲۲	عزت اور کتاب اللہ	۴۶	۶۶	شرائط ذکر	۲۱
			۶۷	ذکر اللہ حدود و شریعیہ پر مدعا کا درجہ	۲۲



صفحہ نمبر	نام مضمون	نمبر شمار	صفحہ نمبر	نام مضمون	نمبر شمار
۲۲۳	اقسام آداب	۷۵	۱۲۲	اعتصام باللہ کے معنی	۴۷
۲۴۵	اقسام مرید	۷۶	۱۲۵	ابتداء و انتہاء تقویٰ	۴۸
۲۴۶	آداب مرید صادق	۷۷	۱۳۲	علمائے ربانی کی جماعت	۴۹
	باب سوئم تصویر	۷۸	۱۳۶	سواد اعظم	۵۰
۲۴۳	تصویر شیخ کے ماننے والے سلف	۷۹	۱۳۸	تشریح مجسم قرآن	۵۱
۲۴۴	بزرگان دین کا متبع سنت نبوی	۸۰	۱۳۹	اسباب حکمت	۵۲
۲۴۴	اطاعت اولی الامر کی تشریح	۸۱	۱۴۰	دست قدرت	۵۳
۲۴۵	کسی مسئلہ کے غلط یا صحیح پر گفتے کا طریقہ	۸۲	۱۴۱	دل کے اندھے	۵۴
۲۴۶	تصور کی حقیقت	۸۳	۱۴۳	مرشدانعام الہی	۵۵
۲۴۷	بدعت کی تعریف	۸۴	۱۴۵	صحبت بد سے پرہیز	۵۶
۲۴۸	رہبانیت کے حجاز و عدم حجاز کی بحث	۸۵	۱۴۵	حقیقت اور مجاز	۵۷
۲۴۹	اسلام میں رہبانیت کیا ہے	۸۶	۱۴۶	خلیفۃ اللہ	۵۸
۲۸۰	بدعت سیدہ وحسنہ	۸۷	۱۴۷	ختم نبوت	۵۹
۲۸۱	بدعت حسنہ کا ثبوت	۸۸	۱۵۵	تصرفات ادبیاء اللہ	۶۰
۲۸۲	نماز جمعہ کا موجد	۸۹	۱۴۳	توبہ کے لئے شفاعت کی ضرورت	۶۱
۲۸۳	شیخ کی محبت باعث لادم	۹۰	۱۴۳	درس اشعار	۶۲
۲۸۵	دلائل منقولہ تصور شیخ	۹۱	۱۸۱	استمداد	۶۳
۲۸۹	رابطہ شیخ اعمال صالح کے	۹۲	۱۸۶	علم غیب	۶۴
۳۱۲	اخلاص کا باعث ہے	۹۳	۱۸۸	عقائد	۶۵
۳۱۲	احادیث سے تصور شیخ	۹۳	۱۹۲	مرشد کیا ہے	۶۶
۳۱۲	تصور شیخ کے	۹۴	۱۹۶	رسول شاہد	۶۷
۳۱۸	وجہ استدلال	۹۵	۱۹۹	توبہ کی گھاٹی	۶۸
۳۱۸	احادیث میں تصور کے درجات	۹۶	۲۰۲	توکل میں حکمت	۶۹
۳۲۰	تصور پر نظم	۹۰	۲۰۲	لا نستی بعدی	۷۰
۳۵۸	رابطہ	۹۸	۲۰۵	ترک غفلت و ذکر کثیر	۷۱
			۲۱۰	ہادی راہ ہدی	۷۲
			۲۳۶	باب دوم آداب مرید	۷۳
			۲۳۷	مرید کی صفت	۷۴



# پیش لفظ

تاریخین کرام بہ تصوف پر یہ مایہ ناز اور بلند پایہ تصیف جس کا دوسرا ایڈیشن پیش خدمت ہے۔ عالی جناب الحاج پیر ڈاکٹر شیخ محمد اللہ صاحب طالب کتبہ ہی نقشبندی مجددی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ کی راہ تصوف میں سالہا سال کی کاوش اور علمی تحقیق کا شاہکار ہے۔

اس کے کل تین باب ہیں۔ پہلا ضرورتِ شیخ، دوسرا آدابِ مرید اور تیسرا تصورِ شیخ پر مشتمل ہے ان کی سند قرآن کریم، احادیث نبوی اور صوفیائے عظام کے مستند اقوال سے پیش کی گئی ہے بلاشبہ آپ نے اس کا تحریر کی تکمیل فرما کر طریقت کی دنیا میں بلا تخصیص تمام سلاسل کی بہت بڑی اور لازوال خدمت سرانجام دی ہے نیز آپ کا یہ مستند شاہکار رشد و ہدایت کے متلاشیوں کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ خلوص دل سے مطالعہ کیا گیا تو انشاء اللہ ہدایت نصیب ہوگی۔

کتابِ تعلیم یافتہ خصوصاً انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کی بہتری اور فائدے کی غرض سے شائع کی ہے۔ قرآن کریم، احادیث شریفہ اور بزرگانِ سلف کے حوالے اسی لئے ساتھ ساتھ دیئے گئے ہیں کہ تصوف کوئی نئی چیز نہیں بلکہ عین اسلام ہے یا یوں کہیے کہ حقیقت اسلام ہی بذریعہ تصوف ظاہر ہوتی ہے۔ مطالعہ سے انشاء اللہ وفاحت ہو جائے گی۔

دَاللّٰہُ یَسْہِدُنِیْ مَنِ یَشَاءُ اِلٰی صِدَاقِہٖ سَاقِیْمٌ ۝

آخر میں نضر مشائخ عظام، علمائے کرام اور ان حضرات کا ممنون ہے جنہوں نے تصوف کی اشاعت پر اظہارِ مسرت فرما کر اسے حریزِ جاں بنایا اور نوبتِ برائیں جاریہ کہ تصوف کی دوبارہ اشاعت ناگزیر ہوگئی۔

فقیر محمد امین عقی اللہ عنہ



# تقریظ

الحمد لله الذي شرح صدقنا بالاسلام ونور قلوبنا بنور الايمان  
 والعرفان وخاتم النبیین شفيع للمذنبين سيدنا محمد مصطفیٰ  
 احمد مجتبیٰ دعلی آله العظام واصحابه الكرام الی یوم الدین بعد  
 حمد وسلوٰة احقر العباد محمد امین الی عرش پر دازب کہ کتاب منقظ اب بعنوان تصوف  
 عالی جناب حضرت مولانا الحاج ڈاکٹر شیخ محمد اللہ دنا صاحب مطاب انجمن ضلع گجرات کی  
 تالیف کردہ ہے ڈاکٹر صاحب ظاہری ادب اعلیٰ علوم سے آراستہ اور پیراستہ ہیں خود نورانی  
 اور نور بخش وجود ہیں اور سلطان الاولیاء العارفين امام الانبياء والساكنين مرشد کاملین حضرت  
 عظیم البرکت رفیع المنزلت، میر الملت والدین مولانا الحاج پیران پیر عالی جناب حافظ پیر  
 سید جماعت علی شاہ صاحب عقبتندی مجددی محدث علی پوری نور اللہ تربتہ کے مقبول اور محبوب  
 خلیفہ ہیں کتاب نصوت کے مضامین ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ میں حضرت مولانا ڈاکٹر صاحب  
 کی طرف سے ماہ بجاہ شائع ہوتے رہے جو تمام کے تمام خاکسار کے مطالعہ میں رہے ہیں اب ان تمام  
 مضامین کو یکجا کر کے کتاب کی صورت میں طبع کرایا گیا ہے یہ کتاب انوار و نبوشان سے پڑھے  
 اس کے تحریر کرنے والے ایک نورانی وجود ہیں اور حکیم مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے  
 شیخ نورانی زراہ آگاہ کند با سخن ہم نور را ہم سداہ کند  
 طرز بیان نہایت سادہ اور دلآویز۔ دلائل اور براہین تمام کے تمام نورانی اور قرآن پاک  
 کی آیات سے استنباط کردہ اور احادیث رسول کریم علیہ الصلوٰة والسلام سے اور ارشادات اقول  
 آئمہ کرام و صوفیائے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں ڈاکٹر صاحب نے کتاب تحریر کیے  
 اہل اسلام پر بالعموم اور رہبران اہل طریق پر بالخصوص احسان کیا ہے کیونکہ اس کے مطالعہ سے  
 منیٰ نصین کو دندان شکن جواب دیا جاسکتا ہے کتاب نورانی و نور بخش ہے جو اہل اسلام کیلئے بالعموم اور رہبران

راہ سلوک کیلئے بالخصوص مشعل راہ ہے اللہ تعالیٰ مؤلف و ناشر کو سعادت دارین عطا فرمائے اور اہل عظیم آمین  
 کمترین: فقیر محمد کرم اللہ تعالیٰ علیہ اے، ایل ایل بی ایڈووکیٹ میکر ٹری جنرل انجمن خدام الصوفیہ پاکستان  
 سنوئی ہند حضرت امیر ملت حافظ محدث پیر سید جماعت علی شاہ صاحب  
 علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص حضرت ڈاکٹر محمد اللہ دتتا صاحب کنجاہی رحمۃ  
 اللہ علیہ کی تصنیف عین "تصوف" نظر سے گزری۔ کتاب کیا ہے؟ تصوف و  
 روحانیت کا بحر بیکیا رہے اس کتاب کو پڑھ کر کون سا مسلمان بے حوسر و قلب  
 حاصل نہ کر سکے۔

قرآن و حدیث، فقہ، اجمائے امت اور اقوال ادیبانے کرام کی روشنی میں  
 تصوف پر یہ بلند پایہ کتاب اس دور کی بڑی اہم کتاب ہے جو گم گشتگان راہ کو  
 صراط مستقیم پر گامزن کر کے منزل مقصود تک پہنچانے کا بہترین ذریعہ ہے۔  
 از حضرت مولانا محمد صادق صاحب قسوری

کتاب مستطاب اور پر انوار بنام "تصوف" حضرت عارف باللہ مولانا  
 الحاج ڈاکٹر اللہ دتتا صاحب طالب کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف عین بغور پڑھی  
 اس نورانی کتاب کی تعریف کے لئے الفاظ کہاں سے لاؤں۔ مختصراً عرض ہے کہ دلوں  
 کو مزگی کرنے والی کتاب کی اس پر فتن زمانہ میں اشد ضرورت تھی اس کی تدوین و  
 تالیف اور ترتیب قابل داد ہے یقیناً مصنف کی دلی تمنا پوری ہوئی کیونکہ آپ  
 کا تبلیغی مشن اس طرح جاری رہے گا۔

از حضرت علامہ مولانا الحاج غلام رسول صاحب گہتر  
 ایڈیٹر رسالہ انوار الصوفیہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تذکرہ طلب

اس سے قبل کہ قارئین کرام کتاب "تصوف" کا مطالعہ فرمائیں۔ بہتر ہوگا کہ مختصراً صاحب تصنیف عالیجناب اعلیٰ حضرت الحاج ڈاکٹر شیخ محمد اللہ داتا صاحب طالب کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی سے متعارف ہوں جنہوں نے ہمارے قریبی زمانے میں ۷۲ سال قبل ماہ ۱۹ روزہ مستعار زندگی میں نہ صرف پاکستان بلکہ ہندوستان برما، جزائر انڈیمان ایران سعودی عرب عراق مصر، فرانس اور انگلینڈ جیسے دور دراز ممالک میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ جانتیہ کی تبلیغ کو اپنا مشن بنا کر ایک انبوه کثیر کو اس وقت جب کہ ان ممالک میں کفر و العاد اور نسالت و گمراہی کی تاریکیوں میں انسانیت دم توڑ رہی تھی۔ رشد و ہدایت کی شمع روشن کی اور راہ گم کردہ انسانیت کو زندگی کے صحیح مقصد اور حقیقت سے روشناس کرایا۔

**پیدائش** آپ کنجاہ شریف کے ایک معزز کشمیری خاندان میں جناب شیخ پیر بخش کے ہاں ۱۲ فروری ۱۸۸۶ء کو پیدا ہوئے آپ کے آباؤ اجداد خوش عقیدہ متقی و پرہیزگار تھے آپ نے قرآن کریم اور دیگر مروجہ ابتدائی تعلیم کنجاہ شریف میں حاصل کی اور گجرات میں میٹرک پاس کرنے کے بعد گنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی۔ دورانِ تعلیم آپ شادیوال میں ایک ہل بزرگ حضرت میاں محمد ابراہیم صاحب کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا

کرتے تھے آپ نے کئی بار حضرت میاں صاحبؒ سے بیعت کے لئے عرض کی لیکن آپ نے  
بارگاہ دیتے اور فرماتے کہ ابھی آپ نوجوان ہیں دنیا کی سیر کیجئے۔

تلاش حق میں رہنے والوں کے لئے لَتَّخِذِ يَتَّخِذُ سَبِيلًا کئی نئی راہیں کھول دیتا ہے  
لہذا جہاں آپ کو صراطِ مستقیم پر گامزن اللہ ذوالے نظر آئیں ان کا ادب ملحوظ خاطر  
رکھیں کیونکہ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔ اور ازراہِ لطف و کرم  
فرماتے کہ اللہ کے بندوں میں سے کسی کو برا نہ سمجھیں کیونکہ اپنے سے بڑے نیکیوں میں  
بڑھے ہوئے اور چھوٹے گناہوں میں کم ہوتے ہیں رزقِ حلال کی جستجو میں محترم میاں صاحبؒ  
نے آپ کو پولیس کی ملازمت سے منع فرمایا اور ان حالات کے تحت آپ نے ڈاکٹر بننے  
کی خواہش اپنے والدین کریمین سے کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہانی ڈاکٹر کے ساتھ رہانی  
معراج کا ہمیش بہار تہ عطا فرمایا۔

**ملازمت** | کتب ایدورڈ میڈیکل کالج لاہور سے طبی تعلیم حاصل کرنے کے بعد

آپ نے فوج میں ملازمت اس لئے پسند فرمائی کہ دورانِ ملازمت  
مختلف مقامات پر جانے کا اتفاق ہوگا اور شاید کسی ایسے اللہ سے شرف ملاقات نصیب  
ہو جائے آپ فوج میں بحیثیت اسسٹنٹ سرجن چھ ماہی چکر رہے دسویں سرحد میں  
تیناٹ ہوئے چونکہ بچپن سے طبعا دین سے محبت اور بزرگانِ کرام سے رفاقتوں نے  
آپ کا اکثر وقت دینی کتب اور ادبیائے عظام کے حالات و مطالعہ کرنے میں گزارا  
ایک روز آپ دریا کے کنارے بیٹھے تذکرۃ الاولیاء میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی  
کے حالات زندگی پڑھ رہے تھے۔ تمنا تھا کہ اتنا سنا سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے بغیر دل نور ایمان سے روشن نہیں ہو سکتا یہی اسی ایک فقرہ نے دل کی دنیا بال دی  
خوبصورت۔ سرور قد بھر پور نوجوان تو تھے ہی اگلی صبح جو شیوے لئے آئینہ انہی نے حضرت  
خواجہ صاحبؒ کا فقرہ ذہن میں پھرنے لگا کبھی آئینہ میں اپنا چہرہ مبارک دیکھتے اور کبھی  
مبارک جانب غور فرماتے چونکہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کا لقب غالب آچکا تھا آپ



نے اپنے چہرہ مبارک پر بیڈ نہ لگانے کا پختہ ارادہ کر کے شیوہ کے سامان کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا۔ واصل آپ آیت مبارکہ اللہ سَجَّيْئِي إِلَيْهِ مَنْ لَيْسَ بِوَدَّيْهِ وَيُكْفِي إِلَيْهِ مَنْ يُدْبِرُ ۝ اللہ تعالیٰ جن لیتے ہیں اپنے لئے جسے چاہیں اہدایت فرماتے ہیں اپنی طرف اس کو جو اس کی طرف رجوع کرے، اے مصداقِ خالصِ مشن کیلئے برمنگھن کے جاچکے تھے آپ کے انگریز کمانڈنگ آفیسر نے جو کہ ایک متعصب عیسائی تھا آپ کے خلاف ان الفاظ میں رپورٹ اپنے ہیڈ کوارٹر کو لکھی۔

DOCTOR ALLAH DITTA HAS DISFIGURED  
HIS FACE WITH BEARD

جو کہ آپ نے ایسی سب باتوں سے بے نیاز ہو کر سنت حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا یا تھا لہذا آپ نے اس سنت کو ترک نہ کیا اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرشدِ کامل کی صحبت سے ہم کنار فرمایا۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مئی ۱۹۰۹ء میں

بیعت

اعلیٰ حضرت امیر ملت قبلہ عالم شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

کی خواب میں زیارتِ مشرف ہو کر بعدِ عتدِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور آپ کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ آپ فرماتے ہیں: جب فقیرِ اعلیٰ حضرت امیر ملت قبلہ عالم محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر مئی ۱۹۰۹ء میں علی پوری میں بیعت ہوا۔ تو آپ نے تلقین کرتے وقت فرمایا تھا کہ انسان کے دل پر شیطان کا پنجہ ہوتا ہے جب وہ کسی مردِ کامل کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو دل سے شیطان کا پنجہ چھوٹ جاتا ہے اگل کے بعد اگر ان تین حالتوں میں سے ایک بھی حالت میں مرید رہے گا تو شیطان دوبارہ دل پر پنجہ نہیں مار سکتا اور اگر ان تینوں میں سے ایک حالت بھی نہ رہے بالکل خالی رہے (نظر اور توجہ کے ہی انتظار میں رہے) تو شیطان پھر دل پر قابو پالیتا ہے وہ تین حالتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ صحبت شیخ

۲۔ معیت شیخ

۳۔ ذکر فکر مراقبہ

## اعلیٰ حضرت امیر ملت

اعلیٰ حضرت امیر ملت قبلہ عالم پیر حافظ سید جماعت علی  
شاہ صاحب محدث علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود

صدی کی عظیم ترین بین الاقوامی ہمگیر زندہ جاوید ہستی کے طور پر عرب و عجم کی اسلامی  
دنیا میں چاند سوج کی طرح متعارف ہیں آپ سید السادات سبط رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم اور عترت پاک کا وہ نادر الوجود درجے مثال نمونہ ہیں کہ حدیث پاک ترجمہ  
میں دو بھاری چیزیں تمہارے درمیان چھوڑ کر جا رہا ہوں اپنی عترت اور قرآن پاک  
کی چاشنی کا مزہ شاہ و گدائے آپ کی ذات پاک میں پایا۔ شاہان ترک، امیران افغانستان  
توابعان ہندو پاک سے لے کر عوام الناس تک لاکھوں مخلوق خدا نے آپ کا دامن رحمت  
پکڑا اور چین پایا۔ حافظ قرآن کریم ایسے کہ قرآن مجید نے اپنی تمام لامتناہی صفات بطن  
اللبطون تک آپ پر منکشف کر دیں ماورائے کی برکتیں رحمتیں، شفا میں اذکار و مقامات  
آپ نے اپنا دامن پکڑنے والوں میں دن رات تقسیم کیں۔

العلماء و دثاة الانبیاء کے اعلیٰ ترین مصداق۔ علم کا کون سا پہلو ایسا ہے  
کہ روشن نہ ہو، ہونا نام نہاد علم کے چراغ اس مشکوٰۃ نبوت کے وارث اہل کے سامنے بچھ گئے انکے علم کا زعم ہل ہوا

۱۹۰۸ء میں بمقام لاہور مرزا قادیانی کو مباہلہ کی دعوت دی۔ انکار ہونے پر برسرِ غم  
موت کی پیش گوئی کی جو ایک ہفتہ کے اندر صحیح ثابت ہوئی۔ حجاز ریلوے، مسلم یونیورسٹی  
اعلیٰ گڑھ، حزب الاحناف، لائبریری، تحریک حمایت اسلام لاہور، زبدۃ العلماء لکھنؤ، انجمن نعمانیہ ہندو  
مدینہ فند، خلافت فند، سمرنا فند، انگورہ فند اور دیگر بے شمار دینی ملی اداروں کی دل کھول کر  
مدد فرمائی۔ بے شمار مساجد اور دینی مدارس تعمیر کروائے۔ علماء اہلسنت کی جمعیتوں اور کالجز  
کی جابجا رہنمائی فرمائی۔ اگرہ میں آریوں نے فتنہ برپا کیا تو آپ نے دہاں ارشاد و تبلیغ  
وسیع سلسلہ جاری فرمایا دہاں کے غریب مسلمان عوام کے لئے جناب حضور قبلہ ڈالٹر صاحب



رحمۃ اللہ علیہ لی سربراہی میں جا بجا شفا خانے قائم کئے تاکہ ہندوؤں کی دست برد سے محفوظ رہیں تحریک پاکستان میں آپ نے قائد اعظم کی مکمل حمایت و اعانت کا واضح اعلان فرمایا آپ اپنے تبلیغی جلسوں میں ہمیشہ اعلان فرماتے کہ اے رحمان والو مرق مسلم لیگ ہی برصغیر کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے آپ نے علماء دین اور مشائخ عظام کو خاص طور پر فرمایا کہ آپ نے تمام عمر گوشہ نشینی میں گزاری ہے اب دین کی خدمت کے لئے میدان عمل میں آنے کا وقت ہے اپنا فرض ادا کریں مسلم لیگ کے جلسوں میں وائسکاف الفاظ میں فرماتے "پاکستان کے مخالفین کا ان کھول کر سن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ بارگاہ رب العزت سے اس کی منظوری ہو چکی ہے پاکستان ہم سب کا ہے اکیلے مسٹر جناح کا نہیں وہ ہم سب کا کام کر رہے ہیں وہ ہمارے دکیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی وکالت قبول فرمائے۔"

پونہ، عرب و شام اور برصغیر پاک و ہند کا گوشہ گوشہ آپ کی فیض رسانی کا گواہ ہے حج و زیارت فریمن اشرفین میں بھی سلسلہ تبلیغ و ارشاد جاری رہتا تھا اس لئے آپ کے خلفاء کبار کی تعداد تین سینچڑوں تک پہنچتی ہے دین کی خدمت میں منہمک ہیں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت بیت ربی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اولاد پاک اور خلفائے عظام کی صورت میں رشد و ہدایت کا منہا ہی سلسلہ چھوڑ کر مؤرخہ ۲۰ اگست ۱۹۵۱ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے علی پور شریف ضلع سیالکوٹ میں آپ کا دروضہ اقدس اعلیٰ فن تعمیر کا نادر نمونہ اور مرجع خلافت ہے۔

تہذیب و ادب کا صاحب کے ذوق و شوق پابندی صوم و سلاو اور دینی دعوت تبلیغ امور کے لوگ پہلے ہی مداح بنتے اب اعلیٰ حضرت امیر ملت محدث علی پوری

رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور محبت کا اثر رنگ لائے گا۔ آپ ہر وقت اللہ کی یاد اور محبت میں مستغرق بلا خوف و خطر اپنی پلیٹن (د فوج) میں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ بے شمار لوگ آپ کے طرز کلم اور حسن اخلاق سے متاثر ہو کر اعلیٰ حضرت قبلہ امیر ملت کی ایک جھلک دیکھنے

کے لئے بنے ناب ہو گئے۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے آپ کو مدعو کیا۔ ۱۹۰۹ء میں صوبہ سرحد یعنی چکدرہ چھاؤنی کا دور دراز، دشوار گزار بیابان علاقہ، جہاں کہ ذرائع آمد و رفت مسدود تھے۔ اعلیٰ حضرت امیر ملت نے مشتاقان دید کو زیارت اور فیوض و برکات سے نوازا۔ دوران سفر چند لوگوں نے آپ کو پہچان کر عرض کیا حضرت اس جنگل بیابان میں کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرماتے گئے ایک ڈاکٹر کی یاد لے جا رہی ہے جناب ڈاکٹر صاحب نے اپنی پلٹن کے سپاہیوں سے زائد پابند شریعت نوجوانوں کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کے لئے پیش کیا۔ حضرت امیر ملت شاہ صاحب وہاں سے مراجعت کے وقت انتہائی مطمئن تھے کہ تبلیغ دین کے لئے مولاکریم و رحیم نے ڈاکٹر صاحب کی صورت میں ایک اور مرد بلند ہمت عطا فرمایا حضور قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت کی چکدرہ سے واپس روانگی کے وقت مندرجہ ذیل فی البدیہہ اشعار پڑھے۔

طالب دہ بن آئیں میری تقدیر بنا دے	اے جذبہ الفت مجھے تاثیر دکھا دے
دلبر کی پیاری مجھے تصویر دکھا دے	اے علم تصویر میری کراں کے باری
اللہ میری بگڑی ہوئی تقدیر بنا دے	لکھی ہے مقدر میں شب و روز کی دوری
پاس اپنے بلا کر میری تو قیر پڑھا دے	اے شاہ حسینان جہاں شاہ جماعت
ہر دم کی حضور کی کا مجھے مشرودہ سنا دے	جاتا نہیں دم کیسے دل سے غم دوری
آنکھوں میں سما جا غم دل گیر بھلا دے	بے تاسے دل شوق زیارت میں ثبت روز
شریت ہے معیت کا جا کسیر پلا دے	اک آگ لگی دل میں میرے سوز بھر کی
ہے دل میں تمنا مجھے مولا سے ملا دے	سلطان جہاں زیب سر تاج مشائخ

شاہوں سے گداؤں کا کیا دعوتے الفت

اے طالب حق حق عقیدت سے جلا دے

آپ فرماتے ہیں۔ ۱۹۰۹ء کا واقعہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امیر ملت شہنشاہ جہاں پناہ قبلہ و کعبہ سیدی مرشدی حضرت شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری قدس سرہ حج مبارک سے تشریف لاتے



چونکہ چورہ شریف میں بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف کا موقع تھا بجائے علی پور شریف کے سیدھے چورہ شریف پہنچے خاک رکو حلقہ غلامی کا شرف حاصل کئے چند ہی ماہ گزرتے تھے ان دنوں چھاؤنی چکدرہ کے علاقہ صورت پیر میں متعین تھا حضور کی تشریف آوری کی خبر سن کر چورہ شریف حاضر ہوا مہر سے و محترم پیر بھائی صوفی پہلوان خاں صاحب مرحوم نے دیکر یارانِ طریقت مثل حوالدار علی حیدر خاں مرحوم صوبے دار دیکر یارانِ پلٹن (طریقت) مثل حوالدار علی حیدر خاں مرحوم و ماسٹر علی اکبر خاں حال صوبے دار علی اکبر خاں صاحب، بزرگ بھائی باز خاں صاحب مرحوم وغیرہم کے سامنے بیان کیا کہ جب ہم لوگ حضرت قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے یارانِ طریقت سے ایک بار یعنی صاحب کتاب ڈاکٹر اللہ دتہ صاحب کی نسبت فرمایا کہ وہ ہر وقت روتا رہتا ہے ہم نے اس کے رونے کی کیفیت حرمین شریفین محسوس کی ہے

اس وقت جب کہ برصغیر کے مسلمانوں میں آزادی کی لہر انگریزوں کے رہی تھی  
**یورپ** اور اپنی علیحدہ حیثیت منوانے کے لئے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ وجود میں آچکی تھی۔ انگریز آپ کی تبلیغی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھا اور جیسے بہانوں سے مختلف علاقوں میں تبدیل کر کے آپ کے مشن میں حائل ہوتا رہتا تھا۔ اگر آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہ آئی پختا پختہ پہلی جنگ عظیم کے دوران جناب ڈاکٹر صاحب کو عرب، انڈونیشیا اور برما کے علاوہ یورپ جانے کا اتفاق بھی ہوا۔ فرانس اور انگلینڈ میں کافی عرصہ مقیم رہے ان دنوں انگلینڈ میں دو اشخاص کمال دین اور صدر دین نامی مرزا قادیانی کی تبلیغ میں مصروف تھے آپ نے فوج کے علاوہ دیگر حلقہ اجاب میں مرزا قادیانی کی چھوٹی نبوت کا پول کھول کر زیر ہر خاص و عام کو ان کی کذب بیانی اور فتنہ پروری سے بروقت خبردار کیا آپ تبلیغ و تربیت کے لئے فوج کے علاوہ شہر میں بھی کافی وقت صرف فرماتے جب کہ ہندوستان سے گئے ہوئے عیش و عشرت کے دلدادہ دیگر فوجی ملازمین یورپ کی رنگینوں میں محو تماشہ رہتے آپ کی کوششوں کی بدولت بے شمار انگریز عیسائی اور دیگر مذاہب کے غیر ملکی باشندے اسلام کی

نعمت سے مالا مال ہوئے انگلینڈ سے جب آپ کا تبادلہ ہوا تو ایک نو مسلم انگریز CHARLS  
SUBVAN SLACH نے جو آپ سے متاثر ہوا کچھ عرصہ مزید ٹھہرنے کی درخواست کی یہ  
نو مسلم انگریز نوجوان حیران تھا کہ مرزائی مبلغ کسی اور اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے۔

**خرقہ خلافت** یورپ کے بعد آپ مضر پورٹ سعید تعینات ہوئے۔ مصر سے آپ چند

یوم کی رخصت لے کر انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ جلسہ منعقدہ علی پور  
سیداں ضلع سیالکوٹ کے موقع پر طویل مدت کے بعد اپنے شیخ کامل کی خدمت میں حاضر  
ہوئے اعلیٰ حضرت امیر ملت شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سالانہ جلسہ کے  
عام اجلاس میں حضرات چوزہ شریف اور دیگر مشائخ عظام و علماء کرام کی موجودگی میں آپ  
کو خرقہ خلافت یعنی مندار شاد پر بیٹھا کر تبلیغ اسلام کا کام سپرد فرمایا اور آپ کے لئے دل  
کی اتھاہ گہرائیوں سے دعائے خیر فرمائی جناب قبلہ ڈاکٹر صاحب نے انتہائی انکساری سے  
عرض کیا کہ میں اس عظیم ذمہ داری کے لائق نہیں ہوں مگر اعلیٰ حضرت امیر ملت کا صرف  
ایک ہی حکم تھا کہ ”ڈاکٹر صاحب کرنا ہوگا کرنا ہوگا“ اس واقعہ کا ذکر آپ نے ایک دوست  
کے نام مکتوب میں اپنی قلم سے اس طرح فرمایا ہے۔

”واقعی فقیر نہ پیر ہے اور نہ پیری کا مدعی۔ نہ دعویٰ بزرگی اور ولایت۔ یہ  
کام جو تبلیغی رنگ میں چل رہا ہے یا ہو رہا ہے۔ یہ فقیر باوجود اپنی نااہلیت کے مجبوراً  
اور حکماً کر رہا ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت امیر ملت شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوریؒ  
نے باوجود فقیر کے بسبب اپنی نااہلیت کے بار بار انکار کرنے کے سختی سے حکم  
فرمایا کہ یہ کام ضرور کرنا ہوگا۔ تم کو اپنے آپ کو نااہل سمجھتے ہوئے بھی یہ کام ضرور  
کرنا ہوگا اس لئے کہ تمہاری نسبت کامل ہے تمہارے پیر کامل ہیں فقیر نے عرض  
کیا کہ حضور میں کسی کے پاس جا کر عرض نہیں کروں گا کہ آؤ تمہیں داخل سلسلہ کروں  
یا تمہیں بیعت کروں تو حضور نے فرمایا تھا کہ ڈاکٹر صاحب آپ کہہ کام ضرور کرنا  
ہوگا جس کو ضرورت ہوگی وہ خود آپ کے پاس چلا آئے گا تو یہ کام فقیر آپ  
کے حکم اور ارشاد گرامی کے مطابق کر رہا ہے اور ان کی دعا و برکت و توجہ اور فضل و



رحمت الہی سے چل رہا ہے اور انشاء اللہ چلتا رہے گا کیونکہ فقیر کا کام ان کے ارشادات کے ماتحت ان کی تعلیم کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔ ہدایت دینا یا ہدایت پر قائم رکھنا خدا تعالیٰ کا کام ہے فقیر کا ذمہ نہیں ہے۔

میں حاضر ہوا پیر و مرشد کے در پر جو اقطاب عالم کے تھے اعلیٰ افسر غلام ان کے ہیں متبع پیغمبر مریدان حضرت کائیں خاک پا ہوں اک ادنیٰ ترین میں غلام آپ کا ہوں میں تھا بے ہمتا نہ تھا اس کے لائق مجھے علم تھا کام یہ کرنا ہو گا! دیا حکم حضرت نے میں ماننا ہوں دعاؤں کی حضرت کا محتاج ہوں میں خصوصی توجہ سے حضرت نوازو

جو اقطاب عالم کے تھے اعلیٰ افسر غلام ان کے ہیں متبع پیغمبر مریدان حضرت کائیں خاک پا ہوں اک ادنیٰ ترین میں غلام آپ کا ہوں میں تھا بے ہمتا نہ تھا اس کے لائق مجھے علم تھا کام یہ کرنا ہو گا! دیا حکم حضرت نے میں ماننا ہوں دعاؤں کی حضرت کا محتاج ہوں میں خصوصی توجہ سے حضرت نوازو

نزدہ خلافت پانے کے بعد جب آپ واپس پورٹ سعید (مصر) جاتے ملازمت پر پہنچے تو فوج کے جوان اور چند مصری آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

اسلام کے خلاف سازش - عیسائیت اسلامی دنیا سے ہمیشہ ہی سے لرزہ بر اندام رہی ہے دنیا نے اسلام ایک بار پھر اللہ کے

دین کی سر بلندی اور انسانیت کی فلاح کے لئے اتحاد و یگانگت کی طرف مائل تھی انگریزوں کے تسلط میں جکڑے ہوئے معتبورہ ممالک کے مسلمان بھی خلافت ترکیہ کے نازک و حیثیت وجود کو غنیمت خیال کرتے تھے مگر انگریز اور دیگر اسلام دشمن طاقتیں اسلام کے خلاف ہمیشہ ریشہ دانیوں میں مصروف رہتی تھیں۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد انگریزوں کی سازشوں اور سیاسی و فوجی تسلط کے زیر اثر عربوں نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی خلافت عثمانیہ کا شیرازہ بکھرنے لگا شریف مکہ حسین ابن علی نے

انگریزوں سے ساز باز کر کے حجاز پر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا دوسرے عرب ممالک بھی خلافت عثمانیہ کے حلقہ اقتدار سے باہر نکلنے لگے شریف مکہ کے عہد میں حجاز کے حالات بہت اترتے یہاں تک کہ دنیا کے مختلف ممالک سے سفر حج پر جانے والے زائرین کی جان و مال تک محفوظ نہ تھے اور شریف مکہ کے برطانوی آلہ کار ہونے کی وجہ سے تمام دنیا کے مسلمانوں میں ایک تشویش و اضطراب پایا جاتا تھا چنانچہ قبلہ ڈاکٹر صاحب کے قیام مصر کے دوران عام کیا گیا کہ جو مسلمان زیارت حرمین شریفین کے لئے جانا چاہیں حکومت برطانیہ انہیں چھٹی اور مفت سفر کی سہولتیں مہیا کرے گی فوجی کیمپ کے تمام مسلمانوں اور جناب قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اس سعادت سے بہرہ ور ہونے کے لئے اپنے نام لکھوا دیئے دوران سفر انکشاف ہوا کہ برٹش گورنمنٹ مسلمانوں کے اس گردپ کو عالم اسلام کی نمائندہ جماعت ظاہر کر کے ترکوں کے مخالف شریف مکہ کی حمایت کر دیا گیا سی فائدہ اٹھانا چاہتی ہے آپ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور مکہ معظمہ میں شریف مکہ کی دعوت کے موقع پر واضح کر دیا کہ یہ گردپ عالم اسلام کی نمائندہ جماعت ہرگز نہیں بلکہ سرکاری خرچ اور چھٹی پر زیارات کی غرض سے یہاں آئی ہے لہذا شریف حسین ابن علی کو برسر اقتدار لانے کی حمایت ہرگز نہیں کی جاسکتی

جزائر انڈیمان اور برما میں تبلیغی سرگرمیاں ہوس فوجی رسلے میں آپ ڈاکٹری کی

سات سرانجام دے رہے تھے اسے آج کل ۱۳ لانس رجمینٹ سے موسوم کیا جاتا ہے اس جہت نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا جس کے باعث وہ ان کا حکم نہیں مانتے تھے انگریز فوجی افسروں نے سی آئی ڈی کی رپورٹ اور آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کے باعث الزام تراشا کہ آپ فوجی جوانوں کو بغاوت پاکسا رہے ہیں آپ پر مقدمہ چلایا گیا لیکن آپ کے خلاف کوئی گواہ پیش نہ کیا جاسکا لہذا آپ کی تعلیمی سرگرمیوں اور شریف مکہ کی دعوت کے موقع پر جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کی پاداش میں آپ کا تبادلہ مصر سے جزائر انڈیمان کر دیا گیا اور پورٹ بلیر کے ہسپتال کا چارج آپ کو دے دیا گیا۔

آپ تو ہر ملک، ملک مااست کہ ملک خداست کے قابل تھے جزائر انڈیمان میں اسلام



کی سر بلندی کے لئے آپ نے جامع پر دگرام مرتب فرمایا یہاں ہندومت مکمل طور پر سایہ فگن تھا۔ فراغت کے موقع پر دین حقہ کی تبلیغ آپ کا محبوب مشغلہ تھا گفتگو میں چاشنی کارنگ نمایاں تھا۔ آپ سے ایک بار گفتگو کے بعد انسان کا دل خود بخود کھینچا آتا تھا لوگ جوق در جوق آپ کی تبلیغی مجالس میں شریک ہو کر دین اسلام میں داخل ہونے لگے یہاں ایک ہندو نوجوان بی اے آپ سے متاثر ہو کر مسلمان ہوا جس کا نام کاظم حسین رکھا گیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کی رہنمائی میں دین اسلام کی اشاعت کے لئے اس نوجوان نے نمایاں کردار ادا کیا۔ دوسری طرف تمام مسلمان قیدیوں نے باقاعدگی سے نماز ادا کرنی شروع کر دی اور ان میں نو مسلم دن بدن اضافہ کرتے چلے گئے جس کے باعث جیل کے اوقات میں خلل پیدا ہونے لگا قیدی نماز کے اوقات میں افسروں کا حکم نہیں مانتے تھے سکا آئی ری کی رپورٹ پر کمشنر پورٹ بلیر نے دائرہ ہند کو چھٹی لکھی کہ ڈاکٹر صاحب نے یہاں آ کر قیدیوں کی ذہنی کیفیت بدل دی ہے لہذا یا تو ان کے لئے سزا تجویز کی جائے اور انہیں قیام کی حیثیت دی جائے بصورت دیگر فوری طور پر یہاں سے ان کا تبادلہ کر دیا جائے۔

اس دوران آپ کے گھر والے جب اعلیٰ حضرت امیر ملت محدث علی پوری کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوتے تو آپ دعا کے بعد تسلی اور تسفی آمیز لہجہ میں ارشاد فرماتے کہ گھر کی ضرورت نہیں ڈاکٹر صاحب انشاء اللہ جلد وطن واپس لوٹ آئیں گے۔

کمشنر اٹرنڈیمان کی رپورٹ پر ایک ماہ کی قلیل مدت کے بعد آپ کا تبادلہ برما دجھا موچھاؤنی کر دیا گیا۔

قارئین کرام! اسی دجھا موچھاؤنی میں ہمارے سلسلہ عالیہ کی مایہ ناز ہستی۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب کے عاشق صادق اور محبوب و منظور نظر خلیفہ مجاز حضرت جناب باباجی ملک فیروز خاں صاحب فیروز آبادی گجراتی کو نومبر ۱۹۱۹ء میں آپ کی غلامی کا شرف حاصل ہوا حضرت جناب باباجی صاحب کے داخل سلسلہ ہونے کا واقعہ نہایت دلکش اور دلچسپ ہے۔ کاش یہ چند اوراق اس کے متحمل ہو سکتے حضرت باباجی صاحب کافی عرصہ سے وہاں تعینات تھے لوگوں میں خاصے مشہور اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے لہذا برما میں آپ کے مدد و معاون ثابت ہوئے

یہاں آپ کا قیام ڈیڑھ سال رہا اس عرصہ میں رنگون اور اس کے مضافات میں آپ نے  
بھرپور کام کیا بابا جی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ پانچ صد سے زیادہ لوگ داخل سلسلہ ہوئے  
دوران ملازمت متعصب انگریز افسروں کے سامنے عبادت حقہ اور تبلیغ اسلام کا کام  
ڈنکے کی چوٹ سے کرتے رہے۔

انگریزوں آپ کی تبلیغی سرگرمیاں ایک آنکھ نہ بناتی تھیں فوجی خفیہ ایجنسی بھی آپ کے  
دینی کردار پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھی اور آخر کار خفیہ ایجنسی کی رپورٹ پر کہ

DR MUHAMMAD ALLAH DITTA IS THE GREAT  
ENEMY OF BRITISH EMPIRE

ڈاکٹر اللہ دتہ گورنمنٹ برطانیہ کے بہت بڑے دشمن ہیں

آپ کو ۱۹۲۰ء میں فوج کی ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا سبکدوشی کے ساتھ آپ کا  
ہندوستان میں داخلہ بند کر دیا گیا لہذا آپ نے مدینہ دربار میں اپنا ذاتی کلینک کھول کر پریکٹس  
شروع کر دی اور اپنی پرانی رجمنٹ کے ایک ریٹائرڈ حوالدار میجر راجو عبدالرشید خاں آئی ڈی ایم  
ایس کے تعاون سے وہاں رہائش اختیار کر کے از سر نو تبلیغ دین کا کام شروع کر دیا جس اتفاق کہ  
تھوڑے عرصہ کے بعد وہاں پنجابی برہمنی فسادات شروع ہو گئے نتیجتاً پنجابیوں کو برہمنوں سے نکلنا پڑا  
آپ نے کلینک کا تمام سامان راجو صاحب کے سپرد کیا اور خود ہجرت فرما کر کنجاہ شریف تشریف  
لے آئے چونکہ روحانی طبیب کے ساتھ ساتھ آپ ایک منجھے ہوئے ہارمنڈیا نٹر جسمانی ڈاکٹر بھی تھے  
لہذا آپ نے وطن عزیز آگرہ قصبہ کنجاہ شریف میں ڈاکٹری کی پریکٹس شروع کر دی۔

پہلی جنگ عظیم کے اثرات عالم اسلام کے لئے بہت تباہ کن  
شدھی کی تحریک ثابت ہوئے ترکی کی شکست کے بعد خلافت عثمانیہ ختم کر دی گئی

عرب ممالک کے ٹکڑے کر کے انگریزوں اور ان کے اتحادیوں نے اپنی مرضی کی حکومتیں قائم کر دیں مقامات  
مقدس غیر محفوظ ہو گئے انگریز مسلمانان ہند سے کئے گئے وعدوں سے منحرف ہو چکا تھا چنانچہ ان پریشانی  
حالات میں ہندوستان کے مسلمانوں نے تحریک خلافت شروع کر دی جو پوری قوت سے اٹھی اور  
تحریک آزادی کی صورت اختیار کر گئی۔ عیار ہندو لیڈر گاندھی، شردھانند وغیرہ ہوا کارخ دیکھ

کر اس میں شامل ہو گئے۔ گاندھی کے مشورہ پر سادہ لوح مسلمان انگریزوں سے اظہار ناراضگی کے طور پر افغانستان کی جانب ہجرت میں لگ گئے۔ اعلیٰ حضرت امیر ملت محدث علی پوری نے مسلمانوں کو ہجرت سے منع فرمایا اور انہیں سمجھایا کہ یہ ملت اسلامیہ کے مفاد میں نہیں ہے۔

دوسری طرف سرکردہ ہندو لیڈر مسلمان کش تحریکیں شدھی اور سنگھٹن وغیرہ چلانے میں لگے ہوئے تھے اور صاف کہتے تھے کہ بھارت میں رہتے ہوئے ترکی اور عرب کا خواب دیکھنے والوں کو بھارت میں رہنے کا کوئی سہی نہیں۔ ہندو لیڈروں نے راجپوتانہ اور پٹی کے اضلاع کے کمزور اور غریب

مسلمانوں کے علاقہ کو شدھی یعنی مسلمانوں کو مرتد بنا کر ہندوؤں میں ضم کرنے کے لئے محض کیا اعلیٰ حضرت امیر ملت اناج حانڈ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری سے شدھی کے اس فتنہ کے انسداد کے لئے ملکی سطح پر اقدام کئے۔ یاران طریقت کو خصوصاً اور مسلمانان ہند کو عموماً اس فتنہ کا نولش لینے کا پیغام دیتے ہوئے فرمایا۔

دوستو! یہ ایک ایسا نازک موقع آگیا ہے جس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔ بانی اسلام کا تو یہ حکم ہے کہ اپنے مردے بھی اغیار کے ہاتھ میں نہ جانے دو اور یہاں ہمارے زندوں کو بھی اغیار لئے جا رہے ہیں۔ ہم خاموش دیکھ رہے ہیں میں نے اپنے یاروں کو اب تک یادِ الہی کے سوا کوئی فرمائش نہیں کی مگر اب کتا ہوں کہ اس وقت تقاضائے حمیت و غیرتِ اسلامی تو یہ ہے کہ جب تک اس فتنہ کا انسداد نہ ہو ہر مسلمان اپنے اوپر خواب و خور حرام سمجھے اور ہر ممکن ذریعہ سے خدمتِ اسلام میں دریغ نہ کرے۔

جناب ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سرفہرست تھے جنہوں نے اعلیٰ حضرت امیر ملت قبلہ شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر گھر بار، کار و بار عزیز اقارب چھوڑ کر اس تحریک میں جوش و خروش کا مظاہرہ کیا ہندوؤں کے متعصب لیڈر لالہ لالچت رائے سیدوی اور شر دھانند وغیرہ کھلم کھلا مسلمانوں کے خلاف زہر رگلتے تھے اور مہاتما گاندھی جیسے بگلا بھگت لیڈر و پردہ معاونت کر رہے تھے مسلمانوں کے مرتد ہونے پر ان کے نکاح میں ہندو لڑکیاں دی جاتیں ان کے قرض ادا کئے جاتے نیز دیگر بہت سی سہولتوں کے چلے دیئے جاتے تھے اس تحریک کا زیادہ زور صوبہ اگراہ دھارت میں تھا آپ نے اعلیٰ حضرت امیر ملت کی سرکردگی



میں دیگر اکابرین کے ہمراہ اس علاقہ میں اس تحریک کو روکنے میں دن رات محنت شاقہ سے کام کیا ان لوگوں کو اسلام سے روشناس کرایا اور جو لوگ دین اسلام سے برگشتہ ہو چکے تھے انہیں دوبارہ اسلام کی نعمت سے مالا مال کیا اس وسیع و عریض علاقہ میں بے شمار دینی مدارس اور مفت ڈسپنسریاں قائم کی گئیں موضع نوگانوں ضلع منھرا کے ہسپتال میں آپ کی تعیناتی تھی آپ کی قابلیت ہمدردی اور حسن اخلاق نے نہ صرف مریضوں کی جسمانی بیماریوں کا ہی علاج کیا بلکہ ان کی دینی اور روحانی امراض بھی جاتی رہیں۔ دینی مدارس میں بھی آپ دین اسلام کی تبلیغ کرتے اور ہندو بیٹے کی عیاریوں کا پردہ چاک کر کے تصویر کا صحیح رخ پیش کرتے نتیجہ یہ ہوا کہ اس علاقہ کے دیہاتی چند سال کی مہاسی جمید سے نہ صرف دوبارہ آغوش اسلام میں آگئے بلکہ ہندو آریوں کی قریب کار یوں کا ہول کھول کر ہندوؤں کو داخل اسلام فرماتے رہے۔

قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے ماہنامہ اقولہ الصوفیہ جنوری ۱۹۲۴ء سے اقتباس جو قبیلہ ڈاکٹر صاحب کی اس تحریک میں نمایاں کارکردگی کا سہہ بہتا ثبوت ہے۔ پیش خدمت ہے۔

”انجمن خدام الصوفیہ کے اراکین جس قدر محنت اور جانفشانی سے علاقہ ارتداد میں کام کر رہے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ انجمن ہذا کی طرف سے قائم کردہ دیگر شافانوں کے علاوہ موضع نوگانوں ضلع منھرا میں بھی شفاخانہ باری کیا گیا ہے جہاں مخلوق خدا کو بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے جناب ڈاکٹر شیخ محمد اللہ صاحب کی سرکردگی میں ہزاروں مریضوں کے علاج کے علاوہ سخت اور خطرناک حالتوں میں سپاس کے قریب آپریشن بھی کئے گئے اس کے اثرات نہایت کامیاب ثابت ہوئے خصوصاً قبل کے کام میں بہت مدد ملی جناب ڈاکٹر صاحب شفاخانہ میں کام کے علاوہ روزانہ دو گھنٹے تک تعلیم اور تبلیغ کا کام بھی بالخصوص اپنے ماتحت تبلیغی عملہ کے ساتھ مل کر کر رہے ہیں۔ پنجائوں میں باکر مسلمانوں کو قوت اور مدد پہنچاتے ہیں۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے حال ہی میں بے شمار زندین کو اپنے اخلاص اور حسن سلوک سے از سر نو مسلمان کیا انہیں سچے دل سے توبہ کرا کر کلمہ طیبہ پڑسایا اس کے علاوہ آپ نے میلہ ترونی کے موقع پر راجپوت اراکین

انجمن خدام الصوفیہ کی جانب سے اسہارات پھپھو کر تمام مکانوں میں تقسیم کئے جس سے امید ہے مکانوں کے خیالات میں مزید بہتری پیدا ہوگی۔“

مندرجہ بالا کارکردگی قبلہ ڈاکٹر صاحب کے ایک ماہ کی کوششوں کا صرف ایک حصہ ہے جو ماہ بہ ماہ ہوتا رہتا ہے انوار الصوفیہ کو جناب خلیفۃ الدین صاحب ناظم و فوڈ انجمن ہذا رپورٹوں کی صورت میں علاقہ و تعداد سے ارسال فرمایا کرتے تھے۔

**کشمیر ایجنسی ٹیشن** ۱۹۳۱ء میں رہاست کشمیر کے ایک غیر مسلم نے قرآن پاک

کشمیر کے پاس معروف نجات پیش کیں۔ مہاراجہ نے ان گزارشات کو نظر انداز کر دیا۔ رہاست کشمیر میں یہ سب ہی شوقی کے لئے تحریک چل رہی تھی اس واقعہ نے اسلامیان پاک و ہند کو مزید مشتعل کر دیا۔ پانچہ اعلیٰ حضرت امیر ملت الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نے مسلمانوں کو فیکو با انجمن خدام الصوفیہ کو بالخصوص اس اسلامی تحریک میں بڑھ پڑھ کر حصہ لینے کا حکم فرمایا۔

پانچہ قبلہ ڈاکٹر صاحب کی سرکردگی میں انجمن خدام الصوفیہ کنجاہ شریف نسلع گجرات نے بھی پھر پورہ کر دارا دیا آپ جلوس کی قیادت کر رہے تھے کہ دسمبر ۱۹۳۱ء میں آپ کو دیگر سرکردہ رفقاء حضرت پیر سید دلایت شاہ صاحب اور جناب ثاقب احمد دین صاحب سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ کے ہمراہ گرفتار کر کے دو ماہ کے لئے جیل بھیج دیا گیا اور بی کلاس کی سہولت دی گئی۔ ۱۱ جنوری ۱۹۳۲ء کو عدالت میں سماعت شروع ہوئی۔ سماعت مکمل ہونے پر جناب ڈاکٹر صاحب کو سات ماہ کی قید کا حکم سن کر لٹان جیل منتقل کر دیا گیا جہاں پہلے ہی اس تحریک میں گرفتار پنجاب کے بہت سے نامور علماء کرام موجود تھے۔ جیل میں درس قرآن اور دیگر علمی مجالس ہوتی تھیں جیل میں ایک مولوی صاحب بیمار ہو گئے۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب بیمار داری کے لئے تشریف لے گئے وہاں دوائی کی شیشی پڑی دیکھی تو فرمایا مولانا! اس دوائی میں انگلی ملی ہوئی ہے مولوی صاحب نے دوائی پھینک دی۔ جیل کے انگریز ڈاکٹر کو پتہ چلا تو جناب ڈاکٹر صاحب سے اٹلے سیدھے سوال کرنے لگا آپ نے فرمایا۔ مسٹر ڈاکٹر! طب کی جو کتابیں تم نے انگلیڈ میں پڑھی ہیں وہی ہم نے یہاں

بڑھی ہیں۔ انگریز ڈاکٹر نے معذرت چاہی اور آئندہ مکمل ملی دوائی دینے کا وعدہ کیا۔ اگلے روز ایک صاحب اگر آپ سے گھر کا پتہ پوچھنے لگے۔ آپ کے استفسار پر اس صاحب نے بتایا کہ میں کانگر کی طرف سے علماء کے گھر یا ہزار وظیفہ بھیجتا ہوں۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ میاں میں کانگرس کی طرف سے نہیں بلکہ ناموس اسلام کی خاطر جیل آیا ہوں مجھے کانگرس کے وظیفہ کی حاجت نہیں ہے۔

آپ کی علمی، ادبی، روحانی اور ملی شخصیت نے جیل کے عملہ پر گہرے نقوش چھوڑے

**حیدرآباد (دکن)** | قیام پاکستان سے قبل کا ذکر ہے جناب بخشی مصطفیٰ علی خاں سپرنٹنڈنٹ پولیس حیدرآباد (دکن) (ذخیفہ مجازاً علی حضرت میر ملت) نے تبلیغی دورہ کے لئے اعلیٰ حضرت امیر ملت کو حیدرآباد آنے کی دعوت دی اس سفر میں ہمراہ لے جانے کے لئے اعلیٰ حضرت امیر ملت علی پورٹی کی نگاہ انتخاب اپنے برگزیدہ عالم و فاضل خلفائے کبار میں سے قبلہ ڈاکٹر صاحب پر پڑی سفر میں قیام کے دوران مختلف شہروں میں مجالس و عطا و تبلیغ منقہ ہوتی رہیں آخر بریلی اور بنگلور کے مقامات پر پہنچ کر اعلیٰ حضرت امیر ملت شاہ صاحب نے بذریعہ اشتہار اعلان فرمادیا کہ ایک مہینہ کے لئے روزانہ صبح و شام متواتر تین گھنٹہ جناب ڈاکٹر صاحب و عطا فرمایا کریں گے۔ چونکہ یہ علاقے علماء ہند کے مراکز سمجھے جاتے تھے لہذا وہاں کے علماء و حیران و ششدر تھے کہ ایک ڈاکٹر یہاں کیا بیان کر سکیں گے مگر ان علماء و عوام الناس نے آپ کی مجلس میں بیٹھ کر جب آپ کی باتیں سنیں تو نہ صرف آپ کے اسلوب بیان کے معترف ہوئے بلکہ تسلیم کیا کہ اس روحانی طبیب کی نگاہ دور بین کسی بھی مسئلہ کے لئے اللہ سے والناس تک جاتی ہے آپ کو عربی فارسی اردو انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں دسترس حاصل تھی اور کسی بھی موضوع پر باسانی ہر شخص کو مطمئن کر دیتے تھے

آپ تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے سرگرم رکن تھے اعلیٰ حضرت

**تحریک پاکستان** امیر ملت کی سرکردگی میں آپ نے جگہ جگہ تشریف لے جا کر مسلمانوں کو علیحدہ وطن کی اہمیت سے روشناس کرایا اور واضح کیا کہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت



مسلم لیگ کے جھنڈے نئے جمع ہو کر اس عظیم مقصد کو حاصل کیا جاسکتا ہے انفرادی طور پر اپنے دستوں کو خط و کتابت کے ذریعہ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی بھرپور پشت پناہی کے لئے بدایات فرماتے رہے اور جب اللہ کے فضل و کرم سے پاکستان معرض وجود میں آگیا تو جو دلی سکاو اور محبت اس کی ترقی و خوشحالی اور استحکام کے لئے رکھتے تھے اس کی جھلک دستوں کے نقطہ نظر سے ہمارے ان مکتوبات سے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

۱۔ ”آپ دیانتداری سے دین و ملت، ملک و قوم اور اپنی حکومت کی بہتری کے لئے کام لاتے چلے جائیں اسلام اور پاکستان کی خدمت میں خون کا آخری قطرہ تک بہادری اور دعا کرتے رہیں کہ مولا تعالیٰ ہمارے حکام کو محمدی مسلمان اور اسلام کے سچے خدمت گزار بنائے۔“

۲۔ ”اب ہم سب مسلمان ہیں اور پاکستان ہمارا ہے ہم سب کا فرض ہے کہ قوم و ملت اور ملک کی تیر دل سے خدمت کریں اور ہر طرح سے غیر ممالک سے اسے ہتر بنا کر دنیا پر اپنا رعبہ راب قائم کریں۔“

۳۔ بیرون ملک ٹریننگ پر گئے ہوئے ایک دوست کے نام :-

”حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو مع سائیکوں کے سلامتی ایمان و جان اور عزت و آبرو سے خوش و خرم رکھے اور کامیاب رکامران کر کے بحیریت وطن واپس لائے اور ملک و ملت کی خدمت کی توفیق بخشنے آمین۔ آپ کو اور آپ کے ہمراہیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگرچہ آپ لوگوں کو حکومت پاکستان نے ٹریننگ (تربیت) کے لئے وہاں بھیجا ہے لیکن حقیقت میں آپ پاکستان اور اسلام کے نمائندے ہیں کیونکہ آپ مسلمان ہیں لہذا آپ کے قول و فعل اور ہر نقل و حرکت سے اسلام کا نور اور اسلام کی شان آپ کے دیکھنے والوں کو نظر آنی چاہیے آپ کے ہر قدم اور ہر ادا سے صداقت اسلام کا مظاہرہ ہونا چاہیے پاکستان اسلام کے نام پر دنیا میں قائم ہوا ہے۔ اس لئے بھی آپ کو یہ حیثیت پاکستانی (مسلمان) ہونے کے اعلیٰ گریڈ (چال چلن) وہاں پیش کرنا چاہیے جو صیغۃ اللہ (اللہ کے رنگ) سے رنگین ہو اور جس کے سامنے بناوٹی تہذیبیں اور جھوٹے رنگ سب ماند پڑ جائیں اسلام اور پاکستان کا اخلاقی رعب اپنے ملنے والوں کے دلوں پر قائم کر کے آئیں

آپ خدا کی زمین پر ہیں اور زمین خدا آپ کے ساتھ ہے اسی کے ہو کر زمین اس پر کامل بھروسہ کریں۔ وہ بروقت اور بہر آن آپ کا حافظ و ناصر ہو آمین۔ حاضرین مجلس و پرسانِ حال کی خدمت میں السلام علیکم۔

آپ نظم و ضبط کے پابند تھے ہر کام معینہ وقت پر اور سلیقہ سے کرنے کے عادی تھے کسی جگہ بھی تشریف لے جانے سے قبل وہاں کے دستوں کو باقاعدہ مطلع فرماتے دینِ حق کی تبلیغ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت کی غرض سے آپ نے حلقہ ذکر کی مجالس کا اہتمام فرمایا جہاں سب دورت امیرانِ حلقہ کے مکان پر ہفتہ وار اکٹھے بیٹھ کر ختم خواجگان پڑھتے اور دینی مسائل سے مستفیض ہوتے۔

### حلقہ ذکر کا اہتمام

- ۱۔ وزیر آباد حضرت جناب تہذیب فرورزاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- ۲۔ ملتان حضرت جناب شیخ محمد نصیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- ۳۔ گجرات حضرت الحاج محمد فیاض الدنعمانی صاحب ایم۔ اے اسلامیات
- ۴۔ راولپنڈی جناب ملک محمد سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- ۵۔ واہ کینٹ جناب مولانا سید محمد یوسف صاحب

اسی طرح دوسرے شہروں اور گاؤں میں بھی یارانِ طریقت ہفتہ وار محفل ذکر کا اہتمام کرتے جو بجز اللہ جاری ہے۔

شہر لاہور کو ہر دو روز میں تبلیغِ حق کی اشاعت کے لئے کلیدی حیثیت حاصل رہی ہے حضرت سید میراں حسین شاہ زنجانی، حضرت داتا گنج بخش سیدی خواجہ حضرت ایساں نقشبندی، حضرت خواجہ طاہر بندگی، حضرت شیخ سعدی بلخاری، حضرت میاں نور اور دیگر بے شمار اولیائے کرام سرزمینِ لاہور میں اسلام کی اشاعت کے لئے سرگرم عمل رہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے اپنے ایک پیر بھائی قلیچ خان جو لاہور کے صوبیدار تھے انہیں اجرائے شریعت پر ایک کتاب میں تحریر فرمایا: "آب کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ لاہور ایسے بڑے شہر میں آپ کے وجودت بہت سے احکام شرعیہ نے رواج پیدا کر لیا ہے دین کو تقویت اور ملت بریصا کی تائید ہوتی

ہے یہ شہر فقیر کے نزدیک ہندوستان کے تمام شہروں میں قطب ارشاد کی حیثیت رکھتا ہے اس شہر کی خیر و برکت تمام شہر پر اثر ڈالتی ہے اگر اس شہر میں دین کو رواج حاصل ہو تو سب جگہ ایک م کا رواج پیدا ہو جائے گا حتیٰ سحانہ آپ کی مدد فرمائیں؛

اندازہ فرمائیں بزرگان کرام اس شہر کو کس قدر اہمیت دیتے تھے شاید یہی وجہ تھی اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا تصرف تھا کہ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے بھی تبلیغ حق اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی شاعت کیلئے خصوصاً اس شہر پر توجہ فرمائی لاہور میں یارانِ طریقت کی رخصتی ہوتی تعداد اور ان کی آسائش کے پیش نظر آپ نے لاہور میں حلقہ بندی کے مندرجہ ذیل دو سٹول امیر حلقہ مقرر فرمایا۔

جناب ملک عبدالعزیز صاحب	۱ = حلقہ انجن شریف
جناب شیخ معز الدین صاحب	۲ = حلقہ گڑھی شاہو
جناب مرزا محمد یوسف صاحب	۳ = حلقہ چاہ میرال
جناب چوہدری محمد شفیع خاں صاحب	۴ = حلقہ رام گڑھ
جناب محمد نسیق صاحب	۵ = حلقہ باغبانپورہ
جناب میاں رداض الدین صاحب	۶ = حلقہ بھائی گڈ

درہنہ میں ایک دن ختم خواجگان پٹنہ کی اجازت فرمائی۔ ماہانہ اجلاس کے لئے ایک مرکز پر اکٹھے ہو کر ختم شریف پڑھنے کا حکم فرمایا اس مربوط پروگرام کی وجہ سے دوستوں کا ایک دوسرے سے رابطہ قائم ہو گیا اور ان میں آپ کی توجہ باطنی سے محبت کا رنگ چمکھتا نظر آنے لگا ماہانہ اجلاس میں ختم شریف سے پیشتر دوست مختلف دینی موضوعات پر وعظ کرتے حلقہ تبلیغ کو مزید وسیع کرنے کے لئے ۱۹۵۲ء میں آپ نے انجن خدام الصوفیہ لاہور پانچ کی بنیاد ڈالی اور اس کے عہدیدار مقرر فرمائے۔ نومبر ۱۹۵۳ء میں انجن ہذا کے زیر اہتمام لاہور گڑھی شاہو میں یارانِ لاہور نے آپ کی زیرِ سدارت پہلا تبلیغی جلسہ عام منعقد کرایا آپ اس جلسہ کی تیاری کے لئے دوستوں کو بہت پہلے خط لکھ کر مختلف موضوعات پر بولنے کی ترغیب دیتے آپ نے



اپنی زندگی پاک میں ہمیشہ اس جلسہ کی صدارت فرمائی آج کل یہ سالانہ جلسہ عالیجناب الحاج سید  
خواجہ محمد امین صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ کنجاہ شریف کی زیر صدارت انجمن ہذا کے زیر اہتمام  
ہر سال نومبر میں منعقد ہوتا ہے۔

## کنجاہ شریف

کنجاہ شریف کے نواحی اور تعلیمی اداروں میں بھرپور سہ لیا ایک عرصہ  
تک اسلامیہ ہائی سکول کنجاہ کا انتظام پلانے کے علاوہ بلا معاد مدرس کے  
تفصیلاً انجام دیتے رہے سچائی میں ایسی قابل تسلیم مثال قائم کی کہ جتنا بھی فخر لیا جائے کم ہے۔

ایک دن امن و امان کی بحالی کی خاطر آپ چند معززین کیساتھ محلہ غزنی مٹھانہ کنجاہ شریف میں  
نشرف فرما تھے کہ ایک مشغول مسلمان نوجوان نے سکھ تھانیدار انچارج کا سر قلم کر دیا آپ واحد  
ہستی تھے جنہوں نے تمام تر مخالفت کے باوجود بے خوف و خطر حق بات کہنے سے گریز نہ کیا آپ  
فرمایا کرتے تھے ہمیشہ سچ بات کہیے جھوٹ بولنے سے اگر جان بچ بھی جائے تو اسے امان نہیں  
بلکہ ہلاکت سمجھنا چاہیے۔ یارانِ سلسلہ کے اصلاح احوال کی غرض سے آپ نے مختلف شہروں میں  
امیر حلقہ مقرر کر کے تبلیغ کو منظم طور پر آگے بڑھایا آپ مجلسوں اور صحبتوں کے علاوہ فردا فردا  
حسب حال خط و کتابت کے ذریعہ مناسب رہنمائی اور تربیت فرماتے اور اسی طرح دستگیر  
احوال میں متعلقین کی مدد فرما کر ان کو عرفان تکمیل کی منازل تک پہنچایا۔

آپ کی صحبت میں ہر ذی روح پیکر تصویر مودب اور سراپا خشوع و خضوع نظر آتا  
آپ خود بھی اسی طرح مودب ہو کر بیٹھے تاکہ فخر و امتیاز کا کوئی رنگ نہ آنے پائے گفتگو  
کی اجازت میں بھی ایک خاص ترتیب ملحوظ رہتی جس میں امتیاز تقویٰ کو حاصل سمجھا مال و  
سنان کو نہیں۔ جب تک ایک دوست کی بات ختم نہ ہوتی دوسرا شروع نہ کرتا یہ مقدس  
محفلیں سالہا سال تک جاری رہیں۔

رمضان المبارک کا اہتمام بڑے ذوق و شوق سے فرماتے اور باتا غده ہر سال وہاں  
مہلتے اور دو سئوں کو ترغیب دیتے آپ فرمایا کرتے کہ اخذت علی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مسجد میں  
اعتکاف فرمایا کرتے تھے ایک دفعہ کسی وجہ سے نہ بیٹھ سکے دوسرے سال رمضان فرمایا۔

ہیں اس کی قضا ادا کی اور فرمایا کرتے کہ فقیر ۹۲۰ سے نوکری سے ڈسچارج ہو کر گھرا آیا ہوا ہے خداوند کریم کے فضل و کرم سے ہر سال اعتکاف میٹھا آیا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک، مزید فرماتے کہ اعتکاف بیٹھنے سے پہلے متعلقہ مسائل ضرور دیکھ لینے چاہئیں۔

## انجمن کا قیام | آپ نے تبلیغ کو منظم طریقہ سے آگے بڑھانے کی خاطر انجمن

خدا م الصوفیہ کنجاہ ضلع گجرات کی بنیاد ڈالی اور ساتھ ہی ساتھ ہر سال کنجاہ شریف میں سالانہ تبلیغی اجلاس کے انعقاد کا فیصلہ کیا چنانچہ انجمن ہذا کے زیر اہتمام ۱۹۵۰ء میں جناب قبلہ ڈاکٹر صاحب کی زیر سرپرستی پہلا تبلیغی جلسہ منعقد ہوا ملک بھر سے بارانِ طریقت کی شرکت نے جلسہ کی رونق کو دو بالا کیا۔ آپ کی توجہ اور تربیت کی بدولت پڑھے لکھے تعلیم یافتہ نوجوان اسوہ حسنہ نبوی کی تصویر بننے نہ صرف جلسہ گاہ کی رونق کا باعث بنتے بلکہ سٹین پزیران و احادیث کی روشنی میں دین حقہ سے حاضرین کو روشناس کر رہے تھے یوں تو اسی طرح ہر سال بڑے اہتمام اور ذوق و شوق کے ساتھ یہ سلسلہ جاری رہا مگر جو تبلیغی جلسہ ۱۹۵۴ء میں منعقد ہوا اس کے مناظر انتہائی پر کیف تھے شاید اسی لئے کہ آستانہ عالیہ میں جناب قبلہ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا یہ الوداعی اجلاس منعقد اور گویا انجمن دعوتِ دیدار تھی یہ تبلیغی جلسہ ۲ نومبر ۱۹۵۴ء بروز ہفتہ زیر صدارت اعلیٰ حضرت سرانِ املت الحاج پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ منعقد ہوا جلسہ کے اختتام پر اعلیٰ حضرت سراج الملک نے نہایت عالمانہ اور دلنشین انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جات طیبہ پر عطا فرما کر سامعین کو نورانی برکات و فیونمات سے مالا مال فرمایا جلسہ ختم ہونے کے بعد تمام دوست جلسہ گاہ سے سیدھے جناب ڈاکٹر صاحب کی مسجد میں جمع ہو گئے آپ بھی اپنے آرام کو بلائے طاق رکھتے ہوئے دوستوں کے پاس ہی قشربین لے آئے اور فرمایا ادا چاہتا ہے کہ رات دو بستوں کے ساتھ مل بیٹھ کر گزار دوں کیونکہ ہے

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں

نکاحوں کی قنایں کب ادا ہوں

محترم جناب محمد حسین صاحب کل فروش وزیر آبادی نے حسب ارشاد نعت شریف پیش

کی۔ اسے بعد ان دوستوں کو تقریر کے لئے طلب فرمایا جن کو جلسہ گاہ میں سٹیج پر وقت نہیں دیا جاسکا تھارات کافی گزر چکی تھی تمام دستوں کو چاہئے اپنی اپنی جگہ پر پیش کی گئی حکم ہوا کہ من سے کم پیالی کوئی نہ پئے اور حضرت باباجی فیروز خاں صاحب کو برماڑنگوان کے ایک واقعہ کی یاد دلاتے ہوئے مسکرا کر فرمایا۔ خاں صاحب بٹا سر بازار سے یہ چاہ کا پیالہ چائے کے بعد آپ نے اپنے مواظظ حسنہ سے اتباع سنت کے موضوع پر پر کیفیت دلائل کے ساتھ دوستوں کے دل و دماغ کو منور فرمایا۔ نماز تہجد کے بعد حلقہ بیعت ہوا اور اسی طرح نماز فجر آپ کی اقتدا میں ادا کرنے کے بعد یہ پر لطف محفل اختتام پذیر ہوئی۔

## آخری سفر ملتان

آزاد قیامت قبل پنجاب میں رہتے، حصار، گڑ کاؤل، پانی پت اور کرناٹک کے اصلاح میں آپ نے راجپوت مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کے لئے مسلسل کام کیا آپ کی توجہ باطنی اور مساعی جمیدہ نے اس علاقہ کے ہزار ہا بندگان خدا کو غفلت کی نیند سے بیدار کر کے ذکر اللہ کے نور سے ان کے دلوں کو زندہ منور فرمایا نیز مقصد حیات سمجھا کر ان کی زندگیوں میں طیبہ میں بدل دیں۔

قیام پاکستان کے بعد ان علاقوں کے بیشتر افراد ملتان ڈویژن میں آباد ہوئے اور بحمد اللہ پیرخانہ سے گہری عقیدت اور وابستگی کی وجہ سے قبلہ ڈاکٹر صاحب کو سال میں کئی بار مدعو کرتے رہتے تھے آپ باوجود پیرانہ سالی کے اصلاح احوال اور تبلیغ حق کی خاطر ان کی دعوت قبول فرماتے تھے آپ کا آخری تبلیغی دورہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی آپ ان دنوں بیمار اور کمزور تھے مگر یارانِ حق کے مسلسل اصرار پر سفر کا ارادہ فرمایا اس سلسلہ میں محترم جناب شیخ محمد نصیب صاحب کے نام آپ کے ایک مکتوب مؤرخہ ۲۲ جنوری ۱۹۵۸ء سے اقتباس ملاحظہ ہو۔

”فقیر کی صحت ابھی قابل بھروسہ نہیں کہ دروازہ کا سفر کر سکے دل تو یاروں کے بار بار مجبور کرنے پر جلد از جلد باہر جانے کو چاہتا ہے لیکن کیا کیا جائے وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے پھل جمعرات پھر نجا رہو گیا پیدل چلنے کی توجہ ہی ہمت نہیں عزیزم جمعدار محمد امین صاحب دو ماہ کی زحمت پر ایام فروری لگا رہے ہیں اس لئے بایں صحت اگر جرات بھی کی تو ہم، ۲۰ فروری کے بعد ہی کنجاہ



سے نکلنا ہوگا اور لاہور میں فقط ایک یا دو دن ٹھہر کر آگے جاؤں گا لیکن یہ تواریخ بھی یقینی نہیں ہیں والد اعلم بالصواب چونکہ رمضان شریف میں دن تھوڑے ہی مکمل (پورا) دورہ نہ ہو سکے گا کیونکہ میانوالی، ڈیرہ غازی خان اور سکھر تک جانے کے تقاضے ہیں اس رمضان شریف سے پہلے پہلے خدا منظور فرمائے تو علاقہ ملتان اور مظفر گڑھ سے ہو کر واپسی ہوگی اور عید رمضان کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اس سے آگے بانی حج مبارک کے لئے خیال تھا کہ صحت کمزور ہوتی جا رہی ہے عمر گھٹتی جا رہی ہے موت سے پہلے اپنے یاروں کی معیت میں وہاں کی حاضری نصیب ہو جائے، آپ ۸ ذی قعدہ ۱۹۵۸ بروز ہفتہ اس یادگار تبلیغی دورہ کے لئے کنبہ شریف سے روانہ ہوئے حسب معمول راستہ میں وزیر آباد اپنے مقبول و محبوب حلیفہ مجاز حضرت جناب بابا جی ملک فیروز خان صاحب کے پاس نماز ظہر تک قیام فرمایا روانگی سے قبل آپ نے الوداعی معانقہ کے بعد بابا جی صاحب کی پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے فرمایا۔

”مناں صاحب جو شخص آپ کے پاس توبہ کی نیت سے حاضر ہوا اسے ضرور توبہ کر دیا اگر اسباق سے دیا کریں“ عمر بھر بابا جی صاحب کا معمول رہا کہ باوجود صاحب اجازت ہونے کے ہر شخص کو اپنے شیخِ کامل کی خدمت میں پیش کیا جناب قبلہ ڈاکٹر صاحب کاٹھی میں سوار ہوئے تو آپ کے پاؤں میں رزش محسوس کرتے ہوئے بابا جی صاحب نے عرض کیا حضور دل نہیں چاہتا آپ ملتان کا سفر کریں آپ نے فرمایا ”خاں صاحب میں نہیں جا رہا جا رہا ہوں۔“ لاہور ریوٹس سٹیشن سے سب ٹرپوں یارانِ حریت کے جلو میں مرکزی سلقہ میں رونق افروز ہوئے اور مکمل دورانہ اور ایک دن مشتاقانِ دید کو زیارات و ارشاداتِ عالیہ سے مستفیض فرمانے کے بعد ۱۹ ذی قعدہ ۱۹۵۸ بروز پیر ملتان روانہ ہو گئے لاہور سے محترم جناب مرزا محمد یوسف صاحب کو بھی ازراہ شہنشاہی لایا۔ مضافات ملتان میں آپ نے بلند پور قیام فرمایا اس کاؤں کے مہاجر اور مقامی لوگوں کو متفق کر کے ایک بگ نماز جمعہ بڑھائی باوجود بڑا قصبہ ہونے کے ہاں پرائمری سکول ڈاکخانہ اور درس قرآن کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا آپ نے نمبردار کی وساطت سے چوپال کی عمارت سکول کے لئے تجویز کی دین میٹرک پاس نوجوانوں کو استاد مقرر کیا حافظ محمد ایاس

صاحب کے ذمہ قرآن پاک کی تدریس کا کام سپرد کیا ڈاکٹرز کے لئے درخواست دائر کر دالی اس جگہ نوروزہ قیام میں ساڑھے تین سو کے قریب افراد داخل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ہوئے بائچ دن مولاپور میں قیام فرمانے کے بعد کبیر والا، خانپوال، کوٹ میلارام ہوتے ہوئے موضع ماہنی سیال تشریف لے گئے یہاں چھ روز کا پروگرام تھا۔ حلقہ بیعت مجالس و غلط اور میلاد شریف روزانہ کا معمول تھا۔ یکم مارچ ۱۹۵۸ء کو آپ نے معمولات سے فراغت کے بعد ماہنامہ انوار السنویہ کو سلسلہ دار مضمون تصوف، کچھ تازہ کلام کے علاوہ مندرجہ ذیل خط بنام ایدھر رسالہ الحاج حضرت ماسٹر شیخ کرم الہی صاحب ارسال فرمایا۔

”قبلہ ماسٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں اگرچہ کمزور اور بیمار تھا مگر یاروں کے مجبور کرنے سے سفر اختیار کیا اور مضمون بتان سے لکھ رہا ہوں۔ دیر ہو گئی ہے امید ہے آپ مجھے مجبور اور قابل معافی سمجھیں گے اور دعا میں یاد رکھیں گے۔ فقط آپ کا

فیہ محمد اللہ دتہ از ملتان ۱۲/۵

۲ مارچ ۱۹۵۸ء کو آپ نے حجام کو سنت نبویؐ کے مطابق حجامت بنانے کی وضاحت فرمانے کے بعد حجامت بنوائی۔ فراغت کے بعد سلسلہ و غلط و نصیحت شروع ہوا جو نماز ظہر تک جاری رہا نماز مغرب کے بعد محفل میلاد میں نعت خواں حضرات نے نعتیں پیش کیں نماز عشاء سے فارغ ہو کر جناب قبلہ ڈاکٹر صاحب نے خود اپنے تازہ کلام سے دوستوں کو مستفیض فرمایا بظاہر آپ ہشاش بشاش نظر آ رہے تھے بالآخر دوستوں کے خاصی تعداد میں داخل ہو کر عالیہ ہونے کے بعد سات ۱۲ بجے یہ آخری اور مبارک مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

آپ نے دو اڑھائی گھنٹہ آرام فرمایا۔ تین بجے نماز تہجد کے لئے بیدار ہوئے

**وسال** فراغت کے بعد خود وضو بنایا۔ نوافل ادا کرتے وقت سانس پھول رہا تھا آپ اطمینان قلب سے وظائف میں مشغول ہو گئے مگر سانس کی تکلیف بڑھ چکی تھی آپ بار بار کھڑکی کی طرف دیکھتے آخرب سحر کے نور کا ظہور ہوا اور اذانوں کی صدائیں فضاؤں میں ارتعاش پیدا کر چکیں تو اپنے مولا تعالیٰ جل و علا کے حضور فرانس کی آخری سجدہ ریزی کے فوراً بعد بائیں جانب نکیہ کی طرف جھک گئے آخری لمحات میں مشفق و غمخوار رہبر نے بارگاہ رب العزت میں ہاتھ اٹھا

کہ تمام یاروں کے لئے دعائے خیر اور سلامتی جان و ایمان کی التجا فرمائی اور ذکر اللہ میں مشغول ہو گئے اسی محویت کے دوران چھ دن سچ کر بیس منٹ پر نماز جمعہ ۳ مارچ ۱۹۵۸ء بمطابق ۱۱ شعبان ۱۳۷۷ھ بروز پیر سوزج کے آنکھ کھولنے سے قبل یہ آفتاب طریقت مالک فلسفی کو سب سے پہلے دیکھے۔ انا اللہ رب العالمین۔

قبو ڈاکٹر صاحب کی تاریخ وصال جو الحاج کیپٹن خواجہ محمد امین صاحب غازی سجادہ نشین دربار عالیہ نے تحریر فرمایا دنچہ ذیل ہے

شیخ مولانا طالب حق ذوالمنین عابد و زاہدہ اپنا خاک پائے پنج آن

پیر کی سب گیا رسویں شعبان پیر نقشبند چھوڑ دیا کئے دن کو چل بسے پیر زمان

جب ہوئی غازی کو تیرے فکر تاریخ وصال رحمت حق نے ندادی طالب ہو مغفورین

باران باقی بیاں نے آپ کو غسل دیا بچھینڈ مکینین کے بعد نماز جنازہ ادا کی اور آپ کی

سیت بذریعہ ترک (حسب الارشاد) ۴ مارچ کو آٹھ بجے رات کنجاہ شریف پہنچائی گئی۔ ۵ مارچ

بروز بدھ صبح دس بجے پہلے حضرت پیر ولایت شاہ صاحب خلیفہ مجازہ علی حضرت سرکار علی پوری

اور بھر محترم جناب حافظ مولانا محمد ذکریا صاحب کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور آخری دیدار

کے بعد ہزاروں مناک آنکھوں نے آپ کو الوداع کہا۔

بعد از وفات تربت مادر زمین مجبو در سینہ ہائے مردم عارف مزار ما است

قبو ڈاکٹر صاحب کی رحلت کے بعد علی حضرت سراج الملت صاحبزادہ حافظ سید

پیر محمد حسین شاہ صاحب سجادہ نشین دربار علی پور شریف نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی آبیاری کے

بے عالی جناب الحاج کیپٹن خواجہ محمد امین صاحب کو مندار شاد پر بٹھا کر وابستگان آستانہ عالی

پرا حسان غنیہ فرمایا آپ کے تبلیغی مشن کو سجادہ نشین مدظلہ العالی جاری رکھے ہوئے ہیں اور

سلسلہ عالیہ کی اشاعت کے لئے دن رات کوشاں رہتے ہیں۔

عالی جناب الحاج کیپٹن خواجہ محمد امین مدظلہ سجادہ نشین کے زیر انتظام قبو ڈاکٹر صاحب

کا سالانہ عمر مبارک اور انجمن خدام الصوفیہ کا سالانہ تبلیغی جلسہ ہر سال اپریل کے دوسرے جمعہ

ہفت روزہ مزار مبارک پر واقع وسیع و عریض جامع مسجد النور میں منعقد ہوتا ہے



حضرت بابا جی فیروز خاں صاحب باکال صاحب کرامت بزرگ گزرے ہیں آپ کا آبائی گاؤں موضع بٹریہ ضلع ایبٹ آباد میں واقع ہے اپنے والد ماجد جناب سید خاں صاحب آوان (علوی) کے اکلوتے صاحبزادے محفے آپ کے والد زمیندار محفے لگا آپ نے فوج میں ملازمت اختیار کی نومبر ۱۹۱۹ء میں جناب ڈاکٹر صاحب سے برمانے ایک شہر بانو چھاؤنی میں ملاقات ہوئی ایک ہی نظر میں گردیدہ ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے اور برمانے بانو۔ رنگون اور دیگر شہروں کے تبلیغی مشن میں آپ کے دوست بدوش رہے ۱۹۳۵ء میں جناب ڈاکٹر صاحب نے جب تمام مراحل کی تکمیل کے بعد آپ کو اپنے شیخ کامل کی خدمت میں پیش کیا تو آنحضرت امیر ملت نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے حقہ خلافت سے نوازا مگر جناب بابا جی صاحب کا ہمتیہ یہ معمول رہا کہ جو شخص بھی توبہ کی نیت سے حاضر ہوتا اسے تربیت کے بعد جناب ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں پیش کرتے آپ فرمایا کرتے محفے کہ میں چاہتا ہوں جس بھوپکراں سے میں سیراب ہوا ہوں ہر شخص وہیں سے فیضیاب ہو۔ لاہور اور راولپنڈی کے تبلیغی دورہ میں اکثر جناب ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ ہوتے۔ علی پور شریف عرس کے موقع پر دوستوں کے لئے چائے کا انتظام خود کرتے۔ جناب ڈاکٹر صاحب کی رحلت کے بعد سلسلہ بیعت شروع کیا۔ پیرخانہ سے دالہانہ عقیدت میں عمر گزار دی الحاج کیپٹن صاحبزادہ محمد امین صاحب سجادہ نشین سے انتہائی عزت و احترام سے پیش آتے چونکہ ان دنوں جناب صاحبزادہ صاحب فوجی ملازمت کی وجہ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتے تھے آپ نے ان کی عدم موجودگی کا احساس نہ ہونے دیا دوستوں سے نہایت ہمدردی اور شفقت سے پیش آئے۔ ان کے دکھ درد میں شریک ہونے کے علاوہ صحیح رہنمائی فرماتے اسوہ حسنہ کا نمونہ اور گویا اپنے پیر کی چلتی پھرتی تصویر تھے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ جماعتیہ کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا آپ کے حلقہ ارادت میں پڑھے لکھے طبقہ کی خاصی تعداد شامل ہے جناب ڈاکٹر صاحب کے بعد پانچ سال اور پانچ روز تک زندہ رہے اور ۸ مارچ ۱۹۶۳ء بمطابق شوال المکرم بروز جمعۃ المبارک ۸ برس کی عمر میں وفات پائی آپ گجرات شہر کی آبادی فیروز آباد جو کہ سرگودھا روڈ پر واقع ہے آخری ایام میں قیام فرمایا ہوئے ہیں شیخ کامل کی گزرگاہ آپ کا مزار مقدس ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تصوف

### تعریف

۱۔ تصوف ایک علم ہے جس کا موضوع ذات و صفات باری تبار ہے اور اس کی غایت وصول بخدا بعمل صالح ہے (سُرُور)

۲۔ تصوف وہ علم ہے جس کے ذریعے دل کی پاکیزگی و صفائی حاصل ہوتی ہے

(ادبی لغات)

۳۔ تصوف پشیمینرہننا۔ ماخوذ از صوف (پشیم) اصطلاح میں خواہشات نفسانی سے پاک ہونا اور تمام اشیاء میں ظہور خدا تعالیٰ کا مشاہدہ کرنا اور نام صوفیوں کے علم کا۔ (دکستوری)

۴۔ حضرت اہلم محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علم طریق آخرت کی دو قسمیں ہیں ایک علم مکاشفہ دوسرا علم معادلہ۔ قسم اول کا نام علم باطن (تصوف) ہے اور وہ سب علوم کی انتہا اور علت غائی ہے اور یہ علم مکاشفہ صدیقیوں اور مقربوں کا علم ہے اور وہ ایک نور ہے کہ جب دل اپنی بری صفتوں سے پاک و صاف ہوتا ہے اس وقت اس میں ظاہر ہوتا ہے اس کی غایت یہ ہے کہ خدائے پاک کی ذات اس کی صفات کا مددگار اور اس کے افعال کی معرفت حقیقی اس سے حاصل ہو۔ (اجیال العلوم ترجمہ)

۵۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ تصوف صاف کر دل دل است از مراجعت خلق و مفارقت از طبیعت و فروغے راندن بشریت و دور

بودن ازدوائی نفسانی و فردو آدن ذر صفات روحانی و بلند شدن بعلوم حقیقی و بکار داشتن آنچه ادلی تر باشد الی اللہ و نصیحت کردن جملہ امت را و فنا بجا آوردن و متابعت پیغمبر در شریعت۔

ترجمہ: تصوف دل کو مخلوق کی طرف راغب ہونے سے عفاف کرنا، طبیعت سے الگ ہونا بشریت کو محو کرنا، نفسانی خواہشات سے دور ہونا۔ صفات روحانی کو اذکارنا۔ علوم حقیقی کو حاصل کر کے بلند ہونا۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والی باتوں پر عمل کرنا۔ تمام امت کو نصیحت کرنا۔ شریعت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور وفاداری کا بجالانا ہے۔

۶۔ حضرت ناصر بن خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے ہیں خلاصہ علوم متداولہ تفسیر و حدیث و فقہ ہست و خلاصہ انہما علم تصوف است و موضوع این علم بحث وجود است تفسیر حدیث اور فقہ مروجہ علوم کا خلاصہ ہیں اور ان کا خلاصہ علم تصوف ہے اور اس کا موضوع اثبات باری تعالیٰ کی بحث ہے۔

۷۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اپنے مکتوبات ششم میں فرماتے ہیں: تزکیہ اخلاق کے جو احکام شریعت میں مذکور ہیں ان کا نام شریعت ہے۔ لیکن محض احکام کے جاننے سے تزکیہ اخلاق نہیں ہوتا۔ علمائے ظاہر اخلاق کی حقیقت، دماغ سے بخوبی واقف ہوتے ہیں لیکن خود ان کے اخلاق پاک نہیں ہوتے۔ یہ مرتبہ مجاہدات و فنائے نفس سے حاصل ہوتا ہے اسی کا نام طریقت ہے و تصوف۔

۸۔ صاحب کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش لاہوری فرماتے ہیں تصوف کے معنی ظاہری اصلاح اور صفائی باطن کے ہیں۔ اور ایسے شخص کو جس کا ظاہر و باطن پاکیزہ ہو۔ صوفی کہتے ہیں۔

۹۔ حضرت ابوالحسن نوری فرماتے ہیں کہ حظ نفسانی کو ترک کرنے کا نام تصوف ہے اور صوفی وہ ہوتا ہے جو خواہش نفسانی سے پاک اور اس کی روح گذرت بشری سے منزہ ہو۔



۱۰۔ حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں تصوف سے مراد اخلاقِ حسنہ ہیں اور ان کا تعلق خالق و مخلوق دونوں سے ہے اللہ تعالیٰ سے حسن اخلاق بہت ہے کہ اس کی قضا کے سلسلے سے رجحان کا دے اور راضی برہنہ مولانا ہے ا

۱۱۔ حضرت مرتضیٰ کا قول ہے کہ تصوف حسنِ خلقی کا نام ہے اور وہ تین قسم کا ہے (۱) خدا کے ساتھ حسنِ خلقی یعنی اس کے احکام کو بغیر ریاکاری کے ادا کرنا (۲) مخلوق کے ساتھ حسنِ خلقی یہ ہے کہ بزرگوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرنا۔ برابر والوں سے انصاف کا برتاؤ کرنا اور کسی سے بدلہ نہ چاہنا (۳) گناہ کے کاموں اور شیطانی وسوسوں سے پرہیز کرنا

۱۲۔ حضرت محض حدادیشاپوریؒ فرماتے ہیں۔ التصوف کل آداب لکل وقت ادب و لکل مقام ادب و لکل حال ادب فمن لم یزِمِ آداب الاوقات مبلغ مبلغ الرجال یعنی ہر حال ہر مقام ہر وقت کے آداب کو نگاہ رکھنے کا نام تصوف ہے جس نے ان آداب کا التزام کیا وہ صاحبِ دل لوگوں کے درجے تک پہنچ گیا۔

الغرض حضرات صوفیائے کرام نے اپنے اپنے مذاق و مقام کے مطابق تصوف و صوفی کی تعریف فرمائی ہے اور مندرجہ بالا سوالات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوا کہ حقیقت اسلام کا نام ہی دراصل تصوف ہے اور جس کا ظاہر و باطن اس سے آراستہ ہو وہ صوفی ہے چنانچہ امام ابو القاسم قشیریؒ اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں قرونِ اولیٰ میں صحابہ تابعین تبع تابعین القاب تھے۔ اس کے بعد بزرگانِ دین، زاہد و پرہیزگار کے لقب سے ملقب و ممتاز ہوئے چونکہ دعویٰ زہد و عبادت کا اہل بدعت کو بھی تھا۔ اس لئے خاص اہلسنت و الجماعت میں سے زاہد اور اہل دل صوفی کہلائے یہ لقب دوسری صدی ہجری ختم ہونے سے پہلے رواج پا چکا تھا۔ درسالہ قشیریہ،

۱۳۔ حضرت امام ربانیؒ مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں کہ علم و عمل دونوں شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور اخلاص جو علم اور عمل کیلئے روح کی طرح ہے طریق صوفیہ پر چلنے پر منحصر ہے اور ایک مکتوب شریف میں فرماتے ہیں۔ دو میرے مخدوم! سلوک کی منزلوں کے طے کرنے اور جذبہ کے مقامات کو قطع کرنے کے بعد

معلوم ہوا کہ اس بے پروا سلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے جو آفاقی اور  
 نفسی معبودوں کی فتنہ پر منحصر ہے اور یہ اخلاص شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو  
 ہے کیونکہ شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم و عمل و اخلاص۔





باب اول

# ضرورت شیخ

پیر کامل ڈھونڈ کر چاہے کھان  
جو کہ ہے بے پیر کی کھتا ہے حال

وہ پیر پیر نہیں جو نبی نما نہ ہو  
نہیں وہ پیر جو ہرنگِ مصطفیٰ نہ ہو

مُرشدِ کامل خدا کی داد ہے  
یہ رسولِ پاک کی امداد ہے

# قرآن کریم اور حدیث شریف میں

علم تصوف (علم لدنی - علم سہرا حق - علم باطن) طریق صوفیہ

کے آثار و نشانات

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا  
عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ  
وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (پہر رکوع)

ترجمہ:-

(جس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک رسول بھیجا تم ہی میں سے ہماری آیات تم کو پڑھ  
پڑھ کر سناتے ہیں اور تم کو پاک کرنے ہیں اور تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور اس  
چیز کی بھی تم کو تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کو تم نہیں جانتے تھے)

تعلیم کو دو مرتبہ ذکر فرمانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسری تعلیم اور قسم کی ہے ممکن  
ہے اس دوسری تعلیم سے مراد علم لدنی ہو کہ جو ظاہر قرآن سے ماخوذ نہیں بلکہ باطن قرآن سینہ  
بے کینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا جاتا ہے اور اس کے حاصل کرنے کا  
سوائے انعکاس نور کے اور کوئی طریقہ نہیں (تفسیر منظہری)

یہی وہ علم لدنی ہے جس کے سیکھنے کے لئے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ السلام کو اللہ  
تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں دریا کے کنارے بھیجا تھا جس کا مفصل ذکر  
سورہ کہف میں ہے اور آگے چل کر کچھ اور بیان ہو گا اس علم لدنی کے معارف و حقائق اور علوم  
کی تعلیم زبانِ قلم سے بالکل نہیں ہو سکتی اگر ہو سکتی ہے تو زبانِ حال یا ایک قلب کا دوسرے



پر غلص پڑنے سے پختانچہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی تفسیر منظر می میں فرماتے ہیں  
 کہ معارف و حقائق انعکاس قلب سے حاصل ہوتے ہیں یا اتفاق سے دستیاب  
 ہوتے ہیں اور کثرت ذکر و مراقبہ خواہ مجلس ذکر میں ہو خواہ خلوت میں، اس انعکاس کی  
 صلاحیت (استعداد) پیدا کر دیتے ہیں اور انعکاس خواہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے بلا واسطہ ہو یا واسطہ دمشک کے ذریعے سے جو ان کا ماترہ ہیں

## توجہ انعکاسی کا ثبوت

۱۔ آیت زول وحی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بخاری شریف میں ایک طویل  
 حدیث مروی ہے جس میں آیا ہے کہ آپ غار میں مقیم تھے کہ وحی نازل ہوئی فرشتہ نے آ  
 کر کہا پڑھیے آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے  
 ہیں کہ فرشتہ نے (پہن کر) مجھے دبوچا اور مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ پھر چھوڑ کر کہا پڑھیے۔  
 میں نے کہہ دیا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس نے تیسری مرتبہ کہا پڑھیے اور کہا اپنے پُرد کالہ  
 کے نام سے پڑھیے جو تمام عالم کا خالق ہے جس نے انسان کو لیستہ خون سے پیدا کیا پڑھیے  
 اور آپ کا پردہ گار ابا بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی۔ (بخاری ترجمہ اردو)  
 اس پر کسی تشکیک یا حاشیہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی حضرت جبرائیل علیہ السلام  
 کا تین مرتبہ گلے لگا کر دبوچنا اور باوجود اس کے کہ آپ بار بار اپنے ناخواندہ ہونے کا اعتراف  
 فرما رہے تھے سر بار پہلے سے زیادہ دبوچ کر کہنا کہ پڑھیے اور آخر پر آپ کا متواتر تین چار  
 آیات کا پڑھ جانا توجہ انعکاسی کا بدیع ثبوت ہے اور حضرات صوفیائے کرام کثرہم اللہ  
 جو توجہ معالکہ وغیرہ کے ذریعے دیتے ہیں اس کا ناخذ بھی یہی ہے۔

(۲) مَا صَبَّ اللَّهُ فِي صَدْرِي شَيْعًا إِلَّا صَبَّبْتُهُ فِي  
 صَدْرِ ابْنِي بَكْرٍ ط

(نزہتہ المجالس صفحہ ۱۴۸)

ترجمہ

اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں جو کچھ ڈالا وہ میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔

یعنی جس طریق (توجہ انعکاسی) سے لیا اسی طریق سے آگے دوسرے کو پہنچا دیا۔  
۳۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے بہت حدیثیں سنتا اور پہنچاتا ہوں۔ فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ میں نے پھیلا دی۔ آپ نے چلو بھر کر اس میں رکھا فرمایا اس کو بند کر لے میں نے بند کر لیا اس کے بعد میں کچھ بھولا۔ (بخاری)

صوفیائے کرام کے طریق توجہ پر کلام کرنے والے ان احادیث پر غور کریں کیا وہی باتیں نہیں جو روزمرہ حضرات صوفیائے کرام سے صادر ہوتی رہتی ہیں۔

### حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کی ملاقات

(۲) قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا قصہ کسی قدر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے اس طرح بیان فرماتے ہیں۔  
ابی ابن کعبؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام خطیب پڑھنے کھڑے ہوئے ان سے دریافت کیا گیا کہ بڑا عالم کون ہے موسیٰ علیہ السلام بوسے میں سب

مَا فَضَّلَكُمْ أَبُو بَكْرٍ بِكُشَّةِ صَوْمٍ وَلَا صَلْفَةٍ وَلَا كِنٍ  
بِشَيْءٍ وَفَرَفِي صَدْرِهِ (حدیث صحیح)

ترجمہ :- یعنی حضرت صدیق اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم پر فضیلت کے لیے ایک نور کے ساتھ جو ان کے سینہ میں بھرا گیا ہے۔ کثرت صوم و صلوة سے فضیلت نہیں۔

سے بڑا عالم ہوں۔ خدا تعالیٰ نے اس وجہ سے ان پر کتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے علم کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف نہ کی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں مجمع البحرین میں ایک بندہ تم میں سے بڑا عالم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ الہی میں اس سے کس طرح مل سکتا ہوں حکم ہوا زنبیل میں مچھلی رکھ لو جہاں مچھلی گم ہو جائے وہی جگہ ہوگی موسیٰ علیہ السلام چلے گئے اور اپنے نوجوان (بوسع بن نون) کو ہمراہ لیا ایک مچھلی زنبیل میں ڈالی لی جب ایک بڑے پتھر کے پاس پہنچے تو اس پر سر رکھ کر دونوں سو گئے مگر مچھلی زنبیل سے غائب ہو چکی تھی اور دریا میں راستہ بنا کر چل دی تھی خیر دونوں دن بھر اور رات کے باقی ماندہ حصے میں چلتے رہے جب صبح ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان سے کہا ناشتہ لاؤ کیونکہ ہم سفر کرنے سے تھک گئے ہیں۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت تک کوئی تکلیف نہ اٹھائی جب تک جاتے مقررہ سے گزر نہ گئے۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام نوجوان نے کہا۔ سنئے ہم جب بڑے پتھر کے پاس پڑے تھے تو مچھلی میں وہاں بھول گیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا اسی جگہ کی تلاش میں تو ہم تھے لہذا نشان قدم پر پیچھے لوٹے چنانچہ جب بڑے پتھر پر پہنچے تو ایک شخص کپڑا اور ٹھے ملا دیکھا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سلام عرض کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا آپ کے ملک میں سلام کا رواج کہاں ہے؟ موسیٰ علیہ السلام بولے میں موسیٰ علیہ السلام ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام بولے کیا بنی اسرائیل کے موسیٰ علیہ السلام؟ انہوں نے کہا جی ہاں! پھر موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کیا میں آپ کے ہمراہ چل سکتا ہوں بشرطیکہ آپ مجھے وہ ہدایت وحی سکھائیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے خضر علیہ السلام بولے تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہ کر سکو گے کیونکہ جو علم مجھ کو خدا نے عطا کیا ہے وہ آپ کو نہیں اور جو علم آپ کو دیا ہے اس میں نا آشنا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام بولے انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔ میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ خیر دونوں سمندر کے کنارے چل دیئے کوئی کشتی ان کے پاس نہ تھی۔ ایک کشتی ادھر سے گزری تو کشتی والوں سے انہوں نے سوار کر لینے کو کہا۔ خضر علیہ السلام پہچان لئے گئے اور بلا کر ایہ دونوں کو سوار کر لیا گیا اتفاق سے



ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی اور چوہنچ دو چوہنچ سمندر سے اپنی پانی یا  
 حضرت علیہ السلام پر ہمارا علم صرف اتنا ہے جتنا چڑیا کی چوہنچ میں پانی ہے اس کے  
 بعد حضرت حضرت علیہ السلام نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ نکال دیا موسیٰ علیہ السلام  
 کہنے لگے ان لوگوں نے تو ہم کو بلا کر ایہ سوار کر لیا اور آپ نے کشتی والوں کو ڈبونے کے لئے کشتی  
 ہی کو توڑ دیا حضرت علیہ السلام بولے کیا میں نے تجھ سے کہہ نہ دیا تھا کہ میرے ساتھ آپ  
 کو صبر نہ ہو گا۔ موسیٰ علیہ السلام بولے میں بھول گیا آپ بھول کا مواخذہ مجھ سے نہ کیجئے اور نبی  
 ہمراہی میں مجھ پر دشواریاں نہ ڈالئے یہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلی بار بھول ہوئی تھی نہ  
 پھر دوزخ پلتے رہے انفاذاً ایک لڑکا دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا حضرت علیہ  
 السلام نے اس کا سر پکڑا اور مرد لڑکا توڑ ڈالا موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے آپ نے ایک معصوم  
 جان کو بے گناہ قتل کیا۔ حضرت علیہ السلام بولے میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ  
 نہیں رہ سکیں گے؟ خیر پھر دونوں پل دیئے۔ ایک گاڈوں میں پیچھے گاڈوں والوں سے کھانا  
 مانگا۔ انہوں نے مہمان نوازی سے انکار کر دیا موسیٰ علیہ السلام و حضرت علیہ السلام نے دیکھا  
 کہ وہاں شکستہ ہونے کے قریب ایک دیوار ہے حضرت حضرت علیہ السلام نے ہاتھ کے اشارے  
 سے اسے سیدھا کر دیا موسیٰ علیہ السلام بولے اگر آپ دیوار کے سیدھا ہی کرنے کی اجرت  
 چاہتے تو بے لیتے حضرت علیہ السلام نے کہا۔ اب یہ میری اور آپ کی جدائی کا  
 سبب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا موسیٰ علیہ السلام پر رحمت نازل  
 فرمائے کاش وہ کچھا اور صبر کرنے تو ہم کو ان دونوں کے واقعات اور معلوم ہوتے۔  
 قرآن کریم کی سورۃ کہف میں یہ قصہ کم و بیش اتنی الفاظ میں آیا ہے۔ حضرت  
 موسیٰ علیہ السلام ایک اولوالعزم صاحب شریعت نبی ہیں جن کو علم لدنی سیکھنے کے لئے  
 حضرت حضرت علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے جن کے نبی ہونے میں بھی علماء کا اختلاف  
 ہے اور جن کے علم لدنی کی سند و علمناہ من لدنا علماہ میں موجود ہے۔ حضرت  
 موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر آپ فرماتے ہیں آپ سے میرے ساتھ رہ کر صبر  
 نہ ہو سکے گا اور ایسے امور پر آپ صبر کیے کر سکیں جو آپ کے احاطہ واقفیت سے باہر

ہیں دظاہر میں وہ امور بوجہ مشتبہ معلوم ہونے کے خلاف شریعت نظر آئیں گے اور آپ صلا  
 شرع امور پر سکوت نہ کر سکیں گے، موسیٰ علیہ السلام بولے انشاء اللہ آپ مجھ کو صابرو  
 پائیں گے۔ اور میں کسی بات میں آپ کے خلاف حکم نہ کروں گا۔ فرمایا اگر آپ میرے ساتھ بنا  
 چلتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا نہیں جب تک اس کے متعلق میں خود ہی  
 ذکر نہ کروں۔ کیا یہ وہی موقع نہیں جس کی نسبت حضرت حافظ شیرازیؒ نے فرمایا ہے  
 میں باتوں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراضات فرمائے تھے جب حضرت خضر  
 علیہ السلام ان کی حقیقت ان کو بتا چکے تو آخر میں فرماتے ہیں: "یہ سارے کام میں  
 نے بالہام الہی سے کئے ہیں ان میں سے کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا، اتنی

## فیض صحبت سے محرومی کے اسباب

اسی طرح صوفیائے کرام و اولیائے عظام کثر ہم اللہ تعالیٰ سے جو بعض اوقات اس  
 قسم کے کام سرزد ہو جاتے ہیں وہ باشارہ الہی ہوتے ہیں اور ان میں بھی کچھ اس قسم کی مصلحتیں  
 ہوتی ہیں اور ناواقف کار لوگ ان کو خلاف شرع سمجھ کر بدظن ہو جاتے ہیں اور زبان طعن و  
 تشنیع د راز کرتے ہیں اور اس طرح بزرگان دین کے فیض سے محروم رہ جاتے ہیں۔  
 کے آخری الفاظ پاک، کہ خدا موسیٰ علیہ السلام پر رحمت نازل کرے کاش وہ کچھ اور صبر کرتے  
 اعتراض نہ کرتے، تو ہم کو ان دونوں کے واقعات اور معلوم ہوتے،  
 مزید علم و واقعات سے محروم رہنے پر دلالت نہیں کرتے، حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ  
 علیہ فرماتے ہیں دشمنوی شریف،

از حدیث اولیاءم و درشت  
 تن میوشاں زانکہ درنت راست پست  
 گرم گوید سخت گوید خوش بیگر  
 تاز گرم و سرد بجی از سعیر

یعنی اولیائے کرام کی نرم سحت باتوں سے پہلو تہی زکرو کمونکہ وہ تمہارے دین کی پشت بناہ ہیں۔ وہ خواہ گرم بات فرمائیں یا سرد تم بخوشی قبول کرو۔ تاکہ تم دنیا میں مصائب سے آفرت میں غذا اب دوزخ سے نجات پاؤ۔ بزرگان دین کی شبیہ میں تلخ بات کو گوشِ نوبہ سے سننا اور حسن قبول سے دل نشین کر لینا پابیت کو وہ تمہاری اسوۃ کے لئے درس و ہدایت ہے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خضر علیہ السلام کے قول ہذا فرساق یعنی وہ بینک کو اس طرح بیان کیا ہے (مثنوی شریف)

موسیا بسیرا گوئی در گزر  
چند گوئی ز دو وصال آمد بسر  
موسیا بسیرا گوئی دور شو  
ور نہ با من گنگ باش و کور شو  
ور نہ رفتی وز ستیزہ شستہ  
تو بمعنی رفتہ بگستہ

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام) معاف فرمائیے آپ زیادہ گویں کہاں تک بولتے جائیں گے بس تشریف لے جائیے ہماری آپ کی صحبت ختم ہو چکی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام آپ بہت بولتے ہیں مجھ سے الگ ہو جائیے ورنہ اگر میرے ساتھ رہنا منظور ہے تو گنگے بن جائیے (گویا منہ میں زبان ہی نہیں) اور نابینا ہو جائیے (گویا کوئی حیرت خیز واقعہ دیکھا ہی نہیں) اعتراض کی نوبت آئے۔ اور اگر تم نہ گئے اور ضد کے ساتھ بیٹھے ہی رہے تو خیر معنوی طور پر میرے دائرہ صحبت سے پہلے گئے اور قطع تعلق کر چکے۔ صاحب مفتاح العلوم لکھتے ہیں۔ افادہ و استفادہ کے لئے صحبت کافی نہیں بلکہ اس کی مناسبت بھی شرط ہے اور جب مناسبت نہ ہوگی بلکہ مخالفت ہوگی اعتراض پر اعتراض ہوں گے، تو افادہ و استفادہ نہیں ہو سکتا۔ پس ایسی صورت میں صحبت بھی بے سود ہے۔ الگ ہی ہو جانا چاہیے۔

### حدیث

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برتن علم کے حاصل کئے ہیں ایک تو ان میں سے تم کو تقسیم کر دیا ہے اگر دوسرے کی



تم میں اشاعت کروں تو میرا عقوبت کا دیا جائے دیکھو (تفسیر منظر ہی میں ہے کہ اس علم کے دوسرے برتن سے مراد علم لدنی ہے۔

## علم نافع

الحديث: من احسن قال العلم علما في القلب  
 فذلك علم نافع وعلم اللسان فذاك حجة الله عند رجل علي ابن  
 آذر۔ (منظاہر حق) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس کی شرح میں فرماتے  
 ہیں علم نافع وہ علم ہے کہ اس کی روشنی دل میں پھیلتی اور اس سے دل کے پرے اٹھتے ہیں  
 اور علم زبان وہ علم ہے کہ تاثیر نہ کرے اور دل کو نورانی نہ کرے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اس کی ایک مثال دیتے ہیں اور بیان فرماتے  
 ہیں کہ خدا کا ہر جگہ حاضر ناظر ہونا عقائد اسلام میں ہے عالم و جاہل خاص و عام اس پر  
 اعتقاد رکھتے ہیں چونکہ عام لوگوں کو یہ علم تقلید و استدلال و علم ظاہری سے حاصل ہوتا ہے  
 اسلئے اس سے کوئی خاص حالت پیدا نہیں ہوتی۔ اعمال و افعال پر اس کا چنداں اثر نہیں پڑتا  
 بخلاف اس کے تصوف میں اس مسئلے کا علم مشاہدہ و کشف سے ہوتا ہے یعنی صوفی کو درحقیقت  
 چاروں طرف خدا ہی خدا نظر آتا ہے۔

درود یوارشدہ آئینہ از کثرت شوق ہر کجا مے نگر مے روئے ترا مے بنم  
 اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس پر خشوع و خضوع بہت خوف ادب کی وہ کیفیت طاری  
 ہوتی ہے جو کسی طرح ظاہری علم سے حاصل نہیں ہو سکتی۔  
 (الحديث)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک اور مکتوب شریف میں العلماء و رثة  
 الانبياء کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ علم جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام  
 سے باقی رہا ہے دو قسم کا ہے ایک علم احکام و دوسرا علم اسرار و علم باطن، وارت انبیاء  
 وہ عالم ہے یا عالم وارت وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہونے کہ وہ

شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو اور دوسرا علم اس کے نصیب نہ ہو کر یہ بات راست  
 کے منافی ہے (الحج ایہاں تک تو وہ چند آیات و احادیث دی گئی ہیں جن میں تصوف و  
 طریق صوفیہ کے آثار پائے جاتے ہیں۔

تفسیر القرآن میں ہے کہ سب سے پہلے قرآن کریم کا جو حصہ نازل ہوا وہ اقراء باسم  
 ربك تھا اس کے بعد سورۃ ن بعد ازاں یا ایہا المذمل یعنی سورۃ منزل شریف کا نزول  
 ابتدائے اسلام میں اس وقت ہوا جب کہ ابھی نماز پنجگانہ فرض نہ تھی۔ بالفاظ دیگر ابھی  
 اسلام کی داغ بیل ڈالی جا رہی تھی کہ سورۃ منزل شریف میں طریق صوفیانہ و سلوک سالکان کی  
 تعلیم اور ساتھ ہی اس پر عمل شروع ہو گیا تھا۔

نور حق شمع الہی ہے سجھا سکتا ہے کون جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون  
 سورۃ منزل شریف اول سے آخر تک پڑھ جائیے تصوف ہی بیان فرمایا گیا ہے۔ تزکیہ و تصفیہ  
 کے وظائف دستور عمل سالکان۔ ذکر فکر۔ مراقبہ و تہجد وغیرہ نہایت پیارے الفاظ میں اپنے  
 محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر بتائے سکھائے اور بیان فرمائے ہیں، زہد  
 ریاضت و مجاہدہ کے گرتا کر راہ سلوک کی تکمیل اور اعلیٰ مقامات تک کے نشانات بتائے ہیں  
 مثلاً رات کے جاگنے میں بڑی کوشش کرنا۔ قرآن شریف کو ترنیل کے ساتھ تہجد کی نماز میں پڑھنا  
 کہ نفس کے ساتھ بڑا جہاد ہے

۲۔ دن کے وقت بھی ہر وقت اپنے مالک کی بندگی میں مشغول رہنا۔

۳۔ اللہ کے ذکر کی مداومت کرنی اور اس کے نام سے ہمیشہ اپنی زبان کو نازہ رکھنا  
 اور دل میں اس کو نگاہ رکھنا۔

۴۔ سب تعلقات اور علاقوں کو کاٹنا، ترک کرنا اور تہجد حاصل کرنا۔

۵۔ ہر امر میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اعتماد کرنا اور اپنے تئیں کسی چیز میں دھلی نہ دینا۔

۶۔ خلق اللہ کے ایذا و ظلم کو سہنا اور اس پر صبر کرنا۔

۷۔ اہل دنیا کی صحبت سے احتراز کرنا لیکن ان کی خیر خواہی میں قصور نہ کرنا وغیرہ

وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ ہی کے حضور سے سلوک کا کارخانہ تمام ہوتا ہے ورنہ ہرگز ممکن نہ تھا اور اسی طرف  
اشارہ ہے اس حدیث شریف صحیح میں جس کو محدثین کتاب سلوک و تقرب الی اللہ میں اول  
لا تے ہیں اور وہ حدیث شریف یہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معنی لغت کی طرف  
سے حکایت کے طور پر بیان فرمائی۔ اَنَا عِنْدَ ظِلِّ عَبْدِي يَوْمَ إِذْ ذَكَرْتُنِي  
ترجمہ

میں اپنے بندے کے ظن کے قریب ہوں جیسا وہ مجھ کو گمان کرتا ہے ویسا ہی اس سے  
معاذ کرتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب کہ وہ مجھ کو یاد کرتا ہے۔  
ایک اور صحیح حدیث بھی ہے جو محدثین کی کتاب سلوک کی سر دفتر ہے اور وہ یہ ہے۔

### ترجمہ

جو نزدیک چاہتا ہے مجھ سے ایک باشت، نزدیک ہو جاتا ہوں میں اس کی طرف  
ایک گز اور جو نزدیک ہوتا ہے میری طرف ایک گز قریب ہوتا ہوں میں اس کے  
ایک باع دباع دو ہاتھ کی لمبائی کو کہتے ہیں شرعی گز ایک ہاتھ کی لمبائی کے برابر ہوتا  
ہے یعنی دو گز۔ اور اگر آتا ہے وہ میری طرف چلتے ہوئے تو میں آتا ہوں اس کی طرف  
دوڑتا ہوں۔ صاحب جامع التفسیر زیر آیت ان لک فی التہماس سبباً طویلاً آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف بیان فرماتے ہیں جو مشاقان اسوہ حسنہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اور آنکھوں کو منور کرنے کے لئے نقل کیا جاتا ہے: آنحضرت صلی  
اللہ علیہ وسلم کا دن اکثر اسی طور سے گزرتا تھا کہ بعد نماز فجر کے اشراق تک نماز کے مقام پر  
ذکر اور فکر میں مشغول رہتے تھے اور آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو عصر  
کے بعد آفتاب کے غروب ہونے تک معنات عصر پڑھنے کا حکم فرمایا ہے (پھر بعد اشراق کے  
چاشت تک اور قسم کی عبادتوں میں آپ مشغول رہتے تھے۔ جیسے مریضوں کی عیادت کرنا  
مسلمانوں کے جازدوں کے ساتھ جانے اور غریب مسکین مسلمانوں کی حاجت روائی کرتے طالب  
علموں کو تعلیم دینے اور مسترشدوں کو خدا کی راہ کے سلوک کے قاعدے ارشاد فرمانے



فتویٰ پوچھنے والوں کو فتویٰ دینے اور آپس میں جھگڑے قضیوں کا فیصلہ کرنے اور کافروں کے ساتھ جہاد و قتال کے سامان کی درستی اور اس کی تدبیر میں رہتے اور اسی قسم کے اور کاموں میں مشغول رہتے تھے پھر چاشت کے بعد دولت سرائے میں تشریف فرما ہونے اور اپنے اہل و عیال کی خاطر داری و تسلی فرماتے تھے کہ یہ بھی ایک قسم عبادت کی ہے پھر کھانا کھا کر تھوڑا قیلوہ کرتے تھے پھر جب آفتاب ڈھلتا تو آپ اٹھتے اور پانچا نہ پیشاب سے فراغت پا کر وضو یا غسل کرتے اور چار رکعت ایک سلام سے فنی الزوال پڑھتے پھر جب ظہر کی اذان ہوتی تو آپ باہر تشریف فرما ہوتے اور ظہر کی نماز مسجد میں پڑھتے اور ظہر کے بعد سے عصر تک دعوت و ارشاد و فتویٰ دینے اور جھگڑوں کے فیصلوں میں مشغول رہتے تھے عصر کی نماز پڑھتے پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھتے اور ذکر فکر میں مغرب تک مشغول رہتے پھر مغرب کی نماز پڑھ کر گھومیں تشریف لے جاتے پھر اہل و عیال کی تسلی اور دلا سے ہیں اور مسافروں اور مسافروں کے کھانے کھلانے میں خود متوجہ ہوتے اور اگر دنیا کے مال کی قسم سے کچھ گھر میں ہوتا تو اس کو اسی وقت مستحقوں کو عنایت فرماتے کہ دنیا کا مال ان کے دولت سرائے میں رات کو نہ رہے۔ پھر اس کے بعد کھانا نوش جان فرماتے اور جانوروں کے دانہ چارہ کی آپ خبر گیری فرماتے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی جان بے زبان بھوکا پیاسا رہ جائے پھر اس کے بعد استنجا وغیرہ کر کے وضو کرتے اور مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز عشاء ادا کرتے اور وتر پچھلی سات پڑھنے کے لئے رہنے دیتے پھر سونے کے لئے دولت خانے میں تشریف لے جاتے اور چار رکعت نفل پڑھنے پھر تسبیح تکییر اور نحمدہ بجالاتے پھر قرآن شریف کی کئی سورتیں پڑھتے اور پڑھ کر آرام فرماتے۔

ذکر، فکر، تفکر، و مراقبہ

وَ اذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبَتُّلاً (پ ۲۹ ع)

ترجمہ

یاد کر نام اپنے پروردگار کا ہمیشگی کے طور پر یعنی ہمیشہ اپنے رب کے نام کا

ذکر کرتا رہے اور سب سے توڑ کر اس سے جوڑا اسم رب سے اسم ذات یا اسم اشارہ یا اسمائے حسنیٰ سے کوئی ایک (صفاتی) نام مراد لیا جاسکتا ہے لیکن عام طور پر صوفیائے کرام اسم ذات لا اللہ ہی مراد لیتے ہیں کیونکہ یہی ایک نام ذات باری ہے جس کی طرف رب دوسرے (صفاتی) مضاف اور منسوب ہوتے ہیں یہی اسم علم ہے اور یہی اسم اعظم اور اسی میں وہ جذب و کشش اور تاثیر فنا و بقا ہے کہ بیان میں نہیں آسکتی توحید اسی کو ایک کہنا اور ایک دیکھنا ہے۔ عدم کو بود کرنا اور بود کو تا بود (معدوم) کرنا۔ اسی کا ادنیٰ کثرہ ہے۔ اس لفظ پاک اللہ کا ہر جزو اللہ، اللہ، لہ، ء، اں کی ذات احدیت پر ذرات کتابے نزول قرآن سے پہلے بھی عربی میں اللہ کا لفظ خدا کے لئے بطور اسم ذات کے مستعمل تھا اور خدا کی تمام صفیتیں اسی طرف منسوب کی جاتی تھیں یہ نام کسی خاص صفت کے لئے نہیں بولا جاتا تھا۔ قرآن نے بھی یہی لفظ بطور اسم ذات کے اختیار کیا اور تمام صفیوں کو اس کی طرف نسبت دی۔ وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی اور اللہ ہی کے لئے حسن و خوبی کے نام و صفیتیں، ہیں چونکہ یہ اسم خدا کے لئے بطور اسم ذات کے استعمال میں آیا ہے اس لئے قدرتی طور پر بیان تمام صفیوں پر حاوی ہو گیا جن کا خدا کی ذات کے لئے تصور کیا جاسکتا ہے اگر ہم خدا کا تصور اس کی کسی خاص صفت کے ساتھ کریں مثلاً الرب یا الرحمن یا الرحیم۔ تو یہ تصور صرف ایک خاص صفت ہی میں محدود ہوگا یعنی ہمارے ذہن میں ایک ایسی ہستی کا تصور پیدا ہو جائیگا جس میں ربوبیت یا رحمانیت اور رحمت ہے لیکن جب ہم اللہ کا لفظ بولتے ہیں تو فوراً ہمارا ذہن ایک ایسی ہستی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو ان تمام صفات حسن و کمال سے متصف ہے جو اس کی نسبت بیان کی گئی ہیں اور جو اس میں ہونی چاہئیں۔ (ترجمان القرآن)

یہی وجہ ہے کہ اولیائے عظام اسی لفظ پاک (اللہ) کا ذکر کرتے ہیں اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اسم ذات (اللہ) کے ذکر کرنے کے طریقہ میں فرماتے ہیں۔ کہ «بوقت ذکر لفظ مبارک اللہ کے معنی کو بچھوتی اور بیچگونگی کے ساتھ ملاحظہ کرے اور کسی صفت کو اس کے ساتھ شامل نہ کرے۔»

قرآن پاک میں جہاں جہاں بھی اسم رب کے الفاظ آئے ہیں وہاں یہی اسم ذات  
واللہ ہی مراد ہے چنانچہ

۱۔ ابتدائے نزول وحی کا قصہ جو مختصراً اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے وہاں  
پہلا جملہ مقدس یہ ہے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ  
صاحب جامع التفاسیر حاشیہ پر لکھتے ہیں اسے اقراء مفتحاً باسم ربك كانه قيل قل  
بسم اللہ ثم اقراء۔ پڑھ اپنے رب کے نام سے شروع کر کے گویا کہ کہا گیا ہے۔ بسم  
اللہ کہہ کے پڑھ۔

۲۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ  
اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام واللہ اللہ  
ذکر کیا جانے سے روکا۔ پ ۱۷

۳۔ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ ص (پ ۶، ۵)  
اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو۔ یعنی جب شکاری جانور شکار پر چھوڑ دو تو اس وقت  
بسم اللہ بھی کہا کرو۔

۴۔ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ (پ ۸، ۱)

جس جانور پر اللہ کا نام آیا جائے اس میں سے کھاؤ  
۵۔ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ (پ ۱۰، ۱)  
اور کیا وجہ ہے کہ اس جانور میں سے اس کا گوشت نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا۔

۶۔ وَادْكُرُوا اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۵  
اور اپنے پروردگار کا صبح و شام (علی الدوام) نام لیا کیجئے۔ (پ ۱۱، ۱)  
اگر لفظی معنی کے لحاظ سے صبح و شام ہی اللہ کے نام کا ذکر کرنا مراد رکھا جائے تو صبح  
شام کا مراقبہ ثابت ہو جو صوفیائے کرام کا معمول ہے اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کی عادت شریفہ و بقیہ ہو کر مرعبہ بیٹھ کر ان اوقات میں ذکرنا جامع التفاسیر  
سے پچھلے صفحوں پر نقل کیا گیا ہے اور اگر صبح و شام مخادرة علی الدوام ہمیشہ کے لئے مراد لیا جائے

تصویبائے کرام کا معمول بہ ذکر دائمی ثابت ہوتا ہے جس کا مفصل ذکر اس آئیہ کریمہ میں  
 وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَ خِيفَةً وَ دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ  
 بِالْغُدُوِّ وَ الْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ (پ ۱۴۷)

اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور  
 نیچی آواز کے ساتھ صبح اور شام دُعا علی الدوام اور اہل غفلت میں سے نہ بن جانا۔

وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ کا جملہ مبارک علی الدوام ہمیشہ ہمیشہ ذکر کرنے کی طرف  
 دلالت کرتا ہے یعنی ہر سانس کی آمد و شد کے ساتھ اللہ اللہ کرتے رہنا اسکی کو اصطلاح  
 صوفیہ میں ذکر پاس انفاس بھی کہتے ہیں کیا اچھا کہا گیا ہے یہ  
 غافل ز احتیاط نفس یک نفس مباش شاید ہمیں نفس نفس آخری بود  
 ترجمہ

غفلت میں نہ گزار تو اب سانس ایک بھی

شاید یہی ہو سانس تیرا سانس آخری

ایک سانس بھی غفلت میں گزرنے نہ دینا، ایسا نہ ہو کہ یہی سانس جو تیرا بغیر ذکر اللہ  
 کے گزرے تیرا آخری سانس ہو اور تو غافلوں میں شمار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ  
 اس غفلت سے بچائے آمین ثم آمین۔

اگر تو پاس داری پاس انفاس بسلطانی رساندت ازیں پاس

اگر تو پاس انفاس یعنی سانس کی برآمد شد کے ساتھ اللہ اللہ کرنے کا لحاظ اور احتیاط  
 رکھے گا کہ کہیں غفلت میں نہ گزر جائے تو اس پاس انفاس دہر سانس میں اللہ اللہ کہتے ہی  
 بدولت روحانی بادشاہت تجھے عطا کریں گے نعم ما قبل۔

یاد او سر یہ ایمان بود ہر گدا از یاد اس سلطان بود

یاد او گر مونس جانت بود ہر دو عالم زیر فرمانت بود

ترجمہ: یاد اس کی دولت ایمان ہے یاد سے اس کی گدا سلطان ہے



یاد اس کی ہو تیری گر جانِ جاں زیرِ فرماں ہوں تیرے دنوں بہاں

## حضورِ نماز

۸ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى (پ ۳، ع ۱۲)

اپنے رب کا نام لیتا رہا اور مقامِ شاہدہ پر پہنچ گیا۔ طَائِقٌ مَرَاهُ دُكُوًّا تُوًّا اس کو دیکھ رہا ہے، حاصلِ صلوٰۃ یعنی مقصود نماز سے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز صحیح اور کامل نہیں ہوتی جب تک دل حاضر نہ ہو۔ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ یہ حضور قلب اور جَانِّكَ تَوَاہُ

کا شاہدہ میسر نہیں ہوتا جب تک حضور دوام حاصل نہ ہو اور حضور دوام اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ حسب ہدایات اپنے پیر و مرشد کے فرائض و سنن ادا کرنے کے بعد ذکرِ دائمی میں مشغول ہو اور اس محویت و استغراق سے ذکرِ حقیقی میں دو اذکار مَرَّ بِكَ فِي نَفْسِكَ، مشغول رہے کہ حرف بھی درمیان نہ رہیں۔ فقط معنی ذہن میں جم جاویں پھر اس کی گنتی اور شمار نہیں رہتا ہے بلکہ ذکر ہی ایک حالت ہو جاتا ہے اس وقت شدت کی محبت اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور مذکور کو یعنی جس کو یاد کرتا ہے اس کو کسی وقت بھول نہیں سکتا۔ یہی ذکر حضور دوام کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ یقول شاعر

دن تو اس کے ہی تصور میں گزر جاتا ہے رات کو خواب میں بھی وہی نظر آتا ہے  
چونکہ نماز اور دیگر تمام عبادات میں بھی توجہ الی الحق (حضور دوام) شرط ہے اس لئے کوئی نماز اور عبادت ذکرِ اسم پر مداومت کرنے کے بغیر صحیح اور درست نہیں ہوتی یہی وہ مقام ہے کہ جہاں پہنچ کر کوئی ذنبوی مشغول ذکر اللہ میں رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتا اور غفلت ہمیشہ کے لئے اٹھ جاتی ہے اور دل بیدار ہو جاتا ہے۔

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَكُلْبٌ يَبْعُ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ رِثًا ع

دنہیں روکتی ہے ان کو سوداگری اور نہ بے اللہ لگانے کی یاد سے، میں ایسے ہی

مردانِ خدا و ذاکرانِ حق کی خبر دی گئی ہے اور یہی مقامِ خلوت در انجمن کا ہے کیا اچھا فرمایا ہے۔ رباعی

چوں ہر ساعت از تو بجائے رو و دل  
بہ تنہائی اندر صفائی نہ بینی  
گرت مال و جاہ ہست ز ربح و تجارت  
چو دل با خداست خلوت نشینی

ترجمہ

جب تیرا دل ہر گھڑی ادھر ادھر چلا جاتا ہے تیرے قابو میں نہیں تو تو تنہائی میں بھی صفائی نہیں دیکھے گا اور اگر دنیا کے سب مشغول، مال و جاہ، کھینٹی و تجارت وغیرہ میں تو مشغول ہے اور تیرا دل خدا کے ساتھ ہے تو تو خلوت نشین یعنی تنہائی میں ہی ہے۔

## تفکر اور مراقبہ

جب ذکر کی نوبت یہاں تک پہنچتی ہے تو ذکرِ تفکر (فکر) اور مراقبہ کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَ تَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا اور علیحدہ کر اس کام سے جو تجھے یادِ الہی سے مانع ہو اور اپنے پُروردگار کی طرف رجوع کر یعنی سب سے توڑ کر اس سے جوڑ۔ تفکر اس کو کہتے ہیں کہ باطل سے حق کی طرف جائیں۔ صاحبِ گلشن راز سے تفکر کے متعلق سوال کیا گیا۔ اس کا جواب آپ نے کئی طرح سے دیا اور اس کی کئی قسمیں بتائیں مگر اصلی جواب ان کا اس کی بابت یہ ہے۔

تفکر رفتن از باطل سونے حتی بحسب و اندر بدیدن کل مطلق

تفکر ساک کے اس طریقہ سے سیر کشفی میں جانے کو کہتے ہیں کہ کثرات اور تعینات سے جو حقیقت میں باطل ہیں یعنی عدم ہیں حق کی یعنی وحدت وجود مطلق کی طرف جو حق حقیقی ہے ساک چلے اور یہ چلنا ساک کا ایسا ہو کہ ساک اس چلنے میں مقامِ فنا فی اللہ تک پہنچ جائے

اور کائنات کے ذرے نور وحدت ذات کے اشعہ دشعاعوں میں ایسے محو ہو جائیں جیسے قطرہ دریا میں محو ہو جاتا ہے داز شاخ گلشن راز (یہی وجہ ہے کہ تفکر کی شان میں کہا گیا ہے تفکر ساعة خير من عبادة سنة او سبعين سنة برس دن کی عبادت سے بلکہ ستر برس کی عبادت سے ایک ساعت کا تفکر بہتر ہے صاحب جامع التفاسیر اس قطع اور تبتل و تفکر کے فائدے لکھتے ہیں۔

۱۔ پہلا فائدہ اسوائے اللہ کے خطرے دل میں نہ آویں تاکہ جو ذکر سے غرض ہے وہ حاصل ہو اور جب خطرے دل میں آئیں تب ذکر نہیں رہتا ہے اور مطلوب مذکور کی طرف خالص توجہ نہیں رہتی جس کی نزدیکی اور کشش اسے حاصل ہو جائے۔

۲۔ دوسرا فائدہ ذکر کے اثر باقی رہنے میں ہے اس واسطے کہ کسی جگہ کی طرف توجہ کرنے سے پہلی چیز کی طرف توجہ ہو جاتی ہے تو اس کا اثر مٹ جاتا ہے۔ اور دیگر خطروں کی طرح یہ توجہ بھی بے فائدہ ہو جاتی ہے۔

۳۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ تمام عبادتوں میں فارغ البال ہونا شرط ہے اور مخلوق کی طرف علاقہ و تعلق، رکھنا فارغ البالی کو مانع ہے۔

۴۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ بہت سے گناہوں سے نجات حاصل ہوتی ہے جیسے زنا، غیبت، بدعت، نوشاد، منہیات اور بدعات کا دیکھنا اور بری صحبت کا اثر ہونا۔

۵۔ پانچواں فائدہ یہ ہے کہ اسوائے اللہ کی محبت کو نفی کرتا ہے جس طرح ذکر الہی کو دل میں زیادہ کرتا ہے پس تبتل تنقیہ کے حکم میں ہے جس طرح قبل استعمال دوائی کے تنقیہ شرط ہے اسی طرح ذکر کے ساتھ تبتل بھی شرط ہے۔

## ذکر اللہ کے ثمرات

المختصر قرآن شریف میں جہاں جہاں ذکر اللہ کے الفاظ آئے ہیں وہاں یقیناً اسم مبارک اللہ کا ذکر کرنا ہی مراد ہے اور یہی وہ اسم اعظم ہے جو تمام مشکلات کا حل اور بہ منزل و مقام

دنوی و اخروی میں کام آنے والا ہے اور مذکورہ بالا مقامات طے کر کے اپنے مسیحی تک پہنچا دیتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے قبر میں سوال ہوگا۔ مَنْ رَبُّكَ دیترا ب کون ہے؟ جو اب ہوگا۔  
 م جی اللہ دیترا ب اللہ ہے، فہممت کے دن جب اللہ تعالیٰ کسی عدالت پر نزول  
 اجلال فرمائے گا تو ندا ہوگی۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ آج کس کی بادشاہی ہے؟ جو اب میں کہا جائے  
 گا۔ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّامِ۔ (اللہ واحد قہار کی)

حدیث شریف میں حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے کہ جس کا آخر کلام مرتے وقت لا الہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔  
 ایک جگہ آیا ہے ”تم اپنے بچوں پر اول لا الہ الا اللہ کہنا شروع کرو۔“ یعنی بولنا شروع  
 کریں تو پہلے ان کی زبان سے یہ کلمہ نکلواؤ۔ حضرت طلحہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت  
 ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ  
 ”میں ایک جانتا ہوں جس کو کوئی ایسا شخص نہیں کہتا جس کو کہ موت حاضر ہوئی ہو مگر کہ اس کے سبب  
 اس کی روح راحت پاتی ہے، جب کہ وہ اس کے بدن سے نکلتی ہے اور قیامت کے روز اس  
 کے لئے ایک نور ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ اس سے کشائش کرے گا اور اس  
 کے لئے اس کا رنگ روشن کرے گا اور اس کو وہ چیز نظر آئے گی جو اس کو خوش کرے گی اور  
 وہ کلمہ یہ ہے لا الہ الا اللہ واللہ ہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں حضرت ابن  
 عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا الہ الا اللہ کہنے والوں  
 پر موت کے نزدیک وحشت نہیں اور نہ ان کی قبروں میں وحشت ہے اور نہ ان کے تشہد قیامت  
 کے دن اٹھنے میں وحشت ہے سبحان اللہ ذکر اللہ کہاں کہاں کام آئے گا۔“

### حدیث قدسی ترجمہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ جو گمان  
 میری طرف رکھتا ہے اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں۔ میں اس کے پاس ہوتا ہوں جب  
 وہ مجھے یاد کرتا ہے اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں



اگر وہ مجھ کو مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ایسے مجمع میں جو اس سے بہتر ہوتا ہے یاد کرتا ہوں (مظاہر حق) اپنے ذہن میں یاد کرنے کے الفاظ قابل غور ہیں جو ذکر نعتی قلبی و روحی، پیر دلالت کرتے ہیں۔

### حدیث ترجمہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک مصفدہ (صیقل کرنے والا) رنگ دور کر کے اس کو جلا دینے والا۔ اور صفائی کرنے والا آلہ ہے دلوں کا مصفدہ ذکر اللہ ہے (مظاہر حق) یہاں بھی ذکر اللہ سے ذکر قلبی مراد ہے۔

### حدیث قدسی (ترجمہ)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس کسی کو میرا ذکر مجھ سے انکنتے سے روک دے گا (یعنی جس کو میرے ذکر میں مشغول رہنے سے مجھے کچھ مانگنے کی فرصت نہ ہوگی) اس کو میں مانگنے والوں سے بہتر دوں گا۔ تاویل کے لئے نو میدان بہت وسیع ہے جو چاہے تاویل کرے لیکن حدیث پاک کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ کثرت ذکر اللہ پر دلالت کر رہی ہے ایسا ذکر جو ذکر اللہ میں اتنا محو ہے کہ دعا کی بھی فرصت نہیں پاتا اس کے انعام کا ذکر کیا گیا ہے

### حدیث (ترجمہ)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جہاں پہاڑ ہے یہاں سے چلو کہ تم سے آگے جانے والے الگ ہو کر آگے چلے گئے ہیں (سبق المفردوں) عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الگ ہو کر آگے جانے والے کون ہیں فرمایا وہ مرد اور عورتیں ہیں جو اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ (مظاہر حق)

### ذکر کثیر

وہ ذکر کثیر (جس کا اوپر والی حدیث میں ذکر ہے) مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو

بھی شوق و ترغیب دلا رہے ہیں حالانکہ آپ کے ہمراہی حضرات عام عبادت کرنے میں کسی سے کم نہ تھے معلوم ہوا کہ حدیث میں ذکر سے علاوہ عام عبادت کے، خاص اگک ہو کر ذکر اللہ کا کرنا مراد ہے۔ وہی جو صوفیائے کرام کی جان ہے اور جو خود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کی نماز سے غروب تک اگک ہو کر روبرو قبلہ بیٹھ کر ذکر فرمایا کرتے تھے جیسا کہ جامع التفسیر سے پیشتر نقل کیا گیا ہے۔

### حدیث (ترجمہ)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نے پوچھا۔ اعمال میں سے کون سا عمل بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ایسے حال میں مڑکی ذکر اللہ سے تر زبان ہو (طبرانی رسمتی بروایت معاذ) سکرات الموت کے وقت ذکر اللہ سے مراد وہی ذکر ہو سکتا ہے جو صوفیائے کرام اپنے متوسلین مسترشدین کو بتاتے اور سکھاتے ہیں دوسری عبادات کا تو یہ موقع ہی نہیں ہو سکتا اور صوفی ہی ایسا ذکر ہوتا ہے کہ صوفیائے کرام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ذکر کرنے کی بدولت اس کے ہر جز و بدن۔ دل زبان، قلب و قالب بلکہ ہرین مو سے دواما ذکر ہوتا ہے اور جب موت اختیار سے وہ مرتا ہے تب وہ ذکر ہی ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مرتے وقت اس کے دل و زبان پر بے اختیار ذکر اللہ جاری ہوتا ہے۔

مشغلہ ذکر عمر ساری کا آخری دم بھی قلب جاری تھا

### حدیث (ترجمہ)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو تمہارے اعمال میں سے جو سب سے بہتر ہے کی خبر دوں جو تمہارے اللہ کے پاس سمعہ تمہارے درجوں میں سب سے بڑا اور تمہارے حق میں سونا چاندی دینے (صدقہ کرنے) سے بہتر ہے اور تمہارے لئے وہ اس سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمنوں (کافروں) کی گردنیں کاٹو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں (جہاد میں شمولیت) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہے

فرمایا وہ ذکر اللہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے (منظاہرِ حق)

حدیث شریف کے الفاظ اعمالکم دنہارے اعمال (ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی) واذکرا اسم ربک والا ذکر اللہ بکثرت کیا کرنے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ جو اعمال (جن میں عام عبادات اور یہ خاص ذکر اللہ بھی شامل ہے) تم کر رہے ہو۔ ان سب میں سے بہتر عمل ذکر اللہ ہے ذکر اسم رب کے الفاظ والی آیات قرآن کریم میں نہ ہوتیں تو ذکر اللہ سے تسبیح تہلیل تکبیر نماز تلاوت قرآن وغیرہ ہی مراد لی جاتی لیکن ان آیات خصوصاً سورہ منزل شریف والی آیت واذکرا اسم ربک وتبتل الیہ بتیلا سے ثابت ہو رہا ہے کہ ذکر اسم رب سے مراد ذکر اسم ذات یا ذکر لفظی اثبات ہی ہے۔ نہو المراد۔

## متعلقات ذکر

متعلقات ذکر یعنی کچھ ضروری ہدایات متعلقہ ذکر دی جاتی ہیں تاکہ بارانِ طریقت اور ذاکرانِ حق ان پر عمل کر کے نفع اٹھائیں

۱۔ ذکر سندی ہو یعنی شیخِ کامل سے بعد از بیعت حاصل کیا ہو۔ جو ذکر بدوں بیعت کے یا بلا تلقین پیرِ کامل کے خود بخود کیا جاوے۔ وہ بلا سندی ہے بلا سندی ذکر عبادت ضرور ہے مگر ذکر سندی کے رتبہ اور اثر کو نہیں پہنچتا۔ چنانچہ امام طریقت مرشدِ کامل حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ یہاں فرماتے ہیں کہ حصول نسبت (بیعت) سے پہلے ذکر اعمال ابراہیم سے ہے اور حصول نسبت کے بعد اعمالِ مقربین میں سے اعمال ابراہیم عبادات ہیں اور اعمالِ مقربین تفکرات "تفکر ساعة خیر من عبادت سنة أو سبعین سنة" تاہو کا کہ برس کی عبادت سے بلکہ ستر برس کی عبادت سے ایک ساعت کا تفکر بہتر ہے اور تفکر باطل سے حق کی طرف جانے کو کہتے ہیں۔ ۸۔

تفکر رستن از باطل سوئے حق

آیت کریمہ وَتَبْتَئِلُ إِلَيْهِ تَبْتِيلاً میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے جس قدر فرق ابراہیم

اور مقربین کے رتبہ میں ہے اسی قدر فرق ابرار کی عبادت اور مقربین کے تفکر کے ثمرہ میں ہے  
مبتدی کا ذکر جو اعمال مقربین میں شمار ہو وہ ہے جو اس نے شیخ کامل و مکمل سے اخذ کیا ہو  
اور اس ذکر سے اس کا مقصود سوک طریقت ہو۔ وگرنہ اس کا ذکر بھی اعمال ابرار میں سے ہو  
کا اعمال مقربین میں سے نہ ہوگا۔ (مکتوب چوتھا جلد تیسری)

لہذا ذکر سندی کو ہی اس طرح کریں کہ جس طرح ان کے حضرت پیر و مرشد صاحب نے  
فرمایا ہے اور اس دستور العمل کو ضروری سمجھیں اس کے خلاف ہرگز نہ کریں طالب کو چاہیے کہ ذکر پر  
اتنی مداومت رہمیشگی کرے کہ ذکر حضور دل کا ملکہ ہو جائے اور اس کی صفت لازمہ بن جائے،  
جیسے کہ سننا قوت شنوائی (سامعہ) کی صفت لازمہ ہے کہ اس سے ذائل نہیں ہوتی یعنی یہ  
نہیں ہوتا کہ کون میں دس کی دس آوازیں پڑیں چار سنائی دیں اور چھڑنے بلکہ دس کی دس آوازیں سننا  
اور اسی طرح دیکھنا قوت بینائی (باصرہ) کی صفت لازمہ ہے کہ اس سے ذائل نہیں ہوتی  
یعنی یہاں تک کہ ذکر و حضور دوام کو دل سے دور کرے تو دور نہ ہو۔

## مقام ولایت کا مقدمہ

۷۔ جاننا چاہیے کہ ذکر اصل بالذات مقصود نہیں بلکہ فنا فی المذکور یعنی مذکور اللہ میں فنا ہونے  
کا وسیلہ ہے چنانچہ جب طالب مبتدی اپنے پیر و مرشد صاحب کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق  
وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَقَبِّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا کی تعمیل شروع کرتا ہے یعنی ذکر و تفکر،  
اور مراقبہ میں مشغول ہوتا ہے۔ اسے بکثرت کرتا اور اس پر مداومت اختیار کرتا ہے تو یاد کرو۔  
یاد کرنا سے گزر کر یادداشت (یاد رکھنا) اور پھر اس سے آگے نگہداشت (نگہ رکھنا) کے مقام  
پر پہنچتا ہے حتیٰ کہ خالی عن الغفلت (غفلت کا دور ہونا) ہو جاتا ہے پھر آہستہ آہستہ ظاہری  
اور باطنی چیزوں سے بھی غیبت ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ ماسوا اللہ سے نسیان ہوتا جاتا ہے  
اسی مقام میں ذکر کو مذکور کی اشد محبت پیدا ہو جاتی ہے جس سے تعلقات ماسوا جدا ہو جاتے  
ہیں اور حضور مع اللہ بلکہ دل بن جاتا ہے اس حالت کو فنائے قلب کہا گیا ہے ادویہ مقام



ولایت کا مقدمہ ہے۔

۳۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوب شریف نمبر ۷ جلد ۱ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ نقشبندیہ میں وصول بحق بدرجہ کمال ہونے کا دار و اسرار شیخ مقدم دپیر کمال کے ساتھ رابطہ محبت پر ہے طالب صادق اس محبت سے جو اس کو اپنے پیر سے ہوتی ہے اس کے باطن سے فیوض و برکات حاصل کرتا ہے معنوی مناسبت اور روحانی نسبت کے ساتھ آہستہ آہستہ اسی کے ذنگ میں ظاہر ہوتا جاتا ہے بلکہ اسی ذنگ میں ذنگا جاتا ہے اسی کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں جو فنا ہے حقیقی کا پہلا <sup>سنتہ</sup> ہے ذکر بلاشبہ اسباب وصول سے تو ہے لیکن غالباً رابطہ محبت شیخ اور فنا فی الشیخ کے ساتھ مشروط ہے۔ ذکر نہ اس رابطہ محبت شیخ اور فنا فی الشیخ کے بغیر موصل نہیں ہاں البتہ یہ رابطہ تنہا بہ رعایت آداب اور شیخ کی توجہ اور التفات کے ساتھ بغیر ذکر بھی موصل ذہن سے ملنے والا ہے اس سے منظور آگے جا کر فرماتے ہیں کہ اس طریقہ میں جو بعینہ طریقہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ہے افادہ و استفادہ العکاس ہے۔ شیخ مقدم دپیر کمال کی صحبت و غایت آداب کے ساتھ کافی ہے۔ ذکر وظائف و عبادات بھی مدد اور معاون ہیں جیسا کہ صحبت خیر البشر سستی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمالات کے حصول میں بشرط ایمان و تسلیم کافی تھی اس لئے وصول کی راہ اس طریق میں اقرب و بہت قریب ہو گئی ہے اور شیخ کامل اکمل سے فیوض و برکات کے حاصل کرنے میں جو ان بچے بوڑھے اور زندہ اور مردہ سب برابر ہیں اس طریق عالی میں ریاضت کہ انتہا کو ابتدا میں درج کرنے پر مشتمل ہے فقط اتباع سنت سیدہ اور بدعت نامرضیہ سے اجتناب کرتا ہے۔

۴۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ خدا کہ حقیقت میں یاد کرنا یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جملہ اشیاء کو فراموش کر دے اس وجہ سے کہ خدا اس کے لئے جملہ اشیاء کا عوض ہے۔

۵۔ عردۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم مجددی سرسندی فرماتے ہیں کہ بندہ مقبول وہ ہے جو دو ابا ذکر الہی میں رہے اور ایک لمحہ بھی غفلت نہ آئے۔ آرزو ہائے نفس کا تابع نہ ہو اور ذکر خدا کا بغیر کسی غرض کے خالصاً اور جہ اللہ برے اخلاص سے کرے۔

## ملکوت کی کنجی

۶۔ حضرت خواجہ محمد پارسیا فرماتے ہیں کہ ذکر دوامی عجائبات ملکوت کی کنجی ہے اور حضرت الہی کے قرب کا باعث۔ مگر یہ ذکر دوام وہ نہیں ہے جو صرف زبان یا دل سے ہو بلکہ وہ ہے جو کل پتہ دل کا محافظ ہے یعنی جب دل اپنی کدورت سے پاک اور صاف ہو جائے سمجھنے کی علامت نہ رہے خلق کا ذکر نہ رہے ماضی اور مستقبل کا ذکر نہ رہے محسوسات کا مشغلہ نہ رہے۔ غفلت اور برے اخلاق اور دنیا اور شہوات اور اس کی خواہشیں نہ رہیں۔ تب دل حق تعالیٰ کے ساتھ ہر دم رہے۔ اس کا مراقبہ ہو اور کسی حال میں وہ حق تعالیٰ سے غافل نہ ہو۔ جب غفلت نہ رہے غفلت کی جڑ دوام کے لئے کٹ گئی اور فنا ہو گئی تو حقیقت ذکر کی ظاہر ہوئی۔ اور اس کا دوام ہوا۔ اس مراقبہ دوامی اور دوام ذکر کی صحیح اور پورا ہونے کی علامت ہے کہ دل کی موافقت احکام الہی کے ساتھ ہو یعنی ان کو پورے طور پر اور بڑی خوشی سے بجالائے۔

## درجات ذکر

۷۔ حضرت قبلہ ادیبائے کبار خواجہ عبداللہ احرار فرماتے ہیں کہ حضرت محمد علی حکیم ترمذی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ دل کی زندگی کے درجے ہیں جب تک اقتصاد کے درجے پر دل نہ پہنچے۔ دل کو زندگی حاصل نہیں ہوتی۔ اقتصاد ذکر دوام کو کہتے ہیں جس میں ذکر کا یہ حال ہو جائے کہ ذکر خواب میں بھی ہو اور بیداری میں بھی ہو خواب میں ذکر یہ ہے کہ خواب میں ذکر کرتا دیکھے۔ درشحات

۸۔ حضرت مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی قدس سرہ فرماتے ہیں اگر کوئی علوم ظاہری حاصل کرے تو وہ علم بھی آفردم کے وقت اس کی کچھ دستگیری نہ کرے گا اس کو اس وقت اس کے لوح دل سے محو کر دیا جائے گا۔ البتہ اگر اس نے حضور دوام و آگاہی بحق کا ملکہ حاصل کر

لیا ہوگا۔ تو آخر نفس دمرنے کے وقت اس کی دستگیری کرے گا جو انی کو غنیمت جان کر کھین  
ریاضت ایسی کرے کہ ملک حضور آگاہی بحق ہاتھ لگے۔ (رسومات ص ۱۵، رشمہ ۱۵)

## کھرے اور کھوٹے سکے

۹۔ ہر فعل کا کچھ نہ کچھ نتیجہ ہوتا ہے خواہ برا ہو یا بھلا۔ اس نتیجے کے ظہور کی علامتیں  
اور آثار ہوتے ہیں خواہ ظاہری ہوں یا باطنی اور علم ان کا خواہ ہو یا نہ ہو۔ ایسا ہی حال ذکر  
کلمے اگر آداب اور قاعدہ سے کرے گا اثر اس کا اچھا نتیجہ اور علامت اس کی عمدہ ہو  
گی ورنہ لا حاصل بلکہ خراب ہوگا جو ذکر یا کاری اور دنیاوی دکھاوے کے لئے اور اپنی کچھ قیمت  
رگانے کے لئے کیا جائے وہ کھوٹا روپیہ ہے بازار آخرت میں اس کے کچھ دام نہیں اور باعث  
گرفتاری اور موجب سزا و عتاب ہے اور جو ذکر حصول جنت کے لئے  
کیا جائے وہ بازار آخرت میں سچا روپیہ ہے اس کی قدر اور اس کا ثواب داجر ہے اور جو ذکر  
ان دونوں باتوں کو چھوڑ کر حب الہی سے کیا جائے اور وہ قبول ہو کر موجب قرب و وصل حق  
اس کے فضل سے ہو۔ وہ اشرفی ہے۔ ع

فکر ہر کس بقدر ہمت دست

جیسے جس کی ہمت ہے، اس کے باطن کا میلان ہے، ویسے ہی وہ کام کرتا ہے۔ کوئی کھوٹا  
روپیہ چاہتا ہے اور کوئی سچا روپیہ اور کوئی اشرفی چاہتا ہے: یہی ہمت انسان کی قدر و قیمت  
ہے۔ طالبان حق کی ہمت اور ان کی طبع کا میلان قرب اور وصل حق کی طرف ہوتا ہے قبول  
خلق، حصول نام و عزت دنیاوی اور حصول بہشت کے لئے نہیں ہوتا اس لئے وہ جو ذکر کرتے  
ہیں عشق کی ہمت اور نیت سے کرتے ہیں اس لئے طالبان حق کے ذکر میں پہلے تصحیح نیت  
اور پھر زبان سے کہنا کہ الہی اس ذکر سے مقصود میرا تو ہی ہے اور رضا تیری دنہ بہشت نہ  
دینا، ضروری امر ہے تاکہ اس پر اس کی ہمت کا کچھ نتیجہ مرتب ہو جو ذکر محض بغرض حصول  
بہشت کیا جاتا ہے اس کا نتیجہ آخرت میں ظاہر ہوگا دنیاوی خرابیوں کو وہ دور نہیں کرتا

اور جو ذکر محض خالصتاً باللہ کیا جاوے اس کی برکات و فیوضات کا نتیجہ اور اثر اسی موجودہ دنیا میں مرنے سے پہلے ملتا ہے یہ نتیجہ نقد ہے اور آخرت کا نتیجہ ادھار ہے۔

## آداب کے بغیر ذکراً و تہنات قلب کا باعث بنتا ہے

۱۰۔ حضرت شیخ جمال الدین بخاری نے جو خادم شیخ زکریا کے خلیفہ اور جانشین تھے فرمایا کہ میرے شیخ حضرت خادم شیخ آیت **فَوَيْلٌ لِلْقَلْبِ إِذَا قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ** ۲۳۱ کی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان کے قلب کی تسکوت و ذکر کرنے سے بائیں دہ بڑھ جاتی ہے کہ وہ ذکر کو بے ادبی اور غفلت سے اور بمقتضائے نفس کرتے ہیں (رشحات) اس سے ظاہر ہوا کہ اگر بے ادبی اور بے قاعدہ ذکر کیا جائے گا تو بجائے دل میں نرمی ہونے کے سختی پیدا ہوگی اس لئے مبتدی کو آداب و شرائط سے آگاہ کیا جانا نہایت ضروری ہے۔

## آداب ذکر

صاحب لطائف اشرفی فرماتے ہیں ادب اول یہ ہے کہ ذکر کرنے کے وقت یاد وضو رہے ہو سکے تو غسل بھی کرے یہ بہت بہتر ہے کیونکہ دوست کا ذکر کرنا دشمنان کفار و نفس سے متقابلہ کرنا ہے اور مقابلہ بدوں ہتھیاروں کے نہیں ہو سکتا لہذا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **الْوَضُوءُ سَلَاخُ الْمُؤْمِنِينَ** (مومنوں کا ہتھیار ان کا وضو ہے) دوسرا ادب یہ ہے کہ لباس و پوشاک پاک ہو اصول سنت میں پوشاک کی پاکی کی چار شرطیں ہیں۔ (۱) نجاست سے پاکی۔ (۲) ظلمت سے پاکی (عصاف سمھرا ہونا) (۳) حرمت سے پاکی یعنی ابریشم وغیرہ نہ ہو (مردوں کے لئے فقط) (۴) رعونت سے پاکی کہ موافق سنت کے کوتاہ ہو۔ و ثيابك فطمر سورة مدثر ۲۱ اپنا کپڑا پاک کر یعنی کوتاہ کرو۔



تیسرا ادب یہ ہے کہ ذکر کرنے وقت رو قبلاً بیٹھے اور مربع بیٹھے۔ اگرچہ مربع بیٹھا ہر وقت ممنوع ہے مگر ذکر کے وقت اجازت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر مربع بیٹھ کر ذکر کیا کرتے تھے۔

## شرائط ذکر

۱. صاحب لطائف اشرفی فرماتے ہیں کہ ذکر کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

### پہلی شرط

یہ ہے کہ مرید ارادت میں صادق اور پیر کا عاشق ہو۔

مرید ارعاشق پیرے نباشد مرادراپسچ تدیرے نباشد  
مرید اگر پیر کا عاشق نہ ہو گا تو کوئی تدیر اس کو کارگر نہ ہوگی۔

### دوسری شرط

مرید راہ سلوک کا داعیہ اور اس کی طلب کا درد رکھتا ہو۔

گر نذار درد اصلی مرد راہ بیسج دارو نیستش جز درد راہ

یعنی اگر طالب حق درد اصلی نہ رکھتا ہو۔ تو وہ درد راہ تو رکھتا ہو جو اس کو منزل پر پہنچا دے

### تیسری شرط

خلق سے اس کو وحشت اور ذکر سے اس کو انس ہو کیونکہ جو خلق میں مشغول ہو گا وہ خدا کا

طالب نہ ہوگا۔

### چوتھی شرط

ذکر پر موانعت کرے ہمیشہ کرتا رہے، اساس اور بنیاد اس کی توبۃ النصوح پر رکھے

حضرت خواجہ محمد پارسانے ذکر کی یہ شرائط لکھی ہیں پہلی شرط ذکر کی توبۃ النصوح ہے توبۃ النصوح

کو کے ذکر پر موانعت کرے اور تمام ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچے۔ دوسری شرط ذکر کو

مذکور کی طلب صادق ہو اور اس کو حق کی طلب اور راہ حق کے سلوک کا مل ہو تاکہ راہ

سلوک میں جو کچھ اس کو آگے جانے اور ترقی کرنے سے روکے اور مانع ہو اپنی طرف کھینچے اور لگائے اس سے متوحش ہو اور بھاگے۔ سب سے منہ پھیرے اور ذکر حق میں مشغول ہو تیسری شرط ذکر شیخ کامل سے حاصل کیا ہو اور شیخ کامل نے تخم ذکر حقیقی کا اس کے باطن میں بویا ہو یہ شرط سب سے ضروری ہے۔

## ذکر اللہ وحد شرعیہ پر مداومت کا وسیلہ ہے

۱۳۔ ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا ہے اور شرعیہ کی بجائے اور نواہی شرعیہ سے باز رہنا سب ذکر میں داخل ہے لیکن وہ ذکر جو حق سبحانہ کے اسم و صفات کے ساتھ کیا جائے جملہ کا ذکر کرنے والا اور مذکور محبت بخشنے والا اور مذکور تک جلدی پہنچانے والا ہے بخلاف اس ذکر کے جو اوامر کی بجائے اور نواہی سے باز رہنے کے ساتھ واقع ہو وہ ان اوصاف سے چنناں بہرہ در نہیں۔ نیز وہ ذکر جو اسم و صفت کے ساتھ واقع ہو وسیلہ ہے اس ذکر کا جو وحد شرعیہ کی رعایت کے ساتھ حاصل ہو کیونکہ سب کاموں میں احکام شرعیہ کی رعایت کرنی نا صواب شرع کی محبت کے بغیر ممکن نہیں اور یہ کامل محبت اللہ تعالیٰ کے اسم و صفت کے ذکر سے وابستہ ہے (از مکتوب ۴۶ جلد ۲ مجدد الف ثانی)

## ذکر یا مشاہدہ

۱۴۔ حضرت شیخ بہاء الدین ذکر یا ملتان رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مرید کو نصیحت فرماتے ہیں کہ تم اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ ذکر سے طالب محبت تک پہنچتا ہے۔ محبت ایسی آگ ہے جو تمام میل کچیل کو جلا ڈالتی ہے۔ جب محبت راستی ہو جاتی ہے تو مذکور کے مشاہدہ کے ساتھ ذکر حقیقی ذکر ہو جاتا ہے یہی وہ ذکر کثیر ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے اس قول **وَأَذْكُرُوا اللَّهَ** کثیراً **تَعْلَمُونَ** میں فلاح کا وعدہ دیا گیا ہے پھر فرماتے ہیں کہ مرید کو چاہیے کہ اپنے روزگار کی حفاظت کرتا رہے۔ ماسوا اللہ کو دل سے دور کرے۔ دنیا کے لوگوں (اہل غفلت) کی محبت کو اپنے اوپر حرام کر لے اور حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہے اگر اس کو اللہ تعالیٰ کے

ذکر سے موافقت نہ ہوگی تو خدا تعالیٰ کی محبت کی بوجھی وہ نہ سونگھ سکے گا۔

## دل کا نور یقین سے منور ہونا

۱۴۔ حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت بہاؤ الدین ذکریا طسانی رحمۃ اللہ کے فرزند ارجمند تھے ایک موقع پر مریدوں کو نصیحت فرماتے ہیں کہ کوئی سانس ذکر کے بغیر باہر نہیں نکلنا چاہیے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کوئی ذکر کے بغیر سانس لیتا ہے وہ اپنا مال ضائع کرتا ہے ذکر کے وقت دوسو سوہ اور حدیث نفس سے پرہیز کرنا چاہیے اور جب یہ صفت پیدا ہو جائے گی تو دوسو سوہ اور حدیث نفس ذکر کے نور سے جل جائیں گے تو دل میں نور ذکر اترتا جائے گا اور اس میں ذکر کی حقیقت تمکین ہوتی جائے گی پھر ذکر مذکور کے مشاہدہ کے ساتھ ہوگا اور دل نور کے یقین سے منور ہو جائے گا اور یہی طالبوں اور سالکوں کا مقصود ہے۔

## تفرید باطن

یہی حضرت دوسری جگہ فرماتے ہیں پس جب بندہ کو تخرید ظاہری یعنی ناپسند چیزوں سے علیحدگی کی توفیق ہوتی ہے اور وہ برے وساوس اور اخلاق مذمومہ سے پاک و صاف ہو کر تفرید باطن سے معزز ہوتا ہے تو قریب ہوتا ہے کہ اس کے باطن میں نور ذکر متجلی ہو جائے۔ اور شیطانی وساوس اور نفسانی خواہشات اس سے دور ہو جائیں اور اس کے باطن میں نور ذکر کا جوہر نمایاں ہو جائے یہاں تک کہ اس کا مشاہدہ مذکور کو متجلی کر دے اور یہ وہ مرتبہ بلند اور عظیم عظمتی ہے جس کے حصول کے لئے امت کے اصحاب بہمت اور ارباب بصیرت کی گزریں پڑھتی ہیں ۱۵۔ پنج وقتی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے اور سنت مؤکدہ کو بجالانے کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الہی میں صرف کرنا چاہیے اور اس کے سوا کسی چیز میں مشغول نہیں ہونا چاہیے یعنی کھانے سونے اور آنے جانے (کاروبار کرنے) میں غافل نہ ہو جائے اس طریق پر عمل کریں اور جس شیخ سے ذکر سیکھا ہے اسی کو وسیلہ بنانا چاہیے۔ (از مکتوب ۹۳ جلد ۱)

ص ۱۰۷

## دل کی سلامتی

۱۶ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے متعدد مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ جو کچھ ہم پیاور تم پر لازم ہے حتیٰ عنبر سے دل کو سلامت رکھنا ہے اور یہ سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ ماسوائے اللہ کا دل پر عبور نہ رہے اور ماسوائے اللہ کا دل پر نہ گزرنا ماسوائے اللہ کے کسیاں پر وابستہ ہے جس کی تعبیر اس گروہ کے نزدیک فنا سے کی گئی ہے جب تک کام اس درجہ تک نہ پہنچے۔ دل کی سلامتی محال ہے۔

یا سح کس تا نہ گردد او فنا نیست راہ در بارگاہ کبریا

(جب تک انسان فنا نہ ہو جائے درگاہِ حق تعالیٰ کی طرف راہ نہیں ملتی نہیں پہنچتا) کیونکہ شرکت کو اس بارگاہِ اعلیٰ میں ہرگز دخل نہیں اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ دُخْرُ دَارِ دِیْنِ خَالِصِ اللہ ہی کے لئے ہے غیر کی محبت کو اس طرح غالب بنا کر کہ حق تعالیٰ کی محبت اس کے مقابلے میں معدوم یا مغلوب ہو جائے نہایت بے حیائی ہے۔ الْحَبَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ میں شاید اسی جیا کی طرف اشارہ ہو۔

## طالب مولا و طالب دنیا

وَالَّذِينَ اهْتَمَوْا شَدَّ حَبَالُ اللَّهِ مُؤْمِنُونَ كَ دُلُوبِ فِي اللّٰهِ تَعَالٰی كِی حَبِیْتِ اشد درجہ کی ہوتی ہے یعنی مومن کی شان یہ ہے کہ وہ غیر اللہ کی محبت کو حق تعالیٰ کی محبت کے مقابلے میں معدوم اور مغلوب بنائے تب ہی تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی محبت اشد درجہ کی ثابت ہوگی۔ جاننا چاہیے کہ دنیا کی محبت گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا طالب لعنت و پھٹکار کا مستحق ہے الدُّنْيَا جِيفَةٌ وَطَالِبُهَا كِلَابٌ دَعِيءٌ میں اسی کی طرف اشارہ ہے

## حدیث شریف کا ترجمہ

دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے اور طلب کرنے والے سگ صفت انسان ہیں۔



دوسری حدیث شریف میں ہے دنیا ملعونۃ وما فیہا ملعونۃ الا ذکر  
اللہ تعالیٰ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے  
ان احادیث پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر محبوب (حق سبحانہ) کے سوا ہر چیز یہاں کی  
ترک کر دینے کے لائق ہے۔

باد و قبلہ در رہ توجید نتوال رفت راہ

یا رضائے یار باید یا رضائے خویش تن

دو قبلہ در مرکز توجہ کے ساتھ توجید کا راستہ طے نہیں ہو سکتا۔ مومن موجد نہیں بن سکتا  
یار کی رضا پر چلنا اپنی خواہشات کی راہ لو۔ دونوں ایک وقت میں ناممکن ہے  
ہم خدا خواہی و ہم دنیا ڈول ایں خیال است و محال است و جنوں

ترجمہ

خدا کی محبت بھی اور کمینہ دنیا کی محبت بھی؛ ایک دل میں دو کی محبت محال ہے دیوانہ بن  
کا خیال ہے۔

عاشقان را با مصالح کار نیست قصد ایناں جز رضائے یار نیست

مومنان صادق دنیا کی مصلحتوں کو نہیں دیکھتے ان کا مقصود رضائے یار کے سوا کچھ نہیں تو  
عاشق غیر محبوب کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا حرام سمجھتے ہیں۔ ذکر محبوب والہا کے سوا ان کو تسلی ہوتی  
ہے نراطمینان!

حکایت

ایک سیاح نے مجنوں کو جنگل میں متفکر دیکھا کہ اس نے ریت پر ہاتھ پھیر کر صاف کر کے  
تختی بنائی ہوئی ہے اور اپنی انگلی کی قلم سے اس پر کچھ لکھ رہا ہے اس نے پوچھا اے محبت کے  
دیوانے یہ کیا کر رہا ہے اور یہ جھٹی کس کی طرف لکھ رہا ہے مجنوں نے جواب دیا

جنوں کہا ایسے اسم مبارک سبلی دا برداری

لکھ لکھ دیاں تسلی دل نوں دستے شکل پیاری

کہا میں اپنے محبوب و مطلوب لیلیٰ کا نام بار بار لکھ رہا ہوں اس کا نام لکھنے کی مشق کر رہا ہوں اور اس طرح سے اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں کیوں نہ ہو محبوب کے ذکر میں جو لذت ہے اس کو کچھ محب ہی جانتے ہیں اہل اللہ ہی ذکر کی قدر جانتے ہیں اور اس کو دنیا و مافیہا سے محبوب سمجھتے ہیں

### قیامت کے دن قلب سلیم کا سوال ہوگا

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝ ۱۹

اس دن قیامت کو، نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے ہی نفع دیں گے۔ ہاں مگر جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آیا وہ قلب سلیم اس دن نفع دے گا، اس آیت کریمہ کی رو سے معلوم ہوا کہ وہاں تو سلامتی قلب کی طلب کرتے ہیں اور اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ سلامتی قلب اس وقت تک حاصل ہوتی ہے جب ماسوا اللہ کا دل پر عبور نہ رہے اور یہ ماسوا اللہ کے نیان پر وابستہ ہے اور ماسوا اللہ سے نیان نہیں ہوتا جب تک کثرت ذکر و مراقبہ سے ذکر فنا فی المذکور نہ ہو جائے۔ اسی لئے حضرت غوث صمدانی مجدد الف ثانی سرسندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تھوڑی سی مہلت (عمر چند روزہ) میں رب جل جلالہ کی یاد (ذکر) سے اس باطنی مرض کا علاج کرنا چاہیے جو نہایت ہی اعلیٰ و اعظم مقصد ہے۔

### اللہ کی محبت

کثرت ذکر سے ذکر و مذکور کے درمیان ایک قسم کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا سبب ہو جاتا ہے جتنی محبت کثرت ذکر سے بڑھتی جاتی ہے اتنا ہی ماسوا اللہ سے نیان ہوتا جاتا ہے جب محبت بڑھ کر اشد درجہ پر پہنچ گئی۔ ایملن کامل ہوا تو پھر اطمینان کے سوا کچھ نہیں اطمینان ہی اطمینان ہے جب کام دل کے اطمینان تک پہنچ جائے تو ہمیشہ کی دولت حاصل ہو گئی۔ اَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝ خبر دار اللہ کے ذکر سے ہی دل اطمینان حاصل کرتے ہیں راحت جان نصیب ہوتی ہے دل کے اطمینان کا طریق اللہ کا ذکر ہی ہے۔

گر بخواہی زیستن در یاد او

ذکر او کن ذکر او کن ذکر او

۱۔ اگر تو خدا کی یاد میں جینا چاہتا ہے تو چاہیے کہ ہمیشہ اس کی یاد میں رہ۔ تو اس کا ذکر پھر اس کا ذکر کرتا کہ فا ذکر دنی اذ کو کہہ کا انعام پائے۔

۲۔ اگر تو اس کی یاد میں زندگی بسر کرنا چاہتا ہے یعنی چاہتا ہے کہ تجھے دائمی ذکر اور حضور رب اللہ دوام میسر حاصل ہو تو سب طرف سے منہ موڑ کر اسی کے ذکر میں لگا رہ اور اگر کوئی دنیاوی کام اور شغل تیرے ذکر کرنے میں حائل ہو اور رکاوٹ ڈالے تو اس کام اور شغل کو قطعاً چھوڑ دے تاکہ وا ذکر اسم ربك و قبئل اليه قبتیلا کا مقام نصیب ہو۔

### بہشت شرايط ذکر نقشبندیہ

اذکارِ صوفیائے کرام و مختار پیرانِ عظام کثر ہم اللہ تعالیٰ کو کتاب و سنت سے ثابت کرنے کے بعد اور ذکر کا بیان حتم کرنے سے پہلے مناسب ہو گا کہ اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ صدیقیہ رسولیہ زادہ اللہ شرفاً و تعظیماً میں چند اصطلاحات حضرات خواجگان نقشبندیہ نے مقرر فرمائی ہیں جس پر طریقہ کی بنا سمجھی جاتی ہے اور جن میں فی الحقیقت اذکار و اشغال نقشبندیہ کے مقامات و احوال بیان فرمائے گئے ہیں۔ لکھے جائیں تاکہ یارانِ طریقت کو تصدیق و تائید احوال کا فائدہ حاصل ہو یعنی اپنے احوال و واردات کی تصدیق ان سے کر سکیں اور اس کے بظاہر اپنے آپ کو چکاسکیں۔ ان کو ہمیشہ شرايط نقشبندیہ بھی کہا جاتا ہے اور یہ آٹھ احکام حضرت خواجہ خواجگان خواجہ عبدالخالق بغدادی سے منقول ہیں۔

### اول۔ نظر بر قدم

اس سے یہ مراد ہے کہ سالک پر واجب ہے کہ اپنے چلنے پھرنے کے وقت کسی چیز پر نظر نہ ڈالے سوائے اپنے قدم کے اور بیٹھنے کی حالت میں بھی اپنے آگے ہی دیکھے اس واسطے کہ نقوش مختلفہ کا دیکھنا اور تعجب از یکسر رنگوں پر نظر کرنا سالک کی حالت کو بگاڑ دیتا ہے اور جس کی وہ طلب میں ہے اس سے روکتا ہے اس لئے اگر نظر کو قدم پر لگایا جائے تو جمعیت کے اقرب ہے یہ مراد کلمہ ”ہوش در دم“ کے معنی کے مناسب ہے عزمِ نظر بر قدم۔ اس تفرقہ کے رفع کرنے

کے لئے ہے جو آفاق سے پیدا ہوتا ہے اور ہوش دردم، " نفس کے تفرقہ کو رفع کرتا ہے۔ یہ مبتدی کے حال کے مناسب ہے اور منتہی پر تو واجب ہے کہ نظر کے اپنے حال میں کہ وہ کس نبی کے قدم پر ہے اس لئے کہ اولیاء انبیاء علیہم السلام میں کسی نہ کسی نبی کے قدم پر ہوتے ہیں پھر جب منتہی اپنے پیشوا پر چپن سے نوجائے کہ اس کے حالات اور واقعات اپنے پیشوا کے حالات و واقعات کے ساتھ مناسب ہوں۔

## دوم — ہوش دردم

جس کے معنی ہیں ہردم کے ساتھ ہوشیاری و بیداری۔ تو چاہئے کہ ذکر ہمیشہ بیدار اور متوجس رہے اپنی ذات سے ہر سانس میں کہ وہ غافل ہے یا ذکر اور یہ طریقہ بتدریج دوام حضور حاصل کرنے کا ہے گویا " ہوش دردم، " نفس کے تفرقہ کو دور کرتا ہے اور یہ ایک قسم کا محاسبہ ہے جو مبتدی کے مناسب حال ہے۔

## سوم — سفرد وطن

اس کا مطلب ہے صفات بشر خبیثہ سے صفات ملائکہ فاضلہ کی طرف نقل کرنا۔ تو سالک پر واجب ہے کہ اپنے نفس کا متلاشی رہے کہ آیا اس میں کچھ حب خلق باقی ہے پھر جب اس کو جان جائے تو نئے سرے سے توبہ کرے اور جہلے کہ یہ میرا بت ہے اس لئے کہ جو شے تجھ کو خدا سے باز رکھے وہ فی الواقع تیرا بت ہے پھر ذکر اللہ کثرت اور شدت سے کرے کہ مذکورہ حقی تیرا بت کی محبت پیدا ہو جائے اور غیر اللہ کی محبت کٹ جائے تاکہ گوہر مقصود حاصل ہو۔

حب حق ہو دل میں یا حب پسر جمع ان دونوں کو تو ہرگز نہ کر  
کیا خطاب ہے ۷

ز سودائے جہاں بگزر اگر سودائے ناداری

ہوائے خویشی بگزار گر با ما ہوا داری !

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرمدی رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں سفرد وطن سے



مراد نفس میں سیر کرنا ہے سیرِ نفسی ابو اندراج النہایت فی البدایت کے حاصل ہونے کا باعث ہے۔

### بہہ مارم — خلوت در انجمن

اس کا یہ مطلب ہے کہ دل سے خدا کے ساتھ مشغول رہے۔ اپنے جمیع حالات میں پڑنے سے، کلام کرنے میں، کھانے اور پینے اور چلنے میں۔ ساک پر واجب ہے کہ خدا کی طرف متوجہ رہنے کا عکہ دقت راستہ سیداکرے اشغال مذکورہ کی مشغولی کے وقت حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ  
رَجَالٌ لَا تَلْمِیْهِمْ مِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ سُنُّ ذِکْرِ اللّٰهِ۔ دمرد وہ لوگ ہیں جن کو سوداگری اور خرید و فروخت ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتی اسی کی طرف اشارہ ہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ سرسندی فرماتے ہیں کہ خلوت در انجمن سفر و وطن پر متفرخ اور مرتب ہے جب سفر و وطن مرتب ہو جائے تو خلوت در انجمن اس کے ضمن میں میسر ہو جائے گا پس انجمن کا تفرقہ ساک کے باطن میں تفرقہ نہیں ڈالتا اور معاملات و اشغال دنیوی اس کو ذکر اللہ سے غافل نہیں کرنے خلوت در انجمن اگرچہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو حاصل ہے لیکن اس طریق (نقشبندی) میں ابتداء ہی میں میسر ہو جاتی ہے۔

### بیہم — یاد کرد

اس سے مراد ذکر اللہ کرنا ہے۔ نفسی و اثبات کا یا اثبات مجرد اسم ذات کا ہمیشہ تکرار کرتا رہے جو مرشد سے سیکھا ہے یہاں تک کہ حق جو شانہ کی منظوری حاصل ہو جائے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مقصود ذکر یہ ہے کہ دل ہمیشہ حق سبحانہ کے ساتھ حاضر رہے۔ بوصف محبت اور تعظیم کے اس واسطے کہ ذکر یعنی یاد و نفع غفلت کا نام ہے۔

صلا لازم و ملزوم

ذکر کن تا ترا جان است      پاکی دل ز ذکرِ رحمن است  
 جب تک زندہ ہے اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ دل ماسوا اللہ اور غفلت وغیرہ سے ذکر کی بدولت  
 ہی پاک ہوتا ہے۔

### ششم — بازگشت

یعنی رجوع کرنا اور پھر نا۔ مراد اس سے یہ ہے کہ قدرے ذکر کے بعد تین بار یا پانچ بار  
 مناجات کی طرف رجوع کرے اور یوں دعا کرے اللہ عزوجل سے بحضور دل کہ اے میرے رب  
 تو ہی میرا مقصود ہے اور نیری رضا ہی مطلوب۔ اپنی نعمت کو مجھ پر پورا کر اور پورا وصال اپنا  
 مجھ کو نصیب فرما۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (محدث) دہلوی قولِ اہلس میں لکھتے ہیں  
 کہ والد مرشد قدس سرہ سے میں نے سنا ہے کہ ذکر میں یہ شرط عظیم ہے کہ سالک اس  
 سے (اللہ) غافل نہ ہو اس لئے کہ جو ہم نے پایا اسی کی برکت سے پایا۔

### ہفتم — نگہداشت

اس سے مراد خطرات اور احادیثِ نفس کا دور کرنا ہے سالک کو چاہیے کہ ہشیار اور  
 بیدار رہے کسی خیال اور خطرے کو دل میں نہ آنے دے خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں  
 کہ سالک کو چاہیے کہ خطرے کو اس کے ابتدائے ظہور میں روک دے اس واسطے کہ جب ظاہر ہو  
 چلے گا تو نفس اس کی طرف مائل ہو جائے گا اور وہ نفس میں اثر کرے گا پھر اس کا دور کرنا مشکل ہو  
 گا۔ گویا نگہداشت طریقہ ہے خطرات اور وساوس سے تختہ ذہن کو خالی کرنے کا۔ بلکہ حاصل کرنے کا  
 اس میں مبتدی کو کوشش کرنی چاہیے۔

### ہشتم — یادداشت

یادداشت ذاتِ مقدس کی طرف دھیان کا نام ہے جو بلاذریعہ الفاظ و  
 تخیلات کے ہو یہ دولتِ منتہیانِ دلالت کو ہی البتہ حاصل ہوتی ہے یہ مقام فنا

نام اور بقائے کامل کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یادداشت سے مراد حضور بے غیبت ہے یعنی حضرت ذات تعالیٰ کا جھنڈو دوام بغیر اس بات کے کہ پردے دیشیونی اور اعتبارانی اور میان میں حائل ہوں اس حضور بے غیبت کا حاصل یہ ہے کہ تکلی ذاتی برقی جو شیوں و اعتبارات پر دوں اور جابلوں کے بغیر حضرت ذات کے ظہور سے مراد ہے جو اس راہ کی نیابت میں مسر ہوتی ہے اور فائے کامل اس مقام میں ثابت کرتے ہیں وہ دائمی ہو جاوے اور حجاب رجوع نہ کریں۔

ان کے علاوہ تین اصطلاحیں خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں

### ۱۔ وقوف زمانی

یہ کہ سالک اپنی ذات میں تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد متلاشی رہے ہر ساعت کے بعد تال کرے کہ اس ساعت میں غفلت آئی ہے یا نہیں اگر غفلت کو محسوس کرے تو استغفار کرے اور ارادہ کرے کہ آئندہ غفلت نہ کرے اسی طرح ہمیشہ تفحص رہے تال کرتا رہے یہاں تک کہ دوام حضور کو پہنچ جائے اس کو محاسبہ اوقات کہتے ہیں اور یہ متوسط کے حال کے مناسب ہے۔

### ۲۔ وقوف عددی

عدد طاق کی محافظت کرنے کا نام ہے یعنی ذکر کو بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق طاق ذکر کرنا نہ جفت حضرت مولانا جامی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ وقوف عددی اور وقوف زمانی کو حضرت خواجہ شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ذکر میں لازم نہیں بٹھراتے مگر وقوف قلبی کو لازم جانتے ہیں

### ۳۔ وقوف قلبی

اس سے مراد توجہ کرنا اس قلب کی طرف جو بائیں طرف چھاتی کے نیچے موضوع ہے۔ توجہ قلبی اس طرح پر ہو کہ اشلئے ذکر میں اس پر واقف رہے کہ دل کو ذکر حق سے مشغول کرے اور اس کو دل کو ذکر اور اس کے مفہوم سے مہمل اور بے کار نہ رہنے دے وقوف قلبی حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ

علیہ کے نزدیک اتنا ذکر میں لازم ہے مقصود ذکر سے دفع غفلت ہے اور یہ بدول و قون  
قلبی کے حاصل نہیں ہونا کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

علی بیض قلبك كن كاذك طائرو  
فمن ذاك الاحوال فيك تولد  
مانند مرغ باش ہاں بر بیغمہ دل پاسبان  
کز بیغمہ دل زادت مستی و ذوق قسقمہ !

ترجمہ

یعنی اپنے دل کے انڈے پر پرندے کی طرح ہو جا اس واسطے کہ اس سے نکل  
ہیں حالات عجیبہ پیدا ہوں گے حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توجہ قلب صنوبر  
کہ اس طائفہ دلفشندیہ کے عرف میں اس کو دقون قلبی کہتے ہیں تمام اوقات میں ضروری ہے  
روبر دل نشین کال دبر خیر گا ہے  
وقت سحر آید یا نیم شبے باشد

ترجمہ

جادل پر توجہ نامہ دپوری توجہ کے ساتھ نگرانی کر شاید کہ وہ خوش حال دلبہ وقت سحر  
آئے با اس وقت ادھی رات ہو۔  
خوش نصیب ہیں وہ جن کو یہ دولت عظمیٰ حاصل و میسر ہے اللہ ارزفاہ۔ آمین۔

## ذکر نخی

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ اپنے رسالہ ”در بیان ذکر نخی“  
میں تمہیداً لکھتے ہیں۔



سررشتہ دولت اسے برادر بکف دار  
 این عمر گراں مایہ بخت مگذار  
 دائم ہمہ جا باہمہ کس در ہمہ حال  
 میدار نہفتہ چشم دل جانب یار

### ترجمہ

اسے بھائی اقبال مندی اور سعادت کی دولت کو حاصل کر اور اس قیمتی عمر کو اس طرح  
 بسر نہ کر کہ اس سے تجھے نقصان ہو۔ تمام آدمیوں سے ملتے ہوئے ہمیشہ اور ہر حالت میں دل کی آنکھ  
 کو مصنوعی طور پر دوست کی طرف لگاٹے رکھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللّٰہ تعالیٰ تجھے فنا و بقا کے مقام تک پہنچائے تجھے تجھ سے فنا کرے  
 اور تجھے اپنے ساتھ بقا بختے۔ جان تو کہ خواجہ بزرگوار و خواجہ سید بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ  
 اور ان کے خلفائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کا حاصل عقیدہ صحیح کے حاصل کرنے اور اس کا سلف  
 صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عقائد کے ساتھ مطابق و موافق کرنے اور اعمال صالحہ  
 بجالانے اور سنن ماثورہ کی تابعداری کرنے اور منظورات پر اگندہ خیالات، دگر و ہات سے  
 پرہیز کرنے کے بعد دوام حضور مع الحق ہے کہ اوقات بغیر سستی اور توجہ کی پراگندگی کے گزریں اور  
 یہ حضور جب سالک کے نفس کا ملکہ اور ملک ہو جاتا ہے اس کو مشاہدہ کہتے ہیں اور یہ دولت غظلی  
 حضور حق سبحانہ تین طریقہ سے ہو سکتی ہے۔

حضور قلب کے ساتھ نفی و اثبات کا تکرار پیر و مرشد کے بتلائے ہوئے  
 اول طریقہ طریقہ کے مطابق کرنا۔

توجہ و مراقبہ کو اسم ذات یعنی اثبات مجردہ (اسم مبارک اللہ)  
دوم طریقہ: اس کا ذکر پیر و مرشد کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق کرنا۔

سوم طریقہ: رابطہ پیر ایسے پیر سے رابطہ محبت ہو جو کہ مقام مشاہدہ پر پہنچا ہو  
اور تجلیات ذات سے متصف ہو گیا ہو اس کا دیدار بمقتضائے حدیث  
ہم الذین اذا مرنا ذکر اللہ (اولیاء وہ لوگ ہیں جن کو دیکھنے سے  
ندا یاد آجائے) ذکر کا فائدہ دیتا ہے اور اس کی محبت بموجب حدیث  
ہم جلساء اللہ (وہ اللہ کے جلسے ہیں) کے حق جل و علا کی صحبت  
کا نتیجہ بخشتی ہے۔

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تینوں ممتذکرہ طریقوں پر کافی روشنی ڈالی  
ہے اور مفصل ہدایات ارشاد فرمائی ہیں لیکن چونکہ ان کا تعلق خاص کر اپنے اپنے مشائخ کے بتائے  
ہوئے طریقوں کے ساتھ ہے اس لئے اسی پر اکتفا کی جاتی ہے ہر مرید اور سالک کو چاہیے کہ اپنے  
اپنے پیر و مرشد کی ہدایت کے مطابق عمل کرے اور اس شعر کے مطابق جب تک گہر مقصود و مآخذ  
نہ آئے آرام سے نہ بیٹھے اور قرار نہ پکڑے۔

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید

باجاں رسد بجاناں یا جان ز تن بر آید

شرائط ذکر کے بیان میں حضرت خواجہ محمد یار سارحتمہ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ذرا اس  
نے شیخ کامل سے حاصل کیا ہوا اور شیخ کامل نے تخم ذکر حقیقی کا اس کے باطن میں بویا ہوا اور اس مائے  
میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حصول نسبت (بیعت) سے  
پہلے ذکر اعمال ابراہیم سے ہے اور حصول نسبت کے بعد اعمال مقربین سے اور دوسری جگہ یہ  
بھی فرمایا ہے کہ ذکر بلاشبہ اسباب وصول سے ہے لیکن غالباً رابطہ محبت شیخ و فائدہ شیخ سے  
مشروط ہے یعنی جو ذکر پیر کامل سے حاصل کیا ہو وہی خدا تک پہنچا سکتا ہے بشرطیکہ محبت شیخ و  
فائدہ شیخ حاصل ہو حضرت مجدد الف ثانی اس مکتوب میں آگے جا کر فرماتے ہیں کہ شیخ مقتدا  
د پیر کامل کی صحبت رعایت آداب کے ساتھ کافی ہے یعنی رابطہ تہنہ رعایت آداب صحبت

اور شیخ کی توجہ و التفات کے ساتھ بغیر ذکر کے بھی موصول ہے یہاں سے دو باتیں ظاہر ہوئیں۔

اول

راہ سلوک و وصول الی الحق میں حصول کمالات کے لئے پیر کا ملکا ہونا شرط ہے جس کے بغیر  
راہ سلوک طے نہیں ہو سکتا اور سالک (طالب) منزل مقصود پر پہنچ نہیں سکتا۔ نعم ما قبل  
الرفیق ثم الطريق راستہ چلنا ہو تو پہلے رفیق (راہبر) کا ہونا ضروری ہے جو راہ سے کلی یا خبر ہو۔  
مثنوی

ہر کہ ذرا راہ بے قلاوڑے رود

ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود

جو شخص بغیر مدد و رہنما کے راستہ چلتا ہے اس کا دو دن کا سفر سو سال کا بن جاتا،

دوم

مرید ارادت میں صادق اور پیر کا عاشق ہو۔

مرید ار عاشق پیرے نباشد

مراد را پیچ تدبیرے نباشد

مرید اگر پیر سے عاشقانہ و الہانہ محبت نہ رکھتا ہو تو اس کو کوئی تدبیر مفید نہیں پڑتی۔

پیشتر اس کے کہ ضرورت شیخ ذبیعت پیر و مرشد پر کچھ لکھا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے

کہ پہلے ان پاک اور مقدس ہستیوں سے تعارف کرایا جائے جن کے قدم میمنت زد مے گاہ کریم  
بارگاہ رب العزت تک پہنچ سکتے ہیں۔

مورے مسکین ہو سے داشت کہ در کعبہ رسد

پہنچہ در پائے کبوتر زدو ناگاہ رسید

دایک مسکین چھوٹی یہ خواہش رکھتی تھی کہ کعبہ شریف میں پہنچے حرم شریف کے رہنے والے

کبوتر کے پاؤں پکڑے اور اچانک پہنچ گئی۔

## تعارف اولیاء اللہ

۱۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری تمہارا مورثی اپنی کتاب کشف المحجوب میں ولی کی ولایت اور کرامت پر بحث فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کچھ بندوں کو اپنا دوست بناتا ہے ان کی صفات یہ ہیں۔  
 ۱۔ دنیوی مال و دولت سے بے نیاز ہو کر وہ صرف ذات خداوندی سے محبت کرتے ہیں ان کے چہرے نورانی ہوتے ہیں جب دوسرے لوگ ڈرتے ہیں تو وہ نہیں ڈرتے جب دوسرے لوگ غمزدہ ہوتے ہیں تو یہ نہیں ہوتے **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا نُحِیُّ عَلَیْہُمْ وَاَلاھُمْ یَحْیِیُّ کُلَّ شَیْءٍ** اور جب ایسے لوگ دنیا میں نہ رہیں گے تو قیامت آجائے گی۔ ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی ذات اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی دلیل سے روشن اور واضح ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اپنے مکتوب شریف نمبر ۱۲ جلد ثانی میں فرماتے ہیں۔ اہل اللہ کا وجود حقیقت میں کرامات میں سے ایک بڑی کرامت ہے اور لوگوں کو حق تعالیٰ کی طرف ان کی دعوت حق تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے اور ان کا مردہ دلوں کو زندہ کرنا بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اہل اللہ زمین و آسمان کے لئے امان اور نجات کے لئے عنایت ہیں۔ ان کی شانیں ہیں کہ ان کی طفیل سے آسمان سے بارش ہوتی ہے اور ان ہی کی طفیل سے لوگوں کو ذوق ملتا ہے۔ ان کا کلام دوا اور ان کی نظر شفا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہیں اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہم نشین بد بخت نہیں رہتا اور ان کا محبوب زیباں کار نہیں ہوتا وہ علامت کہ جس سے اس گروہ کا حقیقی و مبطل (سچا و جھوٹا) ممتاز ہو جائے یہ ہے کہ اگر ایسا شخص جو شریعت پر ثابت قدم ہو اور اس کی صحبت میں دل کو حق سبحانہ کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور اسوائے حق سے بے توجہی ہوتی ہے تو وہ شخص حق سبحانہ ہے۔ اور حسب تفاوت درجات اولیاء کے شمار میں ہے یہ علامت امتیاز بھی مناسبت والوں کے لئے ہے



جو شخص محض بے مناسبت ہو کسی سے بیعت نہ ہو اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بذریعہ سلسلہ مشائخ نسبت صحیح نہ رکھتا ہو، وہ بالکل محروم ہے۔

۳ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی بذیل آیت صراط الذین انعمت علیہم صلوا، شہداء اور انبیاء کی رفاقت کا ذکر تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں، لہذا دخول ر طریقہ اہل اللہ و نسل بانہما حسن محمود اہل اسلام شدہ دانکہ، حق تعالیٰ ایساں را دوست می دارد و برکت در کلام و در انفاص و در افعال و در مکانات ایساں و در ہم صحبتان ایساں و در اولاد و نسل ایساں و در زیارت کنندگان ایساں پے در پے ظاہر می گردد و نزد خود ایساں را جا ہے و مرتبہ می بخشد کہ دعائے ایساں مستجاب شود و بلکہ ہر کہ در حاجت با ایساں نوسل نماید حاجتے او را در او اگر دو۔ الخ

ترجمہ: اس لئے اہل اللہ را دویاے کرام و پیران عظام کثر ہم اللہ تعالیٰ کے طریقہ میں داخل ہونا اور ان کو وسیلہ بارگاہ رب العزت میں بنانا اہل اسلام کے نزدیک نیک اور مستحسن ہو گیا ہے اس سبب سے کہ حق تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے اور ان کو کلام و انفاص اور افعال و مکانات ان کے ہم نشینوں اولاد و نسل حتیٰ کہ ان کی زیارت کرنے والوں کو بھی لگاتار برکتیں ظاہر فرماتا رہتا ہے اپنے نزدیک ان کو مرتبہ اور احکام بخشتا ہے کہ ان کی دعائے قبول کی جاتی ہے بلکہ جو کوئی کسی حاجت میں ان کا وسیلہ پکڑتا ہے ان کی حاجت بھی پوری ہو جاتی ہے۔ الخ

### علم حضوری

۴ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رسالہ "الطاف القدس" میں لکھتے ہیں:۔  
چوں رفتہ رفتہ سخن بچھائی غامضہ او فنا دازاں حالت نیز رمزے باید گفت چوں آب از سرگذشت چم یک نیزہ و چم یک مشت۔ کمال غارت از حجر بخت بالا تر میرود و نفس کلیتہً بجائے سجد غارت می شود۔ ذات بخت بجائے روح او ہم عالم را طبعاً بعلم حضوری در خود بیند۔

ترجمہ: جب چلتے چلتے بات پر شدید حقیقتوں تک جا پہنچی۔ اس حالت سے بھی کوئی راز اور راز کی بات کہہ ہی دینی چاہیے جب پانی سر سے گزر گیا تو کیا ایک نیزہ اور کیا ایک بالشت عارف کا کمال عقل کل سے بالا تر چلا جاتا ہے اس کا نفس (امارہ) بالکل عارف کا جسم و خدا شناسی اور ذات بحت حق تعالیٰ اس کی روح کی بجائے ہو جاتی ہے اب وہ تمام دنیا کو از خود اپنے علم حضوری سے اپنے آپ میں دیکھتا ہے۔

### تائیر و تصرف

در حضرت مولانا زبدة الاصغیر نور الدین عبدالرحمن جامی اپنی کتاب نفحات الانس میں فرماتا اذی اللہ پر بخت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

چوں حق سبحانہ یکے از دستاں خود را منظر قدرت کاملہ خود گرداند و در ہولائے علم ہر نوع تصرف کہ نماید تواند کرد۔ فی الحقیقت آل تائیر حق است کہ در و نے ظاہری شود ترجمہ: بر حق سبحانہ اپنے دوستوں میں سے کسی ایک کو اپنی قدرت کاملہ کا منظر بناتا ہے تو وہ جہان کی ہر چیز میں جس قسم کا کہ تصرف چاہے کر سکتا ہے حقیقت میں وہ تائیر حق تعالیٰ کی ہے جو اس میں ظاہر ہوتی ہے۔

۴۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مشنوی شریف میں مذکورہ بالا اور دیگر باتوں پر نمبر ۵ پر اپنے چند اشعار میں روش کا ڈالتے ہیں ذرا چشم حق ہیں سے ملاحظہ فرمائیے

در بشر و پوش کرد است آفتاب فم کن واللہ اعلم بالصواب

آنکہ از حق یابد او وحی و جواب ہر چہ فرماید بود عین صواب

دست پیر از غائبان کوتاہ میت دست او بر قبضہ اللہ نیست

ادبیا را ہست طاقت از اللہ تیر دستہ باز گردانند نہ راہ

ترجمہ: سورج نے ایک آدمی کے جسم میں اپنے آپ کو چھپا لیا ہے اس بات کو تو سمجھ لے ورنہ سب سے بہتر اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ خدا تعالیٰ سے وہ وحی یا سوال کے مقابلے میں جواب پاتا ہے اور پھر اسے بیان کرتا ہے وہ بالکل درست ہوتا ہے ایک

پیر کا ہاتھ اپنے مریدوں سے چھوٹا نہیں ہوتا کیونکہ اس کا ہاتھ قبضہ الہی سے باہر نہیں ہوتا اللہ کے دوستوں کو خدا کی مہربانی سے وہ توفیق حاصل ہوتی ہے کہ کمان سے چھوٹے ہوئے تیر کو بھی راستہ سے پھیر لیتے ہیں حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم بھی فرما گئے ہیں :-

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زور بازو کا  
نگاہِ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

، حضرت امام محمد غزالیؒ رسالہ منقذ من الضلال میں لکھتے ہیں۔

ان الصوفیہ ہم السالکون بطریق اللہ خاصۃ و ان سیرتہم احسن  
السیر و طریقتہم اصوب الطرق و اخلاقہم ان کی الاخلاق لوجمع  
خقل العقلا و حکمتا الحکما و اعلم الواقفین علی اسرار الشراخ من  
العلماء لغيروا شیئا من سیرہم و اخلاقہم یبدلوا ہما ہونہ غیر منہ  
م یجدوا الیما سبیلاً و ان جمعہم فی ظاہرہم فی باطنہم  
مقتسباً من نور مشکوۃ النبوة و لیس و من نور النبوة علی وجہ الارض  
الی انا قال انہم یشہدون الملائکتہ فی لفظہم و ارواح الانبیاء  
ولیسعون منہم اصواتاً و یقتسبون منہم فوائد الخ۔

نقلہ مطلب یہ ہے کہ حضرات صوفیائے کرام ہی نہیں جو خاص کر اللہ تعالیٰ کی راہ  
پر چلنے والے ہیں۔ بلاشبہ ان کی سیرت بہترین سیرت اور ان کا طریقہ تمام طریقوں سے  
زیادہ صحیح اور ان کے اخلاق پاکیزہ ترین اخلاق میں سے ہیں  
حتیٰ کہ بلند پایہ عقلاء، حکماء اور رموز شریعت سے واقف  
علماء کے تمام علوم جمع کئے جائیں تو یہ سب ان کے سامنے  
بے سچ ہیں۔ بلاشبہ ان کی تمام حرکات ظاہری اور باطنی شمع نبوت و اشعاع احمدی سے نکلتی  
ہیں کیونکہ روئے زمین پر نور نبوت کے سوا کچھ نہیں یہاں تک کہ حضرات صوفیائے کرام  
بجائے بیداری ارواح انبیاء اور ملائکہ کو دیکھنے ان کی آوازیں سنتے بلکہ ان کی ذات

سے مناف حاصل کرتے ہیں۔ الخ

## تسخیر کائنات

۸. حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سے  
 جاں چوں افزود شد گزشت از انتہا  
 شد مطیعش خلق جملہ چہیز با  
 جب جان در روح از قی کر گئی تو انتہا سے بھی گزر گئی حتیٰ کہ تمام کائنات کی  
 جانیں اس کی مطیع ہو گئیں کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے یہ  
 چوں از دگشتی ہمہ چیز از تو گشت

یعنی جب تو نے خالق کائنات و مابک کل سے تعلق پیدا کر لیا تو تمام چیزیں تیری  
 ہو گئیں اور جب تو اس سے منحرف ہو گیا اس سے منہ موڑ لیا۔ اس سے دور ہو گیا تو تمام  
 چیزیں تم سے پھر گئیں سب نعمتوں نے تم سے منہ موڑ لیا حضرات صوفیائے کرام کے مقام کی بڑی  
 بیان کی گئی ہے کہ جب وہ بموجب حدیث شریف من کان لله کان اللہ لہ جو اللہ کا  
 ہو جائے اللہ اس کا ہو جاتا ہے کے مقامات سلوک میں ترقی کرتے کرتے فنا فی اللہ و بقا  
 باللہ کے مقامات حاصل کر لیتے ہیں تو ہر چیز کائنات کی ان کی مطیع اور فرمانبردار ہو جاتی  
 ہے اس وقت شیخ دریائے ازل کا چشمہ ہو جاتا ہے جو لوگوں کی اصلاح کرتا اور حرص و ہوا  
 اور حسد کی آگ کو دلوں سے دور کرتا ہے اور اس وقت شیخ انوار خدا کا عکس ہوتا ہے  
 جو جہاں سے غیبیاں اور دلوں سے غفقت و نسایاں کی تاریکی دور کرتا ہے اور انوار الہی  
 سے انہیں منور کر دیتا ہے اس وقت شیخ گرمی میں آب کو شکر کی مانند ہوتا ہے آب کو شکر  
 شکر کی سیرابی کا بہترین سامان مانا گیا ہے سبحان اللہ۔ اگر اہل اللہ کی صحبت اختیار  
 کی جائے اور صحیح اعتقاد کے ساتھ ان کی ہدایات پر عمل کیا جائے تو پھر کیسے اصلاح نہ  
 ہوگی اور وصول الی اللہ میں کیوں کامیابی نہ ہوگی۔



## معیت اولیاء اللہ کا فائدہ

۹۔ حدیث شریف اَرْهَمُ الَّذِينَ إِذَا مَرُّوا ذَكَرُوا اللَّهَ يَعْنِي أَوْلِيَاءَ اللَّهِ وَهِيَ  
جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ جب یہ مقدس لوگ واصل بمقام مشاہدہ اور نورانی بہ تجلیات ذر  
ہو جاتے ہیں تو ان کو دیکھنے سے ذکر کا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے۔ بموجب حدیث شریف مذکورہ  
بالا ان کی صحبت اور معیت میں رہنا اور بیٹھنا خدا کے ساتھ بیٹھنے کا فائدہ دیتا ہے  
بموجب حدیث شریف ہم جلساً اللہا رده اللہ کے جلس میں چنانچہ حضرت مولانا روم  
رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا او نشیند در حضور اولیاء

ترجمہ: جو کہ چاہے ہم نشینی خدا چاہیے ہو ہم نشین اولیاء

جو خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہے اسے کہو کہ اولیاء خدا کے دوستوں کے حضور میں بیٹھے

مثنوی: مسجدے کو اندر دن اولیاست سجدہ گاہے جملہ است آنجا نداشت

وہ مسجد جو اولیاء کے اندر دلوں میں سے وہ تمام مخلوق کی سجدہ گاہ ہے کیونکہ وہاں  
خدا کا نور جلوہ فگن ہے، مولانا رومؒ اوپر کے اشعار میں فرماتے ہیں کہ بیوقوف لوگ مسجد کی تعظیم  
کرتے ہیں کہ یہ خانہ خدا ہے اور اہل دل دابل اللہ کو ستانے رکھ رہتے ہیں حالانکہ اہل ظاہری  
مسجد کو تو بعض خاص وجوہ سے خانہ خدا مان لیا گیا ہے اور یہ بزرگوں کے دل پچ پچ کے خانہ خدا  
ہیں فرماتے ہر مسجد تو ان بزرگوں کے دل ہی ہیں

## نشان قلب عبد مومن

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ میں کسی جگہ نیچے ادر زمین  
آسمان میں نہیں سما سکتا عجیب ہے کہ مومن کامل کے دل میں سما جاتا ہوں پس اسے انسان اگر تو مجھ  
کو چاہتا ہے تو ایسے ہی دلوں میں تلاش اور طلب کر۔ اس حدیث قدسی کے مطابق مولانا رومؒ

انجا خدا رت کے الفاظ کیسے صادق آتے ہیں۔ سچ فرمایا اس مخبر صادق و مصدق صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم نے ہم جلسۃ اللہ اودہ اللہ کے جلس میں (مثنوی)

گر نبودے سر حق اندر وجود آب و گل را کے ملک کرے سجود  
 نور حق ظاہر بود اندر ولی نیک ہیں باشی اگر اہل ولی

۱۰۔ قرآن کریم میں فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا ذکر آیا ہے مگر  
 روم اور اصر اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ اگر سر حق حضرت آدم علیہ السلام کے وجود میں نہ آتا تو  
 فرشتے کیونکر آپ کو سجدہ کرنے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا وجود مبارک کیچڑ اور گار سے  
 تیار ہوا تھا اور فرشتوں کی پیدائش نوری (نور سے) تھی آگے فرماتے ہیں یقیناً ولی کے اندر  
 نور حق ظاہر ہوتا ہے۔ اگر تو اہل دل سے ہے تو اچھی نظر سے اس کو دیکھ۔

### شان اولیاء اللہ

۱۰۔ الف، قرآن کریم میں ہے اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَآخُونَ عَلَيْهِمْ وَاُولٰٓئِكَ  
 يَحْبِبُوْنَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُوْنَ هُمْ هُمُ الْبَشَرُ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا  
 وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْرُ الْعَظِيْمُ يَادْرُ  
 اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ناک اثر پڑنے والا ہے اور نہ وہ کسی مطلوب شے کے فوت  
 ہونے پر غموم ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ انہیں خوفناک اور غمناک حوادث سے بچاتا ہے وہ اللہ  
 کے دست ہیں جو ایمان لائے اور معاصی سے پرہیز کرتے ہیں یعنی ایمان اور تقویٰ سے  
 اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں اور خوف و عزت سے ان کے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان  
 کے لئے ذیوبی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی من جانب اللہ خوف اور عزت سے بچنے کی  
 خوشخبری ہے اور اللہ کی باتوں (وعدوں) میں تبدیلی نہیں ہوتی پس جب بشارتیں  
 ان سے وعدہ کیا گیا اور وعدہ ہمیشہ صحیح ہوتا ہے اس لئے عدم خوف اور عدم عزت لازم  
 ہے اور یہ بشارت جو مذکور ہوئی بڑی کامیابی ہے۔

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید ترسدا زوے جن و انساں ہر کہ دید

جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے جن اور انسان میں سے جو کوئی اس کو دیکھتا ہے اس سے ڈرتا ہے

۱۱ تجرید بخاری حدیث قدسی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے دوست سے دشمنی کی مگر باندھی اس کو میں اعلان جنگ دیتا ہوں اور بندہ جتنا میرے فرائض ادا کرنے سے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے اتنا کسی چیز سے نہیں کر سکتا میرا بندہ میرا قرب بذریعہ نواقل حاصل کرتا ہے اور ان کو پڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور قسم اگر وہ کچھ مجھ سے مانگے تو میں ضرور اس کو دوں۔ اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اس کو پناہ دوں اور مجھے اپنے افعال سے کبھی پروردگار نہیں ہوتا۔

اس مضمون کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ان حقائق غامضہ سے ملا کر دیکھیں جن کا ذکر اوپر نمبر ۱۱ میں الطاف القدس سے کیا گیا ہے۔

۱۲ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب قول الجمل میں بیعت لینے والے یعنی پیر و مرشد میں چند شرائط کا ہونا لکھتے ہیں جن کا منقراً ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے تاکہ ظاہر پرستوں کو بھی ان پاکستیوں کی پہچان میں کوئی مشکل نہ رہے۔

شرط اول: لکھتے ہیں کہ علم قرآن و حدیث کا عالم ہو پھر اس علم کی مقدار اور وسعت پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عالم ہونا مرشد کا ہم نے فقط اس لئے شرط کیا ہے کہ بیعت سے غرض مرید کو مشروعات کا امر کرنا اور اس کو خلات شرع سے روکنا ہے اور باطنی تسکین کی طرف اس کی رہنمائی کرنی اور بدخویوں کا دور کرنا، نعمات حمیدہ کا حاصل کرنا اور مرید کا جملہ امور پر عمل کرنا اور کار بند ہونا چنانچہ جو شخص کہ عالم اور ان امور و فضائل ہو گا اس سے یہ کس طرح متصور ہو گا اس بحث کے خاتمہ پر کہتے ہیں کچھ نہیں تو

علم از کم ایسا مرد ہو جس نے مستحق علماء کی بہت مدت تک صحبت کی ہو اور ان سے ادب سیکھا ہو اور حرام کو پہچانا ہو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کثیر القوت ہو یعنی قرآن اور حدیث سن کر ڈر جاتا ہو اور اپنے افعال و اقوال و حالات کو کتاب و سنت کے مطابق کر لیتا ہو تو امید ہے کہ اس قدر معلومات بھی عدم علم کی صورت میں اس کو کفایت کریں واللہ اعلم۔

دوسری شرط: عدالت اور تقویٰ ہے تو واجب ہے کہ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ پر اڑ نہ جاتا ہو۔

تیسری شرط: یہ ہے کہ دنیا کا تارک ہو اور آخرت کا راغب۔ طاعات مؤکدہ اور اذکار مانورہ کا محافظ ہو۔ دماغ تعلق دل کا اللہ پاک سے رکھتا ہو اور یادداشت کی مشق کا عمل اس کو حاصل ہو۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ بیعت لینے والا کامل مرشدوں کی صحبت میں رہا ہو اور زمانہ دراز تک ان سے ادب سیکھا ہو اور ان سے باطن کا نور حاصل کیا ہو اور صحبت کاملین اس واسطے مشروط ہوئی کہ عادت الہی یونہی جاری ہے کہ مراد نہیں ملتی جب تک مراد پانے والے کو نہ دیکھے جیسے انسان کو علم حاصل نہیں ہوتا مگر علماء کی صحبت سے اور قیاس پر دوسرے پیشے میں جیسے آہنگری بغیر صحبت آہنگریا بخاری بدوں صحبت بخارہ ترکھان نہیں آتی۔

۱۳۔ حضرت خواجہ عزیزاں علی رامیتنی اُس بارے میں کیا خوب فرماتے ہیں۔ رباعی

باہر کہ نشینی و نشد دل جمعی !  
 و از تو نہ رہید صحبت آب و گلت  
 ز نہار ز صحبتش گریزاں میباش  
 ورنہ نکند روح عزیزاں بکلت

۱۔ معانی کرنا۔



حس کسی کے ساتھ تو بیٹھا اور تجھے دل جمعی نہ ہوئی اور تو اپنے پانی و مٹی یعنی جسم کی صحبت سے دور نہ ہوا تو خیر دار! ایسے شخص کی صحبت سے دور بھاگتا رہ اگر تو اس کی صحبت سے پرہیز نہیں کرے گا تو یاد رکھ کہ روح عزیزاں یعنی میں تجھ کو معاف نہ کر دوں گا۔

۱۲ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ جابجا مثنوی شریف میں اولیاء اللہ کی تعریف اور ان کے اوصاف حمیدہ اور آثار متمیزہ بیان فرماتے ہیں تاکہ عوام الناس بے خبری میں ان سے دور نہ رہیں بلکہ ان کو پہچان کر حسن عقیدت سے اپنی اصلاح روحانی کے لئے اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیں اور ان کی صحبت و معیت میں رہ کر مغفرت الہی حاصل کر لیں جس عزن و غایت کے لئے وہ پیدا کئے ہیں چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے کلام حمید و فرقان حمید میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِي بِطَاعٍ مَفْسَرِينَ لِيَعْبُدُونِ كَمَا مَعْنَى لِيَعْرِفُونِ كَمَا كُنْتُمْ لِيَعْبُدُونَ۔

ترجمہ: میں نے جن اور انسان کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچان لیں (میری معرفت حاصل کریں تاکہ ہمیشہ میری عبادت کرتے رہیں۔ اور میرے ہی غلام بن کر رہیں) حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (مثنوی)

اسرائیل وقت انداویا	مردہ رازیشاں جبات است و نما
جانہائے مردہ اندر گورتن	برجہد ز آواز شاں اندر کفن
گوید این آواز آواز با صداست	زندہ کردن کار آواز خداست

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ اسرائیل زمانہ میں کیونکہ مردہ دلوں کو ان سے زندگی اور نشوونما حاصل ہوتی ہے۔ بدلوں کی قبر میں مردہ اور بے حس پڑی ہوئی روہیں ان اولیاء اللہ کی آواز یعنی فیض تعظیم کے اثر سے یعنی غسلت کے پردے کے اندر حرکت کرنے لگتی ہیں جس طرح اسرائیل کے نفع صور سے مردے قیامت کو اٹھ کھڑے ہوں گے اسی طرح ان بزرگوں کے فیض تعظیم سے بے حس اور نختہ روح جاگ اٹھتی ہے زندہ پکارا کھٹتی ہے کہ یہ آواز تو سب آوازوں سے نرالی ہے کیونکہ زندگی بخش دینا تو خدا کی آواز ہی کا کام ہے اس آفری شعر میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اولیاء اللہ کی آواز کو تمام آوازوں سے

ترا اقرار دے کہ اس کو خدا کی آواز بتایا ہے جب تجربہ و مشاہدہ معلوم ہو گیا کہ اولیاء اللہ کی تعلیم و تلقین سے مردہ روح زندہ ہو جاتی ہیں جس کی سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مثالیں موجود ہیں حالانکہ زندگی بخش دینا خدا کی آواز ہی کا خاصہ ہے اس سے ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ کی آواز خدا ہی کی آواز ہے اور ان کی تعلیم و تلقین پسند و نصائح اور ملفوظات اللہ کے حکم سے اپنا کام کرتے ہیں۔

گفتہ اوگفتہ اللہ بود گرچہ از خلقم عبد اللہ بود

اس کا کہا خدا کا کہا ہی ہوتا ہے اچھ وہ خدا کے مقبول بندے کے خلق سے نکلتا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے فاذا احببته نکنت سمعاً الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و ید الذی یبطش بہا و من جملہ التی یبشی بہا ہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی بندے کو دوست بنا لیتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ دوسروں سے نرال ہوتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دوسروں سے نرال ہوتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے یعنی دوسروں سے نرال پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دوسروں سے نرال چلتا ہے۔

## پیر کامل

پیر کامل دھونڈا گرچا ہے کمال جو کہ ہے بے پیر کب رکھتا ہے حال

صاحب مفتاح العلوم نے اس مقام پر مولانا سمعیل میرٹھی مرحوم کے چند اشعار بیان فرمائے ہیں اپنے شیخ دیر و مرشد کی مدح میں کہے ہیں وہ یہ ہیں جو قارئین کرام کی تفسیر طبع کے لئے لکھے جاتے ہیں۔

اے تیری آواز، آواز خدا اور خاموشی تیری راز خدا  
 بھٹے لب شیریں لب دہائے ذات اس لئے ہر بات تھی آب حیات  
 مردہ روہوں کیلئے بھٹے زندگی زندگی وہ جس کو ہو پائیدگی

تیرے دم سے حشر رُحانی ہوا صاف و صیقل گوہر کافی ہوا  
صدر پھونکنا تو نے اسکی جان میں جو ہوا سو ہو گیا اک آن میں

بسمان اللہ کیا اشعار کہے ہیں۔ امام الوقت، غوث زماں، مجدد دوراں، قوم جہاں  
اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، امیر ملت حضرت شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری مدظلہ العالی  
کے نصرفات روحانی کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے یوں تو پاکستان کیا سارے ہندوستان کے  
اہلسنت والجماعت مسلمان آپ کی ذات والا صفات و بابرکات پر فخر کرتے ہیں لیکن خاص وہ  
لوگ جنہوں نے آپ کے دست مبارک پر توبہ و بیعت کی ہے اور جن کے مردہ دل زندہ ہو گئے  
ہیں بفضل تعالیٰ دس لاکھ سے زیادہ ہیں کوئی صوبہ ضلع شہر اور گاؤں نہیں جہاں حضور  
کے خادم نہ پائے جاتے ہوں وہی ہو کر نبیوں کا سا کام کر دکھانا آپ کا ہی حصہ ہے اس پر آشوب  
اور نادیت پرستی کے وقت میں جب کہ ہر طرف شرک و بدعت اور رسوم و فیشن کفار کا دور  
دورہ ہے آپ نے ہندوستان کے گوشے گوشے میں جا کر تبلیغ اسلام کا حق ادا کیا درنا محمد للہ  
علی ذالک جو کچھ آپ سے دیکھا اور جیسا آپ کو پایا ہے سخت ناشکری ہوگی کہ اویا اللہ  
کالتعاق کراتے ہوئے اس کو بیان نہ کر دیا جائے۔ راقم الحروف نے دو چار بند پنجابی  
میں لکھے ہیں جو حضور کے تعارف کے نئے تحریر کئے جاتے ہیں

اک پیر علی پور، بیداں دے سپر خاص رسول دی آل وچوں  
دھماں وچ جہان دے پانیاں سولاٹاں نورائے ال ال وچوں  
اکثر بھیت حقیقت تے معوت دے رندے نکل دے نہیں قیل قال وچوں  
طالب قطباں دے چر اے غوث اعظم پرکھ توں آکے قال حال وچوں

شاہہ جماعت ولیا تدی دابن آیا، اتے مدت دابنیاں امیر وکھو  
پہنچے وقت مصیبتاں سستے کوکال اپنے وقت دا اے دستگیر وکھو

بادشاہ بھی آن غلام ہوئے، پائی شان واہ دا عالمگیر دیکھو  
طالب نبیاں داکم سنبھالیا سو شکلوں نبی دی غین تصویر دیکھو

لکھاں دیکھ کر امتاں ہوئے قائل لکھاں خواہاں نہیں آشنا دیکھو  
دل موہیے لکھاں دے اک نظروں ایس شان دا اے دلیرا دیکھو  
تائب آن ہوئے گنہگار لکھاں راہ گم راہاں دتا دکھا دیکھو  
طالب ظاہری باطنی علم داے شان دیکھ کے ہوئے خدا دیکھو

چڑھیا شمس بدایت عرفان والا ہویا چائناں سارے جہان اندر  
ظلمت شرک تے بدعت وئی دور ہوئی واہ دا چمکیا نور آسمان اندر  
جلے و غطوے تے حلقے ذکر وائے ہوندے دیکھ لے ہر مکان اندر  
طالب نبی دی شان دکھا دتی اپنے عمل تھیں ایس زمان اندر

درست فرمایا حضرت مولانا نے

چوں قبول حق بوداں مرد راست دست او در کار ہا دست خداست

جب اس مرد صادق یعنی ولی کامل کو حق تعالیٰ نے قبول فرمایا ہے تو تمام کاموں  
میں اس کا ہاتھ خدا کا ہی ہاتھ ہوتا ہے یعنی مرشد کامل جو کائنات میں تصرف کرتا ہے  
وہ خدا کا ہی تصرف ہوتا ہے کیونکہ اسی کے حکم سے ہوتا ہے یہ

ایں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست

فانی است وگفت اوگفت خداست

اس پیر کامل کی دعا عوام الناس کی دعا کی طرح نہیں ہوتی بلکہ اس کا کہا خدا کا کہا ہوتا  
ہے اس لئے کہ وہ فتاویٰ اللہ ہو کر باقی باللہ ہو گیا ہے جو کچھ وہ کہتا، سنتا، دیکھتا اور کرتا  
ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے جیسا کہ کورہ بالا حدیث قدسی میں گزار



قرآن کریم سورہ نسا رکوع ۹ میں ہے اَتُرِيدُ دَانَ اَنْ تَقْدُوا مِنْ اَضَلِّ اللّٰهِ  
 وَهَنْ يُضِلُّ اللّٰهُ فَلَنْ تَحْدٰكُمَا سَبِيْلًا ؕ کیا تم چاہتے ہو کہ جس کو خدا نے گمراہ کر دیا اس  
 کو راہ راست پر لے آؤ اور جس کو خدا نے گمراہ کرے ممکن نہیں کہ تم میں سے کوئی اس کے لئے راستہ  
 نکال سکے در راہ راست پر لاسکے۔ اس آیت شریف سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء  
 اللہ کے اثر صحبت و تعلیم و تلقین سے جو لوگ راہ ہدایت پر آجاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ  
 کے حکم اور اس کی مرضی سے ہی ہدایت پاتے ہیں اور ان کی صحبت و تعلیم اللہ تعالیٰ ہی  
 کی صحبت و تعلیم ہوتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو انبیاء علیہم السلام و اولیاء عظام کی صحبت  
 تعلیم سے کوئی بھی ہدایت نہ پاتا۔ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے جو کوئی کام کرنا چاہتا  
 ہے تو اس کے اسباب و وسائل مہیا فرما دیتا ہے رشد و ہدایت کے محکمہ میں بھی یہی اصول  
 کا فرما ہے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ وَاللّٰهُ تَعَالٰى جِسْم  
 کو چاہتا ہے بدھے راستے پر چلاتا ہے طریق کار وہی ہے جو اس نے ابتداءً آفرینش سے  
 اختیار کر رکھا ہے یعنی اپنے بندوں میں سے ہی ایک کو یا چند کو منتخب و برگزیدہ فرما کر اپنے  
 دوسرے بندوں کی طرح رسول نبی ولی مرشد اور مادی بنا کر بھیج دیتا ہے اور خود اسے ہادی  
 کی بجائی ان پر فرماتا اور صفت مادی کو ان کے دلوں پر القا کرتا ہے اور اعلان عام سنا  
 دیتا ہے۔ وَ مَنْ يُّطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ؕ یعنی جو اس رسول اور مادی کی  
 اطاعت کرے گا وہی ہمارا بھی مطیع سمجھا جائے گا جو اس سے گیا وہ ہم سے گیا و گو تو ا  
 مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ؕ ان سچے اور پاک لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔ ان کی صحبت و معیت کی وجہ  
 سے تم کو ایمان اور تقویٰ پر استقامت نصیب ہوگی۔ نفس کی شرارتوں اور شیطان کی  
 عداوتوں سے کچھ ضرر نہیں پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں شیطان کی کمر توڑنے کو فرماتا  
 ہے۔ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ یعنی میرے مقبول و محبوب بندوں  
 پر تو غلبہ نہیں پاسکتا جب صادقین اس کے شر اور ضرر سے بچیں گے تو ان کے ساتھ صحبت و  
 محبت رکھنے والے بھی ان کے زیر سایہ محفوظ رہیں گے مولانا رومؒ ایک جگہ ان کی عقل اور  
 فراست کی تعریف فرماتے ہیں۔

عقل عقلمند اولیا و عتہا بر مثال اشترالی تانہتا

”اولیا اللہ عقل العقول ہیں کہ عقول کی رہبری کرتے ہیں اور بقیہ عقول اول سے آخر تک اونٹوں کی مانند ہیں کہ ان کی تابع ہیں، اس لئے کہ ان کی عقل کا چراغ اسی عقل کل کی شمع سے روشن ہے اور ان کی فراست کا نور اسی نور السموات والارض سے منور۔“

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے التقوا من فراسة المؤمن فانہ ينظر بنور اللہ، مومن دکامل کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے، اس کا نور اس کے اندر جگمگا رہتا ہے اور وہ اسی نور کی روشنی میں چلتا پھرتا اور دیکھتا ہے

## مخاصمت اولیاء اللہ

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ پیر کامل کا ایک اور نشان اور پہچان بتاتے ہوئے فرماتے ہیں

گرنہ پیدا نید پیش نیک بد چیت باایشاں خساں راحد

اگر وہ (اولیاء اللہ) ہر کس و ناکس کے سامنے عالی پایہ بزرگ اور باکمال انسان کی صورت میں ظاہر نہیں ہیں تو پھر کہینے لوگوں کو کس کے ساتھ حسد ہے؟ اگر کسی کے پاس کمال ہوتا ہے تو جب ہی اس پر حسد کیا جاتا ہے۔ تھی دست اور یہ مایہ آدمی کے ساتھ کسی کو حسد کرنے کی کیا ضرورت؟ غرض کہینے لوگوں کا ان بزرگوں کے ساتھ حسد نہ بعض غناد رکھنا ان کے کمال کی دلیل ہے۔

اہل کمال کے ساتھ بڑے لوگوں کا حسد رکھنا قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے سب سے پہلے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام پر شیطان نے حسد کیا اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ارجند ہابیل کو جو صالح اور مستقی تھے خود ان کے بھائی قابیل نے ازراہ حسد قتل کیا حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ ایک عورت کو دشمنی تھی جس کی سازش سے دشمنوں نے آپ کی اونٹنی (ناقتہ اللہ) کو ہلاک کر ڈالا حضرت یوسف علیہ السلام پر بھائیوں کا حسد کرنا عام مشہور ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آپ کی قوم کا مالدار قارون نامی بغض و کینہ

رکھتا تھا یہاں تک کہ آپ پر اس کی سازش سے زنا کی تہمت لگائی گئی حضرت ذکر با  
 علی نبینا وعلیہ السلام دشمنوں کے ہاتھوں آرسے کے ساتھ چیر ڈالے گئے حضرت سحبی علیہ  
 السلام بادشاہ وقت کی بیگم کا شکار ہوئے اور قتل ہوئے حضرت سیدالانبیاء والمرسلین  
 حبیب رب العالمین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کا چچا ابولہب  
 سخت بغض رکھتا تھا۔ ابو جہل اور عقبہ وغیرہ نے آپ کو بے حد ستایا اور دکھ پہنچایا  
 حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اپنے وقت میں دشمنان  
 حاسد کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت امام اعظم کو ان کے حاسد نے اعلانیہ فحش کا بیاں  
 دیں۔ اسی طرح آج بھی اولیاء و صلحاء وغیرہ خالصانِ خدا کے حاسد ہوتے ہیں اور ہونے بھی  
 چاہتے ہیں۔ اینٹ، پتھر، گھاس پھوس، اور خاک سے کوئی حد و بغض نہیں کرنا مگر آفتاب  
 جہاں تاب کی نورانی شعاعیں چمکا دے، چھو ندر اور اوسب کے لئے وبال جان ہیں اہل  
 کمال بھی آفتاب ہیں پس بغض اور حسد بھی ان سے ہونا چاہیے نہ کہ اینٹ پتھر سے یہ سب  
 بے حقیقت لوگ۔ عداوت کرنے والے اگر عداوت نہ کرتے تو کسی کو کیا معلوم ہوتا کہ وہ  
 آفتاب ہیں اور یہ الو، چمگا دے اور چھو ندر ہیں دماغ اذ مفتاح العلوم  
 خدا کے مقرب بندے کی شان دیکھنے کے لئے دیدہ دل درکار ہے سپرہ چشم کی تہمت  
 کہاں ہے کہ آفتاب عالمتاب کی زیارت سے مشرف ہو سکے۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشہ کرے کوئی ہو دیکھنا تو دیدہ دل دارے کوئی

سچ ہے

آنکھ والا تیرے جو بن کا تماشہ دیکھے دیدہ کو رکھو کیا آئے نظر یا دیکھے

مقبول ایزد غفار حضرت مولانا خواجہ فرید الدین عطار اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں  
 بیان فرماتے ہیں کہ ایک بارجب سلطان محمود غزنوی حضرت سلطان المشائخ قطب وقت  
 الملوک ربانی شیخ پیرالواحسن فرقانی کی زیارت کو گئے تو سلطان محمود نے کہا مجھ سے حضرت  
 بایزید بطنائی کی کوئی بات اور حکایت بیان کیجئے فرمایا۔ بایزید نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ  
 کو دیکھا وہ شقاوت سے بے خوف ہو گیا۔ محمود نے کہا کہ وہ پینہ بدو عالم سے بھی بہتر ہیں؟ کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابو جہل، ابو لہب اور بہت سے مکروں نے دیکھا مگر وہ اہل شقاوت  
 ہی رہے فرمایا ادب کرو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوائے آپ کے چار بار اور  
 صحابہ کے کسی نے نہیں دیکھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَسَيُرَاهُم بَصِيرًا**  
**إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ** ہ پ ع

اے پیارے محبوب آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں حالانکہ وہ  
 نہیں دیکھتے، محمود کو یہ پسند آئی۔

دشمنان و منکرین انبیاء علیہم السلام داویاے عظام ظاہری آنکھوں سے دیکھتے  
 نہیں لیکن چونکہ حسد و بغض اور عناد نے ان کی باطنی (ذول کی) آنکھیں بند کر رکھی ہیں  
 اس لئے وہ ان کے غلو شان کو جان پہچان نہیں سکتے یعنی ان کے کمال کو دیکھ کر بھی  
 بغض و عناد کے سبب سے ان کو نہیں مانتے اور مخالفت کرتے رہتے ہیں چنانچہ  
 مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ورنہ دانشاں علم الیقین

چیت ایں بغض و حیلہ سازی دین؟

اور اگر وہ ان کے کمال کو یقینی علم سے نہیں جانتے تو ان کے ساتھ یہ بغض و حیلہ سازی  
 اور یہ کینہ کیوں ہے چونکہ ان کینہ لوگوں کا ان پاک بزرگ ہستیوں کے ساتھ بغض اور  
 عناد رکھنا ظاہر ہے اس لئے ان پاک لوگوں کا اہل کمال ہونا بھی ثابت ہے جس کو مخالفین  
 بھی جانتے ہیں مگر افسوس کہ ان کو اس برے نتیجے کی خبر نہیں جو قیامت کے روز اہل اللہ  
 کے ساتھ عداوت رکھنے والے کو پیش آنے والا ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بروایت  
 بخاری شریف آیا ہے۔

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو کوئی میرے ولی سے میرے لئے دشمنی کرتا ہے میں اس  
 کو اعلان جنگ دیتا ہوں۔“ (کہ میرے ساتھ لڑے) پیران عظام و صونبائے کرام سے  
 عداوت رکھنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اعلان جنگ دیتا ہے گویا ان کے ساتھ



عداوت کرنا خدا کے لئے کے ساتھ عداوت کرنا ہے۔ سچ ہے۔

گر جدا بیٹی زحمتی تو خواہہ را گم کنی ہم متن و دیباچہ را  
مولانا رومؒ اولیا اللہ کی مزید قدرت و منزلت اور علو شان بیان فرماتے ہیں۔

اولیا، اطفال حق انداے پسر غائبی و حاضری بس باخبر

عزیز سن! اولیا اللہ کے بچے ہیں وہ غیبت اور حضور کی دونوں حالتوں میں  
اس سے خوب آگاہ ہیں۔ شعر میں اولاد سے حقیقی مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اولاد و بسوی  
و غیرہ سے پاک ہے بلکہ اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ اولیا عظام اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق سے زیادہ  
عزیز ہیں جس طرح ماں کو اپنا بچہ پیارا ہے وہ اللہ اسی طرح ان کی حفاظت اور مدد کرتا  
ہے جس طرح ماں اپنے بچے کے لئے کرتی ہے اور جس طرح بچہ ہر بات میں اپنی ماں کا ہی دست  
ننگ ہوتا ہے اور اپنی ضرورت کی کفیل اپنی ماں ہی کو سمجھتا ہے اسی طرح اولیا کرام بھی  
ہمیشہ اللہ کے پناہ گیر اور اسی پر متوکل ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مخلوق  
اللہ کا کنبہ ہے اللہ کے نزدیک وہ شخص زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبہ کو نفع پہنچائے  
اور زیادہ اللہ کے نزدیک برادرہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کو اذیت پہنچائے۔

چونکہ اولیا اللہ سے مخلوق کو ظاہری اور باطنی ہر قسم کے بہت سے فوائد دیوہنتا  
حاصل ہوتے ہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کو سب مخلوق سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔ اور  
اس لحاظ سے مولانا نے بھی ان کو اطفال حق کہہ دیا تاکہ ان سے بعض حسد اور کینہ رکھنے والے  
لوگ متنبہ ہوں ان کی مخالفت سے باز آئیں اور عذاب آخرت سے بچیں۔

غائبی مہندیش از نقصان شان

کو کشد کیس از برائے جان شان

مولانا رومؒ فرماتے ہیں یہ نہ سمجھو کہ بحالت حضور ہی اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا ہے  
اور غیبت در جو عا بہ بشریت کی حالت میں اس کو ایذا دیتے ہیں اللہ والو کو نقصان نہیں  
ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کا ہر وقت ناصر و معین اور یار و مددگار ہے حضرات خواجگان  
نقشبندیہ کثر ہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اولیا اللہ کو کسی وقت بھی غیبت نہیں ہوتی بلکہ

وہ دوام حضور رکھتے ہیں دنیوی کاروبار میں بھی ان کی حالت ع

دل بہ یار و دست بکار

کے مصداق ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے **مَا جَاءُكَ لَا تَلْبِیْمٌ تَبْجَاسَةٌ وَلَا**  
**بِیْعٌ نِّیْنٌ ذِکْرُ اللّٰہِ اِلَیَّ اللّٰہِ** کے بندے بھی ہیں کہ جن کو مشاغل دنیوی تجارت و بیع خرید و  
دیگرہ ذکر اللہ سے نہیں روکتے وہ باوجود کاروبار کرنے کے بھی ہر وقت اللہ کے حضور حاضر رہتے ہیں  
مولانا آگے جا کر حق تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں۔

ہاں دہاں این دلی پوشاں من اند

صد ہزاراں ہزار ویک تن اند

خبردار! خبردار! یہ کملی پوش میرے ہیں ایک ارب کی تعداد میں ہیں اور ایک تن  
ہیں صاحب منقح العلوم فرماتے ہیں کہ دوسرے مصرع کا مطلب دو طرح ہو سکتا ہے  
ایک تو یہ کہ انبیاء و اولیاء اگر تعداد و شمار میں ایک ارب بھی ہوں تو بلحاظ وحدت مانند ایک  
وجود کے ہیں دوسرے یہ کہ نبی و ولی اگر بظاہر ایک شخص بھی ہے تو بھی بلحاظ طاقت و قوت کے  
ایک ارب اشخاص کا حکم رکھتا ہے چنانچہ آگے مثال کے طور پر فرماتے ہیں کہ اگر ایسا نہ ہوتا  
تو ایک اکیلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اسرار لاکھٹی سے فرعون اور فرعونوں کو زیر و زبر کیوں  
کرتے؟ اور حضرت نوح علیہ السلام ایک بد دعا سے مشرق و مغرب تک کی دنیا کو غرق طوفان  
کیوں کرتے؟ اور حضرت لوط علیہ السلام جو ان مرد کی ایک دعا بد کار لوگوں کے تمام تہر  
کو نامرادی کے ساتھ اکبٹرنہ ڈالتی سان کا بہشت کا سا سرسبز و شاداب شہر تباہ و برباد ہو  
کر سیاہ پانی کا دریا بن گیا جاتا۔ ان کے کھنڈر ملک شام کی طرف جا کر دیکھ لو جو بیت المقدس  
کے راستے میں گزر گاہ پر ہیں کیا ہی اچھا فرمایا گیا ہے۔

بیچ قومے را خدا رسوانہ کرد تا دل مرد خدا نامہ بدر د

جب تک کسی مرد خدا نبی یا ولی کا دل درد میں نہیں آیا دکھایا نہیں گیا خدا نے کسی

قوم کو ذلیل و تباہ نہیں کیا یعنی خدا کو بھی ان لوگوں سے پیرو دشمنی ہے جو انبیاء اور اولیاء کو دکھ

دینے اور ستانے میں ان کو اعلان جنگ دیتا اور تباہ و برباد کرتا آیا ہے

پول خدا خواہد کہ پر وہ مکس درد میلش اندر طعنے پا کاں زند  
اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنت الہیہ اسی طرح جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول  
اور محبوب بندوں کے حق میں طعنے بے ادبی اور گستاخی کرنے والے اکثر سوا و ذلیل ہوتے ہیں  
جب خدا کسی کا پردہ فاش کرنا چاہتا ہے تو اس کی رغبت و میلان پاک لوگوں کے طعنے مارنے  
کی طرف کر دیتا ہے کیوں نہ ہو سچ

اولیا اطفال حق اندلے پسر

دائے بیٹا! اللہ تعالیٰ کو اولیا ساری مخلوق سے زیادہ عزیز گو یا مانند اولاد کے ہیں  
اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی محبت و رفاقت نصیب فرمائے اور گستاخوں اور بے ادبوں کے شر سے  
بچائے آمین ثم آمین۔

## ضرورت میں پر لائل

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (پ ۲۷)

وہ ذات پاک ایسی ہے کہ جس نے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب تمہارے  
فائدہ کے لئے پیدا کیا، فائدہ خواہ کسی قسم کا ہو، کھانے کا پینے کا، برتنے کا، نگاہ کو تازگی،  
نفس یا روح کو حفظ دینے کا، کسی چیز کو دیکھ کر صحیح علم حاصل کرنے کا، الغرض جو کچھ زمین میں  
پیدا کیا گیا ہے سب کا سب ہمارے فائدے اور کام میں لانے کے لئے ہے اللہ تعالیٰ کا یہ  
انعام غام ہے کہ جس چیز کی ہمیں حاجت اور ضرورت پڑنی تھی وہ سب کی سب ہمارے لئے  
پیدا فرمادیں۔ بالفاظ دیگر کوئی چیز بے فائدہ و بے کار اور بے ضرورت پیدا نہیں کی چونکہ انعام  
الہی کا قبول نہ کرنا کفران نعمت و ناشکری ہے جیسا کہ اس اوپر والی آیت کیف تکفرون  
باللہ۔ الخ، و تجعلوا کیوں ناشکری کرتے ہو اللہ کے ساتھ حالانکہ تم محض بے جان تھے سو تم کو

جاندار کیا۔ پھر تم کو ماریں گے پھر زندہ کریں گے پھر ان اللہ ہی کے پاس لے جائے جاؤ گے میں اس سے پہلے بیان کر دو انعام و احسان جتلا کر فرماتے ہیں کہ اتنے دلائل ہوتے ہوئے تم کیسے ناشکی کر سکتے ہو کیفیت تکفرون کے الفاظ پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے العام کو قبول نہ کرنا کفر ہے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ انبیاء علیہم السلام پر ایمان نہ لائے۔ ان سے مستغید اور مستفیض نہ ہوئے وہ قرآن مجید کی زبان میں کافر کہلائے اس میں شک نہیں کہ فقہائے کرام نے خَلَقَ نَفْسًا مِّنْ نَّحْوِ ذَٰلِكَ لَیْسَ لَہُمْ مِمَّنْ لَّا یَلْمِزُہُمْ فِی شَیْءٍ مِّنْہُمْ وَہُمْ لَیْسَ لَہُمْ مِمَّنْ لَّا یَلْمِزُہُمْ فِی شَیْءٍ مِّنْہُمْ وَہُمْ لَیْسَ لَہُمْ مِمَّنْ لَّا یَلْمِزُہُمْ فِی شَیْءٍ مِّنْہُمْ وَہُمْ لَیْسَ لَہُمْ مِمَّنْ لَّا یَلْمِزُہُمْ فِی شَیْءٍ مِّنْہُمْ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لَیْعَبُدُونِ (پ ۲۷، ۲۸)

میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کیا کریں (یہ امرت حاصل کریں) اس لئے سلسلہ رشد و ہدایت کو اہم ترین قرار دیتے ہوئے اس کے حصول کو فرض قرار دیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے وجود پاک محکمہ رشد و ہدایت کی اسی اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لئے پیدا فرمائے گئے جو واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت عظمیٰ تھے جن خوش نصیب لوگوں نے "ضرورت نہی" کا احساس کیا ان پر ایمان لائے اور احکام الہی میں ان کی پیردی کی وہ مومن اور مسلمان کہلائے اور جنت کے حق دار ٹھہرائے گئے اور دنیا میں بھی حکومت و خلافت کفار پر غالب رہنے کا وعدہ انہی کو دیا گیا آیت مذکورہ سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا قصہ شروع فرماتے ہیں جس میں محکمہ رشد و ہدایت کی مانع میل ڈالی گئی ہے اور بتایا ہے کہ آدمی کی اصلاح بھی آدمی ہی سے ہو سکتی ہے اور انسان کی کامل اصلاح انسان ہی کر سکتا ہے کیونکہ مصلح کیلئے علم کی ضرورت ہے اور جس علم کی ضرورت ہے وہ ملائکہ کی استعداد سے خارج ہے نیز احوال بشریہ سے جس قدر بشر واقف ہو سکتا ہے ملائکہ ہرگز واقف نہیں ہو سکتے اور مصلح کو اپنی جماعت کے احوال متعلقہ سے پوری واقفیت ہونا ضروری ہے اور اس



واقفیت کے لئے ان سے اخلاط کی ضرورت ہے اور بقول "الْجَنَسُ يَمِيلُ إِلَى الْجَنَسِ" جنس اپنی جنس کی طرف میلان طبع اور محبت رکھتی ہے، یہ اخلاط جنس ہونے کی وجہ سے آسان اور حصول فیض و برکات کے لئے کامل ترین ذریعہ اور وسیلہ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مخاطب فرما کر "إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً" کا ارشاد فرماتے ہیں کہ ضروریں زمین میں ایک نائب بناؤں گا۔ یعنی وہ میرا نائب ہوگا اور اپنے احکام شرعیہ کے اجرا کا کام اس کے سپرد کروں گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر تمام موجودات روئے زمین کے اسماء و خواص و آثار کا علم دے دیا پھر فرشتوں کے سامنے وہ چیزیں پیش کر کے فرمایا کہ مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ فرشتوں نے عدم علمیت کا اظہار کیا اور کہا تو پاک ہے ہم کو علم نہیں مگر اتنا بتنا آپ نے ہمیں دیا ہے۔ پھر آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ تم ان چیزوں کے نام بتاؤ جب آدم علیہ السلام نے ان کو ان چیزوں کے نام بتائے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے سامنے سجدہ میں گر جاؤ۔ سوائے ابلیس کے سب سجدے میں گر پڑے۔ اس نے کتنا مانا غرور میں آگیا اور کافروں میں سے

ہو گیا۔ مستترین

إِنَّمَا الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ  
غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ

ترجمہ :- ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔ راستہ ان کا جن پر تو نے انعام و احسان کیا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔

نماز میں سورۃ فاتحہ یعنی الحمد شریف کا پڑھنا ائمہ مجتہدین اور فقہانے واجب قرار دیا ہے اور ہر رکعت میں ایک بار پڑھی جاتی ہے اور یہ حق تعالیٰ کا اپنے بندوں پر خاص احسان ہے کہ اسی سورۃ شریف میں ان کو اپنی بارگاہِ معلیٰ میں حاضر ہو کر دعا کرنے کا بہترین طریقہ بتایا ہے اور اپنے پسندیدہ اور مطلوبہ الفاظ پاک میں دعا کرنا سکھایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دعا کلام الہی ہونے کی وجہ سے قبول شدہ ہے اللہ تعالیٰ نے وہی طریقہ وہی الفاظ

اور وہی مضمون اپنے بندوں کی زبان سے سننے کے لئے مقرر فرمائے ہیں جو اس کے نزدیک نہایت ہی مقبول اور رد نہ کرنے والے ہیں۔ معرفت ذات و صفات کے بعد عبادت کا ذکر فرمایا ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کی تعریف (حمد) اس کا پروردگار عالمین رحمن و رحیم اور روز جزا کا مالک ہونا خدائی الفاظ میں اپنی زبان سے بیان کرتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو مستحق عبادت اور معبود برحق سمجھ کر اس کی عبادت کرنے کا اقرار اور اپنی کسی اور بغیر اغانت الہی اس (عبادت) کے بھی نہ کر سکنے کا اظہار کرتا ہے پھر اس کے بعد وہ دعا ذکر فرمائی ہے جو اس کے نزدیک بہترین، محبوب ترین اور مقبول ترین ہے یعنی جو ہدایات صراط مستقیم اور اس کی توفیق کی درخواست ہے وہ اصل الاصول اور نعمت غنطنی ہے جسکی تعریف، تصدیق تائید اور حصول کی ترغیب میں سارے قرآن کریم کا نزول ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ نماز میں بار بار یعنی ہر رکعت میں ایک بار پڑھی جاتی ہے وہ دعا یہ ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (ہم کو سیدھے راستے پر چلا) اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم پر چلنا تمام فراتقن سے اہم فریضہ بلکہ دوسرے سب فراتقن اسی صراط مستقیم میں شامل ہیں اور کہ اسلام اسی پر باداب شریعت یعنی حسب ہدایات خدا تعالیٰ و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلنے کا نام ہے یہی وجہ ہے کہ اس کا طلب کرنا ہر رکعت نماز میں واجب قرار دیا گیا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو چیز فرض ہو اس کے حصول کی کوشش بھی فرض ہی ہوتی ہے بلکہ جس ذریعہ سے وہ حاصل ہو سکتی ہے اس ذریعہ کا اختیار کرنا بھی فرض ہوتا ہے مذکورہ دعا سے اگلی آیت میں صراط مستقیم کی پہچان کرائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ راستہ انعامِ رحمتی، اپنے والوں، زانیوں، اولیاء، صدیقیوں، شہیدوں، اور صالحین کا ہے یعنی جس راہ پر اہل اللہ (علمائے ربانی و مشائخ) جا رہے ہیں وہی صراط مستقیم ہے۔ مَعْضُوبٌ عَلَیْہِمْ دِیُودِیُّوٰی (افسائیں انصاری) و دیگر مشرکین اہل ہندو چین و جاپان وغیرہ کا راستہ صراط مستقیم نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے راستے پر اپنے بندوں کو چلانا نہیں چاہتا اور بندوں کے اس پر چلنے کو پسند بھی نہیں کرتا بلکہ اس پر چلنے سے منع فرماتا ہے اور جو اس پر چلے اس کو اپنے تہر و غضب کے غذا بوں سے ڈراتا اور گمراہ بتاتا ہے اور عدو اللہ اور عدو رسول (خدا اور رسول)

کے دشمن، ٹھہراتا ہے۔

دب، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدھا راستہ طلب کرنا تھا۔ اھدنا الصراط المستقیم  
 عرض کیا گیا۔ دعا ختم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہی ہے کہ صراط مستقیم کون سا راستہ ہے  
 اب بندوں کی زبان سے اس کی تعریف و صفت کہ وہ راستہ نلال کا ہے فلاں نہیں نکلو نے  
 اور سننے میں کیا حکمت ہے۔ بارگاہِ رب العزت میں حضوری (حاضری) جس کے لئے حکم ہے  
 لا صلوة الا بحضور القلب (الحديث) دل حاضر نہ ہو تو نماز کامل نہیں ہوتی اور یہ کہ  
 فاعبدہم بک کانک تراہ (الحديث) اپنے مالک و پروردگار کی عبادت اس طرح  
 کرو۔ گویا کہ اس کو سامنے دیکھ رہے ہو کا مقتضی یہ ہے کہ عابد نمازی، پورے استغراق اور  
 انہماک کے ساتھ دنیا و مافیہا کو فراموش کر کے عبادت کرے لیکن اس کی توجہ مذکورہ بالا  
 دونوں حدیثوں کے مفہوم اور مقصد کے خلاف۔ انعام پانے والوں اور مغضوبوں اور گمراہوں  
 یعنی غیر اللہ کی طرف کیوں پھیری گئی؟ اگر یہ آخری آیت نازل نہ فرمائی جاتی تو بھی دعا کامل  
 اور مطلب حاصل تھا۔ عین وصال میں غیر محبوب کا تہیال و تصور یقیناً آئینِ محبت کے خلاف  
 ہے کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

دل آرائے کہ داری دل در او بند

دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

ترجمہ: (اپنے دل کے آرام، چین اور سکھ دینے والے محبوب میں دل لگائے رکھو اور  
 باقی تمام جہان سے آنکھ بند کرے)

اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ انعام پانے والے لوگ خدا کے کچھ لگتے ہیں بلکہ اس  
 کے بہت بڑے محبوب و مقبول بارگاہِ ہی۔ غیر نہیں اپنے ہیں۔ خاص الخاص ہیں تب ہی  
 تو ایسے وقت میں ان کا ذکر کیا اور ان کے راستہ کو صراط مستقیم ٹھہرایا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ  
 ان کے پاس آنا جانا اٹھنا بیٹھنا خدا کے ساتھ بیٹھنے کے مترادف سمجھا گیا ہے جیسا کہ مولانا  
 روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

ہر کہ خواہد، منشی با خدا اولشیند و حضور اولیا





زباؤں کے۔

اس نے اپنی قدرت کو اسباب میں پوشیدہ رکھا مثال کے طور پر چند باعیاات ناظرین کی تفسیر طبع کے لئے درج کی جاتی ہیں اس کے قانون پر دلالت کرتی ہیں۔

— (۱) —

ابو آتا ہے مینہ برستا ہے  
خاک بجز میں سبزہ اگتا ہے  
سبزہ بے آب اور مینہ بے ابر  
یہ برستا ہے نہ وہ اگتا ہے

— (۲) —

بیوی خاوند نہ گر اکھٹے ہوں  
کس طرح ان سے پیدا کیے ہوں  
گرچہ جو چاہے وہ کرے طالب  
کیوں نہ قانون اس کے سچے ہوں

— (۳) —

مسکے بے شیر بن نہیں سکتا  
پیرے پیر بن نہیں سکتا  
خود بخود چاہے گر بنے طالب  
لونا شمشیر بن نہیں سکتا

— (۴) —

جس کو گمراہ کرے خواراہ سے  
وہ نہ مرشد نہ رہنما پائے  
راہ لگانا جسے نہ ہو طلبا!  
کرتا شیطان کو ہے قریب اس کے

بادی انساں کے لئے حق نے  
انبیاء و اولیاء بھیجے  
جس کو رستہ دکھانا ہو طالب  
بھیجتا اس کو پاس ہے ان کے

اوپر غیر حق نہ ہیں ارباب  
مالک کل ہے خالق اسباب  
خود ہی سب کام کرتا ہے طالب  
آپ ہی ہے مسبب الاسباب

### اہمیت بیعت

قرآن کریم کے پڑھنے والوں پر پوشیدہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صادقین و صالحین کی بیعت اور صحبت کی طرف لوگوں کو بلایا ہے۔ ان کی رفاقت کو احسن فرمایا ہے اور بدوں کے پاس بھیجے سے بھی ڈرایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ کی آخری آیت بھی عین یکسوئی و حضور قلب کی حالت میں اپنے نمازی بندوں کی زبان سے کہلو کر ان کی توجہ کو اسی سنت قدیمہ کی طرف پھیرا ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور جس کی طرف مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس شعر میں اشارہ فرماتے ہیں۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالع ترا طالع کند

نیک کی صحبت و معیت تجھے نیک اور برے کی برابر بنا دے گی گویا اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ فاتحہ کی اس آخری آیت میں اپنے حضور میں آنے والوں کی رہنمائی فرمائی انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سخت تاکید سے توجہ دلائی ہے کہ ہمارے ہاں سے فارغ ہو کر یعنی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد سے باہر کی دنیا میں جاؤ تو کسی نائب رسول، دارت نہی

صدیق اور صالح بندہ خدا پیر کامل کی تلاش کرتا، ان سے فیض حاصل کرنے کے مراسم پیدا کرنا اور اکثر ان کی صحبت و معیت میں رہنا، وہی اور صرف وہی صراط مستقیم پر ہیں  
 حَسُنَ اَوْلٰئِكَ مَنۡ فِیۡقَاهُ الْقُرْاٰنِ (وہ بہت اچھے رفیق و رہبر ہیں) ان کی صحبت و معیت میں رہ کر تم بھی صراط مستقیم پا لو گے اور اسی معیت کی برکت سے تمہیں اس پر استقامت بھی نصیب ہو جائے گی ساتھ ہی آیت کے آخری حصہ میں یہ بھی فرمادیا کہ مغضوب علیہم اور المضالین دبروں، قسمت کے ہیٹوں کی طرف نہ جانا۔ اور ان کے پاس نشست و برخاست نہ رکھنا ان سے صراط مستقیم بھی نہیں ملے گا کیونکہ ع

خفتہ راخفتہ کے کند بیدار

جو خود نیند میں مدبوش ہے وہ دوسرے سونے والے کو کیسے بیدار کر سکتا ہے نیز

کہا گیا ہے ع

ادعویٰ شتن گم است کرار سہری کند

جو خود گمراہ ہے وہ دوسرے کو کیا راہ دکھائے اور اگر تم صراط مستقیم پر بھی ہو گے

تو ان دبروں کی صحبت میں وہ بھی کھو بیٹھو گے (جملہ معترضہ)

اسی آیت سے تقلید کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ یعنی صراط مستقیم پر یہی لوگ ہیں ان کے ہر

قول و فعل اور نقل و حرکت کی نقل (تقلید) کرو گے تو صراط مستقیم پاؤ گے۔ براہ راست تم

میں سے ہر ایک پر صراط مستقیم کا الہام نہیں ہو گا اگر کتابوں پر ناز ہے تو اول تو وہ خود بخود

بول نہیں سکتی ہیں لہذا صراط مستقیم بھی دکھا نہیں سکتیں اور اگر کسی پڑھے ہوئے کی زبان

سے بولے گی تو اس مدرس کی تقلید لازم آئے گی یا ان کتابوں کی آپ خواہ بے جان کی

تقلید کریں خواہ جاندار کی تقلید کرنے کے بغیر صراط مستقیم پانا محال ہے۔

جو لوگ اہل اللہ و اولیائے کرام و پیران عظام پر آئے دن آوازے کتے رہتے ہیں انکو

چاہیے کہ نماز پڑھتے دن سورہ نازہ کی یہ آخری آیت چھوڑ دیا کریں۔ پڑھا نہ کریں کیونکہ الذین انعمت

علیہم تو ر بشارت قرآن، یہی لوگ ہیں جن سے ان کو بے وجہ لعن و عناد ہے۔ یا

قرآن کریم سے اس آیت کو نکال ڈالیں جب ایسا کرنا ناممکن ہے اور یقیناً ناممکن ہے ایک

آیت نہیں قرآن کریم ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے کس کس کو نکالیں گے تو لامحالہ ان کو ان  
 نائبان نبی و وارثان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں لگنا اور ان کی تقلید کرنی ہی پڑے  
 گی تاکہ صراط مستقیم پا کر خدا تک پہنچ جائیں۔

نتیجہ چونکہ صراط مستقیم پر چلنا فرض ہے لہذا صراط مستقیم پر چلنے کی درخواست دتو فیق  
 مانگنا، کرنا بھی فرض ہوا۔ اور جو مردان خدا صراط مستقیم پر چل رہے ہیں ان کے پاس حسن  
 عقیدت و ارادت سے حاضر ہونا اور صراط مستقیم کے حصول کے لئے ان کی صحبت اور  
 اختیار کرنا بھی فرض ہوا۔

۳ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو)

اگرچہ آیت کا شان نزول خاص ہے لیکن حکم عام ہے یعنی مسلمانوں کو حکم ہو رہا ہے  
 کہ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہا کرو اور صادقین کی معیت میں رہا کرو۔ صادقین سے مراد  
 وہ لوگ ہیں جو صادق الایمان ہیں مخلص ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاص  
 کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو صدق دل  
 سے دوست رکھتے اور خلوص قلبی سے ان کی راہ پر چلتے ہیں بموجب حدیث شریف علیکم  
 بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین۔ لازم پکڑو میری سنت اور خلفائے  
 راشدین کی سنت کو، سعید بن جبیر کا قول ہے کہ صادقین سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت  
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ہیں۔ — ابن جریر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی  
 اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ لوگ جن کی نیتیں ثابت رہیں اور قلب وہ اعمال مستقیم اور وہ اخلاص  
 کے ساتھ غزوہ تبوک میں حاضر ہوئے۔ لغت میں صادقین کے معنی سچا، مخلص اور ولی لکھے  
 ہیں بے شک جس صداقت و اخلاص اور اعمال مستقیم و اتباع سنت پر استقامت، کا ذکر  
 ہو رہا ہے وہ قرون اولیٰ کے بعد عاشقان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داویا گئے  
 کرام و صوفیائے عظام میں ہی پائے جاتے ہیں۔ فنائے قلب اور فنائے نفس کے حصول



سے پہلے یہ اوصاف و اخلاق نصیب نہیں ہوتے جب تک قلب سے غیر اللہ (ما سوا) کا نیاں اور نفس سے صفات بشریہ کا فقدان عمل میں نہ آئے۔ تزکیہ و تصفیہ جو اعمال صالحہ و اخلاق پاکیزہ کی جان اور روح کا حکم رکھتا ہے میسر نہیں ہوتا۔ جس طرح کتا پہلے کنویں سے نکالا جائے ہزار پانی نکالیں۔ کنواں پاک نہیں ہو سکتا کتا نکلے تو پانی کھینچنے سے کنواں پاک ہو تب وہ پانی دکنواں کا قابل و ضو غسل یعنی دوسروں کو پاک کرنے کے قابل ہو جب تک یہ اعمال جمیدہ و اخلاق ستودہ میسر نہ ہوں ایمان کامل نہیں ہوتا جس پر نجات کا دار و مدار ہے اور یہ مقامات بغیر معیت و صحبت صادقین داویاے عظام اور صوفیائے کرام کے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے اس آیت شریفہ میں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور حسن انجام و خاتمہ بالاسلام کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقبول و محبوب اور صادق بندوں کے مبارک قدموں میں لگے رہو اور ان کے ساتھ رابطہ محبت و باطنی نسبت پیدا کر دو۔ ان کے سینے محبت و معرفت الہی کے خزینے اور حقائق و معارف علوم الہیہ کے دفینے ہیں تزکیہ و تصفیہ انہی کی معیت و محبت کی برکت سے حاصل ہوگی۔ ہر چیز و اشیائے ضروریہ اپنے اپنے میگزین سے مل سکتی ہے۔ قلب سلیم، جہراط مستقیم، محبت حق و عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی میگزین ہیں۔ طلب صادق، قصد دائم اور حسن عقیدت کے ساتھ ان کی معیت ظاہری اور باطنی اختیار کرنے سے یہ سب کچھ مل سکتا ہے۔ کو کوا مع الصادقین کا یہی منشا معلوم ہوتا ہے جو ادر بیان ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اگر کوئی شان نزول کا خیال کر کے آیت کا حکم وقتی واقعہ پر ہی منحصر رکھے تو اس طرح اس کو نصف سے زیادہ قرآن کریم معاذ اللہ معطل ماننا پڑے گا کیونکہ اکثر آیات قرآنی کا نزول خاص ہے اور حکم عام ہے اور تاقیامت جاری۔ اور اگر اس آیت میں استفادہ و استفاضہ معیت صادقین سے مراد نہیں جو بہت بڑے آداب ریاضات اور اوامر و نواہی پر اخلاص سے عمل کرنا اور اس پر استقامت چاہتا ہے تو یہاں اتقوا اللہ جیسے اہم اور سخت ترین الفاظ جن کو سن کر مومنوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لانے کی کیا ضرورت تھی فقط اتنا ہی فرما دیا ہوتا۔

داگرچہ تب بھی حکم حکم ہی تھا، یا ایھا الذین آمنوا کو نوا مع الصادقین اے ایمان والو! جو اس کے ساتھ رہا کرو۔ انکی طرفداری کیا کرو جیسا کہ کسی پنجابی مفسر نے اپنے مفسر ہونے کی بیانت اس طرح ظاہر کی ہے اور یہ مطلب بیان کیا ہے۔ ”مسلمانو! اللہ سے ڈرنے رہو اور سچے اور راست گوؤں کے ساتھ رہا کرو جو کوئی جتنی کوشش اور جتنا کام میں جی بجانب ہو اسی قدر اس کے ساتھ ابن جبار کو خواہ کسی دوسرے کام میں وہ کج رہی ہو جب وہ کج رہی اور نادرستی کا کام شروع کرے تو اس سے علیحدہ ہو جاؤ۔ ع۔

### بریں عقل و دانش بیاید گریت

ایسی عقل پر ماتم کرنا چاہیے دیکھو صادقین کی تعریف اور واقعہ کی تفسیر! ذرا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے مبارک قول بالا کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیے مفسر صاحب کی نسبت زمانہ کی روش اور پالیسی کے لحاظ سے ٹھیک سہی لیکن کو نوا مع الصادقین کی یہ تفسیر یقیناً نہیں اور نہ صادقین کے یہ معنی ادھاتیتر ادھا بٹیر کہے ہیں۔

اس معاملہ میں متقدمین مفسرین کے اقوال اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مصدقہ و مسلمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے بنے ہوئے مفسر القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہی حجت ہو سکتی ہے الغرض صادقین سے اولیائے کاملین اور ان کی معیت کا حکم تنفیہ کے لئے ہی معلوم ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں اولیاء اللہ کی تعریف الذین آمنوا وکالوا یتقون ہ پڑھا جو مومن متقی ہیں کے الفاظ مبارک سے کی گئی ہے۔ کو نوا مع الصادقین والی آیت سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ صادقین کی معیت کا حکم ان لوگوں کو ہو رہا ہے جو مومن مسلمان اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں (مومن و متقی) اگر صادقین سے بقول مفسر پنجابی ایسے لوگ ملوئے جائیں جو سچ بھی بولتے ہیں اور جھوٹ بھی (اصطلاح شرعیہ میں فاسق کہنگار) تو یہ اصول کے خلاف ہے کہ اعلیٰ کو ادنیٰ کی معیت اختیار کرنے کا حکم دیا جائے جیسا کہ اس آیتہ شریفہ سے ظاہر ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ جو خود ولی اللہ (مومن و متقی) ہے اس کو کسی دوسرے ولی اللہ کی معیت کی کیا ضرورت اس کو کیوں اس کی معیت اختیار کرنے کا حکم دیا جائے اگرچہ دوسرے پہلے زیادہ کامل بھی ہو جو اب یہ ہے

کہ جو مومن تقویٰ اختیار کر رہا ہے اور متقی بن رہا ہے جیسا کہ اتقوا اللہ کے حکم و بعینہ امر میں اشارہ ہے اس کو ایسے کاملین متوکلین اولیاء اللہ و صدیقین کی معیت میں ایمان اور تقویٰ پر استقامت نصیب ہوگی اور رجعت قہقری دیکھنے کی منزل کی طرف لوٹنا) سے بچ جائے گا اور اعلیٰ مقامات روحانی کی طرف ترقی کرے گا اس بیان سے واضح ہو گیا کہ فقط عوام جہلا کو ہی سلامتی ایمان و نقلے رحمن کی خاطر پران کامل کے پاس جانے کی ضرورت نہیں بلکہ اچھے خاصے علماء اور بزرگوں کو بھی اپنے ایمان و تقویٰ کی حفاظت اور استقامت کے لئے ان کی معیت اختیار کرنے کی ضرورت ہے بشرطیکہ وہ سچے نایاب رسول و وارث نبی بنا چاہتے ہوں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا ورثہ دو علوم ہیں علم ظاہر و علم دین اور علم اسرار یعنی علم باطنی جس کا ذکر شروع میں آچکا ہے وہی علم کاتبیاء اور وارث انبیاء ہو سکتے ہیں جو ان دونوں علوم میں ماہر ہوں ہزار ہا مثالیں ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ تاہم چند نام بطور مشتمل از خردارے جن سے انہوں نے اپنے مرید ہونے کا انتساب کیا برائے تعارف خاص و عام تحریر کئے جاتے ہیں ان علمائے کرام اور عارفین و کاملین کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ جبرائیل امین امام الائمہ مجتہدین حضرت امام اعظم ابوحنیفہ زبیر گوشتہ سیالیا بیار حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے حتیٰ کہ روئے نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے امام المسابین کا خطاب پایا (تذکرۃ الاولیاء صفحہ نمبر ۱۹)

۲۔ ابوبکر صدیق نبی، مجدد وقت حضرت امام شافعی داکمہ اربعہ سے ہیں) عارف کامل حضرت سلیم راضی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بہت عرصہ رہے یہاں تک کہ تصرف میں سب سے سابق ہو گئے (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۰)

۳۔ حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی سرتاج العارفین حضرت ابوعلی فارادی طوسی نقشبندی کے اور حلیفہ تھے (حالات مشائخ نقشبندیہ)

۴۔ امام العلماء حضرت امام فخر الدین رازی قطب وقت حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علم باطنی کے حصول کے لئے بیعت کی (مرصاد العباد)



۵۔ حضرت ابوالحسن علی ہجویری لاہوری (داتا گنج بخش) صاحب جن کے علمی تبحر کے حضرت مولانا نور الدین جامی بھی معترف ہیں کے پیرو مرشد کا نام مبارک ابوالفضل بن حسن ختلی ہے اور دیگر اولیائے عظام مثلاً ابوالقاسم قشیری، ابوالقاسم گورگانی اور ابوسعید ابوالخیر کی روح پرور صحبتوں سے مستفین ہوئے۔

۶۔ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی حضرت خواجہ معین الدین حسن بھری خواجہ غریب نواز اجمیری قرآن کریم حفظ کرنے اور علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد حضرت شیخ عثمان ہارونی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے شرف بیعت حاصل کیا سفینۃ الاولیاء کی روایت کے مطابق بیس سال تک اپنے پیر کی خدمت میں رہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۳)

۷۔ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر فخر اولاد امام اعظم علوم ظاہری حاصل کرنے کے بعد بیس برس تک دہلی قطب مینار کے پاس درس و تدریس کا فیض جاری رکھا لیکن بعد میں جب علم باطن کا شوق ہوا تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی طرف انتساب فرمایا اور خلافت پائی۔ اور روایت خزینۃ اولیاء کے آپ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے (تذکرۃ الاولیاء کرام)

۸۔ حضرت مولانا شیخ بہاؤ الدین ذکریا سہروردی ملتانی علوم دین کی تکمیل سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں روضہ اقدس کے پاس تزکیہ قلب اور تصفیہ باطن میں مشغول رہے وہاں سے بیت المقدس اور پھر دہلی سے بغداد شریف تشریف لائے بغداد شریف میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی صحبت سے فیض یاب ہو کر خرقہ خلافت پایا مزار شریف ملتان میں مرجع خاص و عام ہے (تذکرہ اولیائے کرام)

۹۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شہباز لامکانی شیخ احمد فاروقی نقشبندی سہروردی نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور سترہ سال کی عمر میں تمام علوم دین معقولی و منقولی کی تکمیل فرما کر درس و تدریس میں کچھ عرصہ گزارا پھر آگرہ تشریف لے آئے ابوالفضل و فیضی نے آپ کے تبحر علمی سے بے پایاں قابلیت کا اعتراف کیا سلسلہ چشتیہ میں خلافت اپنے والد بزرگوار سے پائی اور حضرت شاہ سکندر کھٹلی قادری سے سلسلہ قادریہ کی خلافت پائی اور سیدنا



تھوٹ اشعلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا فرقہ مبارک جو آپ کی خاطر آپ کے خلفا میں  
 امانتاً چلا آ رہا تھا حضرت شاہ کمال کبھلی کے وسیلہ سے پایا اس کے بعد بارادہ حج دہلی تشریف  
 لائے وہاں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کے کمالات کا شہرہ سن کر حاضر خدمت ہوئے اور  
 خواجہ صاحب کی شفقت اپنے حال پر دیکھ کر بیعت ہو گئے اور اڑھائی ماہ وہاں ہی ٹھہر کر  
 خلعت خلافت پائی اور مرتبہ عظیم پر پہنچے کہ مجدد الف ثانی قرار دیئے گئے (تذکرۃ الاولیاء کرام)  
 ۔ ار علمائے دیوبند مولوی محمود الحسن صاحب مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی اشرف علی  
 تھانوی مولوی غیبی احمد خصوصاً بانی دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی سب نے حضرت قبلہ جلی  
 اداد اللہ صاحب مہاجر کی حقیقت کی بیعت کر کے خلافتیں پائیں لیکن بعد میں عقائد و بابیہ کے  
 شکار ہوئے لیکن پیری امیردی حاجی صاحب کے خلیفہ ہونے کے سبب کرتے رہے (انوار سلطنت)  
 ۱۱۔ حضرت مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب مفتی پنجاب ٹونگی۔ اعلیٰ حضرت امیر ملت امام  
 زماں مجدد دور الیقین ارشاد حضرت شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری مدظلہ العالی کی صحبت  
 سے، حالانکہ مولوی صاحب آپ کے استاد بھی تھے فیض یاب ہوتے رہے اور آخری ایام عمر میں  
 بیعت بھی کی حضرت مولانا مولوی حکیم قطب الدین صاحب جھنگوی اور حضرت مولانا مولوی امام  
 الدین صاحب رائے پوری اور دیگر سینکڑوں علمائے کرام نے آپ سے بیعت کی اور فرقہ خلافت  
 پنا اور ملک کے مختلف حصوں میں تبلیغ اسلام اور ملک اور قوم کی خدمت کرتے رہے۔

عرب و عجم تک آپ کی بزرگی کا شہرہ تھا۔ لکھو کھیا انسان آپ کے  
 دست حتی پرست پر بیعت کر کے تائب ہوئے ذرا تین اور تین فیضین کا آپ کے

دربار میں روزانہ تانتا بندھا رہتا ہے اللھم زدنی آمین لیکن

آنکھ والا تیرے جو بن کا تھا شاد کیسے

دیدہ گوار کو آئے نظر کیا دیکھے

آپ کے شہزادگان (داداد مبارک) بیٹے، پوتے اور دوہتے سب ماشاء اللہ حافظ قاری  
 عالم صوفی اور مخدوم جمال ہیں شب و روز دین و ملت کی خدمت میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ

ان سب کا سایہ و ظل اللہ مبارک ہم گنہگاروں کے سر پر قائم دائم رکھے

شیخ کا سایہ رہے نہ پرہائے اے خدا  
مستفیض ہوتا ہے اس در سے ہر شاہ و گدا

نتیجہ :- نجاتِ آخری کے لئے ایمان و تقویٰ کی ضرورت ہے اس کے حصول کا وسیلہ و ذریعہ اختیار کرنا بھی ضروری اور لازم ہے اور وہ اس آیت شریف میں معیتِ صادقین بتایا گیا ہے دپیر و مرشد کی صحبت میں رہنا، فنوا المراد۔ فالحمد لله علی ذالک۔

### امراضِ قلبی

وَقَدْ قَدَّبْتُمْ مَرَضًا

ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ یہاں بد عقیدگی کو قلبی مرض فرمایا گیا اور یہ روحانی زندگی کے لئے تباہ کن ہے شروع رکوع سے ایسے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو باطن سے کافر تھے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا ہے مَا ضَلُّوا بِسُوءِ هَدْيِهِمْ دُونَ إِيمَانِهِمْ وَاللَّهُ لَعَلُّوا لَكُمْ حَقًّا فِي مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔ نماز، روزہ پورا کرنا مومن ہونے کے لئے کافی نہیں۔ جب تک دل میں تصدیق نہ ہو اور عقیدہ صحیح اور درست نہ ہو۔ منافق لوگ اسلام لائے۔ نماز روزہ مسلمانوں کے ساتھ ادا کرتے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور ظاہر کرتے رہے لیکن عقیدہ درست نہ تھا۔ دل سے مشرکوں اور کافروں کو دوست رکھتے تھے حجت حاصل نہ کر سکے۔ اس قلبی مرض کا باوجود معالج موجود ہونے کے صحیح علاج نہ کیا جس سے ان کی روحانی اور آخری زندگی تباہ ہو گئی اگر وہ حسن عقیدت و ارادت خالص اس سید الانبیاء و المرسلین درمشت کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیضِ ترجمان سے بتائے ہوئے وظائفِ بندگی پر عمل کرتے تو دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح وہ بھی مقرب حق و محبوب خدا بن کر مستحقِ جنت افراد ہوجاتے یہی حال آج کل کے لوگوں کا ہے بلکہ یہ ان سے بھی بڑھ کر بلّٰہم افضل کے مصداق ہیں ان کا نہ عقیدہ ہی صحیح ہے اور نہ اعمال ہی درست ہیں ان کو اندر اور باہر سے کفار (افرنگ) کی طویل صحبت اور ان کی تہذیب چٹ کر گئی ہے مسلمان کہلاتے ہیں لیکن سوائے کلمہ طیبہ بے سمجھے پڑھنے کے اسلام سے ان کا دور کا واسطہ بھی نہیں رہا اسوۂ حسنہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے لئے وہ مکلف ہیں۔ اور جس کا اختیار کرنا ان پر فرض قرار دیا گیا ہے جس طرح بزرگ آداب کی صورت ہی انہیں بھاتی ہے اور نہ آپ کی سیرت، جس طرح منافقین انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا نہیں چاہتے تھے اور ان پر ہمیشہ بے دے کرتے رہتے اور ستاتے رہتے تھے یہ ان ہی انبیاء علیہم السلام کے خلفاء جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کا مبارک لفظ فرمایا ہے یعنی علمائے ربانی و مشائخ حقانی کو ہمیشہ کوستے رہتے ہیں اور ان کی صورت تک کے دیکھنے کے روادار نہیں سوال یہ ہے کہ یہ قلبی اور روحانی بیماریاں ان سے کس طرح دور ہو سکتی ہیں اور وہ کون سی صورت ہے کہ وہ ان بیماریوں سے نجات پا کر سچے اور پکے مومن اور مسلمان بن جائیں اور اپنے ملک و قوم اور دین و ملت کے کام آئیں۔

بیماریاں دو قسم کی بتائی جاتی ہیں۔ (۱) جسمانی۔ (۲) روحانی۔

جسمانی بیماریوں کے علاج کے لئے ڈاکٹروں اور طبیبوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور غریب سے غریب انسان بھی ان کا علاج کرانے اور ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنا پورا سرمایہ اور پونجی صرف کر ڈالتا ہے جسم میں جان اتنی عزیز ہے کہ اس کی حفاظت کے لئے ہر پیاری سے پیاری چیز عندالضرورت اس پر قربان کی جاسکتی ہے۔

روحانی بیماریاں جو جسمانی بیماریوں سے کئی گنا بڑھ کر ہیں اور جن کی موجودگی جان و پیمانہ دونوں کے لئے تباہ کن ثابت ہوتی ہیں ان کی مطلق پرواہ نہیں کی جاتی اور ان کا علاج اور ان سے نجات حاصل کرنے کا کچھ بھی فکر نہیں کیا جاتا حالانکہ جس طرح ظاہری جسمانی بیماریوں کے معالج موجود ہیں اسی طرح قلبی اور روحانی امراض کے معالج بھی ابتدائے آفرینش سے چلے آئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک تو ان حکما اور معالجین امراض روحانی کو ہادی و مرشد و ولی دینی اور رسول۔ قرآن کریم میں کہا گیا ہے لیکن آپ کے بعد بعض وجوہات کی بنا پر جن کا کتاب و سنت میں مفصل ذکر ہے ان مقدس ہستیوں کا لقب ہادی ولی مرشد و اولیائے کرام و پیران عظام کثر ہم اللہ تعالیٰ رہ گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شان میں انبیاء کا لفظ حسب بیان قرآن کریم ہمیشہ کے لئے متروک قرار دے دیا ہے۔

(بخاری شریف)



کسی زمانے میں بھی ہادیوں، ولیوں اور مرشدوں سے انکار نہیں کیا گیا اور جنہوں نے انکار کیا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر دشمن قرار دیئے گئے عجیب بات ہے کہ آج مسلمانوں خدا اور رسول کے ماننے والوں میں بکثرت ایسے لوگ موجود ہیں جو ان ہادیوں، ولیوں اور مرشدوں کے مخالف ہی نہیں بلکہ ان کو اکثر کوستے رہتے ہیں محض اس لئے کہ یہ مقدس گروہ ان کی نفسانی خواہشات اور جوانی جذبات کے پورا کرنے میں مغل اور ضلالت اسلام تہذیب اور تمدن میں منہمک رہ کر ان کے عیش و عشرت کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

خدا کا خوف کرو کہ سدا بہار نہیں

غزال قریب ہے جینے کا اعتبار نہیں

یہ پاک ہستیاں انہیں اسلام اور خدائے اسلام کی طرف بلاتی ہیں اور یہ شیطانی دلفریبوں سے اغوا اس کے پیچھے دوڑتے ہیں اور اس کے خطرناک انجام سے بے خبر ہیں حالانکہ قرآن کریم میں یہ بار بار بڑھ چکے ہیں کہ شیطان ان کا جانی اور کھلا دشمن ہے ان کو ہر ممکن طریق سے گمراہ کر کے دوزخ میں لے جانے پر تلا ہوا ہے الغرض عاقل وہ ہے جو اپنے نفس پر ظلم کرنے کی بجائے ترس کھائے اور رحم کرے۔ معضوب علیہم و غضب خدائیں گرفتار اور ضالین و گمراہوں کی طرف نہ جائے نہ ان کی طرف دیکھے بلکہ ان کو دشمن جان و ایمان سمجھ کر ان سے دور بھاگے، کیونکہ وہ امراض قلبی کو دور کرنے کی بجائے ان کی بیماریوں کو اور زیادہ کریں گے اور بڑھائیں گے۔ فَزَادَ لَهُمْ اللَّهُ مَا هُمْ ضَالِّينَ اللَّهُ تَعَالَى ان کی بیماری اور بڑھادی، کیونکہ کفار سے میل جول ان کی خاطر دین میں مداخلت اہل باطل کے ساتھ تعلق اور چابلوکی اور اُن کی خوشی کے لئے صلح کل بن جاناروحانی اور قلبی امراض کو بڑھانے اور زیادہ کرنے والے بدترین اور خطرناک جراثیم ہیں جن کا دفعیہ آسانی سے نہیں ہو سکتا اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کے لئے ان مقدس اور متبرک ہستیوں کے قدموں جن کا اللہ تعالیٰ نے نعمتِ علیہم میں نشان اور پتہ بتایا ہے جن کا دم عنینت ہے اور جن کی صحبت ہر دکھ کا مداوا اور ہر مرض کے لئے شفا ہے۔



مرد ملے تے درود بخادے اوگن دے گن کردا

کامل مرد محمد بخشا لعل بنائے پھتہ ردا

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرسہدی اپنے مکتوب نمبر ۵ دفتر اول میں فرماتے ہیں  
جب حکماء کے نزدیک مقرر ہے کہ مریض جب تک بیماریوں سے تندرست نہ ہو جائے کوئی  
غذا سے فائدہ نہیں دیتی اگرچہ مرغ بریاں ہو بلکہ غذا اس صورت میں مرض کو بڑھا دیتی ہے

ۛ ہرچہ گیرد علیتی علیے شود

علیتی یعنی بیمار اچھی غذا بھی کھائے تو وہ بیماری بن جاتی ہے اور بیماری کو بڑھا  
دیتی ہے پس پہلے اس مرض کو دور کرنے کی فکر کرتے ہیں بعد ازاں مناسب غذاؤں کے  
ساتھ آہستہ آہستہ اس کو اصلی قوت کی طرف لاتے ہیں پس آدمی جب مرض قلبی میں مبتلا  
ہو یعنی فی قلوبہم مرض کوئی عبادت و طاعت اس کو فائدہ نہیں دیتی بلکہ اس کے لئے مضر  
ہے۔ رَبِّ قَاسِرِي لِلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنِ يَلْعَنُهُ۔

د بعض لوگ قرآن اس طرح پڑھتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

حدیث مشہور ہے وَمَا رِبِّيٌّ عَابِدٌ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا حَوَاجٌ  
وَالنَّظْمَاءُ

د بعض روزہ دار ایسے ہیں کہ سوائے بھوک اور پیاس کے ان کے کچھ ٹھیب نہیں

ہوتا،

خبر صحیح ہے ان امراض کا علاج کرنے کے لئے مشائخ بھی اول مرض کے دور کرنے کا  
حکم فرماتے ہیں اور اس مرض سے مراد ماسوائے حق کی گرفتاری ہے بلکہ اپنے نفس کی گرفتاری  
ہے کیونکہ ہر شخص جو چاہتا ہے اپنے نفس کے لئے چاہتا ہے اگر فرزند کو دست رکھتا ہے  
تو اپنے لئے اور اگر مال و ریاست جب جاہ ہے تو اپنے لئے درحقیقت اس کا معبود اس  
کی نفسانی خواہش ہے جب تک ان کی قید سے آزاد نہ ہو جائے تب تک نجات مشکل ہے پس  
دانشمند علماء اور صاحب بصیرت حکماء پر اس مرض کے دور کرنے کا فکر لازم ہے اور ایسے مریضوں  
کو ان روحانی معالجین کی خدمت میں حاضر ہونا فرض اور واجب ہے۔

پند پیراں را پذیرا شود بجاں  
تاریخی از خوف و مانی در اماں

پیروں کی نصیحت کو جان کے ساتھ قبول کرنا کہ خوف سے تو نجات حاصل کرے اور  
اماں میں رہے۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُنْتَلَىٰ عَنِّي مُمْ آيَاتِ اللَّهِ وَفِيكُمْ ذُرِّيَّةٌ مِّنْهُ (پیش)

اور تم کہو نہ کہ کفر کر دو گے تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول  
تشریف فرما ہے)

### شان نزول

اوس دغزرج کے قبیلوں میں پہلے بڑی عداوت تھی اور مدتوں ان کے درمیان جنگ  
جاری رہی بعد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان قبیلوں کے لوگ اسلام لاکر باہم شیر و شکر  
ہوئے ایک روز وہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اس وقت کی باتیں کر رہے تھے شاش بن  
فیس یہودی جو بڑا دشمن اسلام تھا اس طرف سے گزرا اور ان کے باہمی روابط کو دیکھ کر  
جل گیا اور کہنے لگا جب یہ لوگ آپس میں مل گئے تو ہمارا کہاں ٹھکانہ ہے ایک جوان مقرر کیا کہ  
ان میں بیٹھ کر ان کی پھلی لڑائیوں کا ذکر چھیڑے اور وہ اس زمانے میں ہر ایک قبیلہ جو اپنی  
مدح اور دوسروں کی حقارت کے اشعار لکھتا تھا پڑھے۔ اس یہودی نے جو ان نے ایسا ہی  
کیا اور اس کی شراکتی سے دونوں قبیلوں کے لوگ طیش میں آگئے اور ہتھیار اٹھالے تڑپ  
تھا کہ غزیرزی ہو جائے بعد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خبر پا کر مہاجرین کے ساتھ تشریف لائے  
اور فرمایا کہ اے جماعت اہل اسلام یہ کیا جاہلیت کی حرکات ہیں۔ میں تمہارے درمیان  
ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی عزت دی جاہلیت کی بلا سے نجات دی تمہارے  
درمیان الفت اور محبت ڈالی تم پھر زمانہ کفر کی حالت کی طرف لوٹتے ہو حضور کے ارشاد  
نے ان کے دلوں پر اثر کیا اور انہوں نے سمجھا کہ یہ شیطان کا فریب اور دشمن کا مکر تھا انہوں نے

ہاتھوں سے ہتھیار پھینک دیئے اور روئے ہوئے ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فرمانبردارانہ چلے آئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔  
 دفران العرفان

### استقامت علی الایمان کی بنیاد

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس آیت میں ایک اہم قانون کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ بعد الایمان ایمان پر قائم رہنے اور کفر و ضلالت سے بچنے کے لئے دو چیزیں لازم اور ضروری ہیں ان دو اسباب کے بغیر نہ کفر و کفر الہی سے بچ سکتے ہیں اور نہ ایمان پر استقامت نصیب ہو سکتی ہے وہ دو چیزیں یہ ہیں ایک کتاب اللہ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی امت میں موجودگی۔ شان نزول پر غور و تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ **وَفِيكُمْ مِّن سُّؤْدَةٍ** سے جسمانی طور پر آپ کا موجود ہونا مراد ہے اور نہ روحانی طور پر کیونکہ آیت اللہ کریم پرہد کر سنانا اور ان پر عمل کر کے دکھانا اور ان میں بیٹھ کر وعظ و نصیحت کرنا اور ان کے شکوک و شبہات و خدشات کو ان کے دلوں سے دور کرنا اور ان کی لغزشوں اور غیر مشروع اقدامات سے ان کو آگاہ کرنا اور روکنا بحد مع الروح یعنی ظاہر اور جسمانی صحبت سے ہی ہو سکتا ہے نہ کہ روحانی صحبت سے۔ انسانوں کی ہدایت کے لئے ان ہی میں سے ہادی و مرشد بنا کر بھیجنا اسی رعایت سے ہے کہ ہدایت چاہنے اور طلب کرنے والے مندی ایسے ہادی و رہبر کے ساتھ نشست و برخاست رکھ کر اور حسن عقیدت و رعایتِ آداب کے ساتھ ان کی صحبت میں رہ کر مستفید اور مستفیض ہوں اور عرفان الہی حاصل کریں جس کے لئے وہ مقرر کئے گئے ہیں۔

آپ کے اس دنیا سے ظاہری طور پر رخصت فرما جانے کے بعد دو اسباب ہدایت میں سے ایک جاتا رہا اور ایک باقی رہ گیا یعنی کتاب اللہ موجود ہے جو تمہارا اس معاملہ میں کل ہدایت ہے اگر یہ تمہا ہدایت کے لئے کافی ہوتی تو **فِيكُمْ مِّن سُّؤْدَةٍ** کے مبارک الفاظ قرآن کی ضرورت نہ تھی اور ہمیشہ ہی اپنے اپنے مواقع پر حسب ضرورت کسی نہ کسی طرح کتب الہیہ بندوں کی ہدایت



کے لئے آجایا کرتیں اور کسی نبی یا رسول کے بھیجنے کی ضرورت نہ ہوتی لیکن سنت الہی اسی طرح جاری ہے کہ پہلے ہادی بھیجا جاتا اور پھر ہدایت کی کتاب اس پر نازل کی جاتی ہے قرآن کریم میں اس کی شہادت موجود ہے اگر کوئی یہ کہے کہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ہیں اور بسکد سالک ہم میں موجود نہیں لیکن روحانی طور پر تو آپ موجود ہیں اور آپ کی تعلیم اور سنت احادیث کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے وہ ہماری ہدایت کے لئے کافی ہے تو جواب یہ ہے کہ نبی تو حسب ارشاد حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم آنے سے رہے ہاں جھوٹے نبی اور دجال آئیں گے جو بجائے ہدایت کے گمراہی کی طرف لے جائیں گے اس لئے کتاب اور سنت پر عمل کرنے اور اسوۂ محسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا مصداق بننے کے لئے ہمارے لئے امت یعنی سیدالانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں اور دارثوں کی خدمت میں بصد حسن عقیدت اور ارادت خالص سے حاضر ہونا چاہیے جن کی طرف سے آپ نے اپنے ارشادات میں رہنمائی فرمائی ہے اور اپنی عدم موجودگی میں گمراہی سے بچنے اور ایمان پر قائم رہنے کے لئے ان کا دامن منطبوطی سے پکڑنے کا اپنی امت کو حکم فرمایا ہے جس طرح خالی کتاب اللہ بغیر اپنے لانے والے شارح دینی و رسول کے ہدایت کے لئے کافی نہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور جس پر خود یہ آیت قرآن کریم کی دلالت کر رہی ہے اسی طرح آپ کی تعلیم اور سنت جو کتابوں میں موجود ہے بغیر کسی واقف کتاب و سنت اور نائب رسول کے جس کی شان میں کاتبیہ کا مبارک لفظ حدیث میں آیا ہے ہدایت کے لئے تنہا کافی نہیں ہو سکتی اگر کوئی ہدایت کتابی شکل میں بغیر کسی نبی و رسول، ہادی و بیرو مرشد اور استاد کے اس معاملہ میں ہدایت کیلئے کافی ہوتی تو قرآن کریم جو تمام کتب ہدایات آسمانی کا جامع اور کامل و مکمل اور اس لحاظ سے افضل کتب الہیہ سب سے زیادہ استحقاق رکھتا تھا کہ بغیر ذبیحہ رس سؤالی کے کافی، دانی، شافی سمجھا جاتا جب یہ آیت دلالت النص سے اس کی نفی کر رہی ہے تو ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخصت فرما جانے کے بعد جب کہ ختم نبوت کا اعلان حضور خود فرما چکے ہیں اور تمام امت مرحومہ خصوصاً اہلسنت والجماعت کا اس پر کامل اجماع



اور اتفاق ہے۔

ہر نبوت را بر او شد اختتام

ہست او ختم رسل خیر الانام

ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہو گئی اور سب انبیاء و رسل کے آپ خاتم ہیں۔  
کتاب و سنت پر عمل کرنے کرانے یعنی کفر و گمراہی سے بچنے بچانے اور ایمان پر قائم  
اور دائم رہنے کے لئے قیامت تک ایسی متبرک اور مقدس بستیاں آتی رہیں گی جن کی شان  
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ورثہ الانبیاء اور کاتبانہ کے الفاظ فرمائے ہیں اور اپنے  
بعد ان کی اتباع اور تقلید کا حکم فرمایا ہے (بخاری شریف) اور جن کا تعارف گزشتہ صفحات  
میں کر دیا جا چکا ہے

### عمرت اور کتاب اللہ

ناظرین کی مزید نسلی و اطمینان اور واقفیت کے لئے ایک دو حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔  
صاحب تفسیر مظہری اس ضمن میں حضرت قتادہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم تو تشریف لے گئے لیکن تشرف لے جانے سے پہلے خلفا اور نائبوں کا پتہ دے گئے  
جو قیامت تک ہوں گے اس کے متعلق ایک حدیث تو آپ نے زید بن ارقم کی روایت  
سے مسلم شریف سے نقل کی ہے جس میں بتایا گیا ہے و انی تامنک فیکد الشقیذین  
ذی تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، اس کو تندی شریف کے حوالہ سے لکھتے  
ہیں جو غالباً حج الوداع کے خطبہ میں فرمائی گئی تھی جس کا مطلب یہ ہے

لوگو! میں تمہاری طرح آدمی ہوں۔ مجھ پر بھی اللہ کا فرشتہ (ملک الموت) آنے  
والا ہے میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جو ایک دوسرے سے بہت بڑی ہیں۔  
ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ وہ کتاب اللہ جو آسمان سے  
لے کر زمین تک پھیلی ہوئی ہے۔ دوسرے میری عمرت (میرے اہلبیت) اور وہ ایک درس  
سے جدا نہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ میرے حوض پر اکٹھے ہوں گے۔ تو سوچو! غور کرو! میرے بعد

ان دونوں سے کسا سلوک کر دو گے

قاضی صاحب د مصنف تفسیر منظری، آیت کی تشریح کے بعد اولیائے عظام اور اپنے اپنے وقت کے مجددین کو بھی اہل بیت کے تخت میں شمار کرتے ہیں جس سے مطلب آپ کا یہ ہے کہ آج بھی اگر کوئی شخص کفر و گمراہی سے بچنا اور اپنے ایمان کی سلامتی کو قائم رکھنا چاہتا ہے تو اولیائے کرام و پیران عظام کے قدموں پر لکے کیونکہ یہ پاک اور مقدس ہستیاں حضور کے خلیفے اور نائب ہونے کے سبب وہی سدا سولہ کی کمی کو پورا کر رہی ہیں خدا کا رستہ بتا ہی نہیں رہے بلکہ اکثر خوش نصیبوں کو دہاں تک پہنچا بھی رہے ہیں

فالحمد للہ علی ذالک۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب نمبر ۳۰ فرماتے ہیں۔

”وجود اہل اللہ (انبیاء و اولیاء) رحمت است ہم در حیات و ہم بعد ممات فیوض برکات کہ در حیات شامل ہم امیدوار آل باید بود“

ترجمہ: اہل اللہ (انبیاء و اولیاء) کا وجود رحمت ہے زندگی میں بھی اور ان کے مرنے کے بعد بھی۔ جو فیوض و برکات ان کی زندگی میں ان سے حاصل ہو سکتے ہیں ان کی موت کے بعد بھی ان کا امیدوار رہنا چاہیے۔

فیوض و برکات مرنے کے بعد بھی ان سے حاصل ہو سکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ فیکم رسولہ کی شرط کے بغیر کوئی شخص بھی ہدایت نہیں پاسکتا وہ خاص خاص لوگ ہیں اور بہت کم ہیں جو روحانی طور پر دور سے یا ان کی وفات کے بعد ان کے روح سے فیض حاصل کر سکتے ہیں لیکن یہ وجود ہی کی برکتیں ہیں کہ ان کی جسمانی صحبت سے ہر آدمی اپنی اپنی استعداد کے مطابق فیض حاصل کر سکتا ہے۔

نتیجہ: برنجات کے لئے ایمان کا صحیح اور عقیدہ کا درست ہونا شرط ہے مگر اسی سے بچنا اور ایمان پر قائم رہنا بقول پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آیه کریمہ منقولہ بالا ممکن نہیں جب تک کتاب اللہ اور کسی نائب و وارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے دامن کو مضبوطی سے نہ پکڑا جائے یعنی ان سے بیعت کر کے خلوص دلی سے ان کی فرمانبرداری نہ کی جائے اس لئے اولیائے عظام میں سے کسی ایک سے راہ و رسم صحبت برعایت آداب حسن عقیدت قائم کرنا بھی لازم اور ضروری ہوا صومالہ المراد والحمد للہ علی ذلک

وَمَنْ يَلْتَمِسْ بِاللَّهِ فَقَدْ هَدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (پ ۱۷)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑتا ہے تو ضرور راہ راست کی طرف ہدایت کیا جاتا ہے۔

### اعتصام باللہ کے معنی

اعتصام باللہ کے معنی اللہ کا دین مضبوطی سے پکڑنے کے ہیں مگر جو معنی صاحب تفسیر مظہری نے بیان کئے ہیں وہ نہایت موزوں معلوم ہوتے ہیں۔ کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو اپنی ساری توجہ کا مرکز بنانا۔ اس طرح سے کہ ادھر سے ایک دم بھی غفلت نہ ہو۔ ہر وقت حضور محسوس ہو۔ یہی حضور دوام حق ہے جو خواجگان نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی خصوصیات میں ذکر فرمایا ہے اب آیت کے یہ معنی ہونے کہ جو شخص اپنی توجہ ہر وقت اپنے اللہ کی طرف رکھے ایک دم بھی ادھر سے غافل نہ ہو حتیٰ کہ حضور دوام حق کے مقام پر پہنچ جائے وہی صراط مستقیم پر ہے واصل باللہ ہونے والا ہے یا ہو گیا ہے۔

إِنِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (القرآن)

میرا رب بلاشبہ صراط مستقیم (راہ راست) پر ملتا ہے یعنی صراط مستقیم ہی راہ (وصول الی الحق) حق ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس راہ کو صراط مستقیم کہا گیا ہے۔ اور تصوف کی اصطلاح میں سلوک یا رسول الی الحق کی راہ کہتے ہیں اعتصام باللہ کے یہ کتنے صاف اور بھترے معنی ہیں کہ کسی تاویل کی ضرورت ہی معلوم نہیں ہوتی حق تعالیٰ کی مراد ہی اس سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہی لوگ صراط مستقیم پر ہیں جن کی قلبی توجہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی طرف ہے خواہ ان کا ظاہر دنیاوی تعلقات سے معلق ہی ہو۔



”دست بہ کار دل بہ یار“

کے مسداق ہوں اور یہ مقام یا حالت قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت سے ثابت ہے۔

رَجَالٌ لَا تُلَاهِيهِمْ تَعَارِفَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ (پ ۱۱ ع ۱۱)

ایسے مردانِ خدا ہیں جن کو بجات و خرید و فروخت و جو کہ اسبابِ غفلت میں عظیم ترین اسباب سمجھے جاتے ہیں، یاد حق سے روک نہیں سکتے۔ اگرچہ یہ مقام اس راہ کے منتہیوں کا ہے مگر مبتدی بھی چونکہ اسی راہ پر گامزن ہیں اور عنقریب متوسط اور منتهی ہونے والے ہیں اگرچہ وہ پہلی منزل میں ہیں لیکن وہ بھی صراطِ مستقیم پر ہیں۔ عیاں راہِ بیابان! چونکہ یہ مسک اہل اللہ داد لیائے کرام و پیرانِ عظام کثر ہم اللہ تعالیٰ کا ہے وہی صراطِ مستقیم پر قائم اور اس کی طرف دعوت دینے والے ہیں جیسا کہ اسی مضمون کی نمبر ۱۱ میں مفصل بیان ہو چکا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کا صراطِ مستقیم پر چلنا ہی اللہ تعالیٰ کو محبوب و مطلوب ہے اور چونکہ صوفیائے کرام و پیرانِ عظام اور ان کے متوسلین ہی صراطِ مستقیم پر ہیں اس لئے اس راہ کی ہدایت اور اس راہ پر چلنے کی توفیق کے لئے نمازیں پڑھنا اور عملی کارروائی سیکھنے کے لئے ان مستقیم الحال اور صراطِ مستقیم پر مقیم حضرات کی صحبت کے لئے ان کے پاس بکثرت جانا نہایت ضروری ہے۔

### ابتداء و انتہاء تقویٰ

سَيَاهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا  
وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (پ ۲۵ ع ۲۵)

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرنے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز زمر ناگرمسلمان۔“

آیت کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتمہ بالا سلام دو الایمان ہونے کے لئے ایمان اور کمال تقویٰ کی ضرورت ہے۔ مومنوں کو کمال تقویٰ کی ضرورت ہے مومنوں کو کمال تقویٰ کے حصول اور مسلمان ہونے کا حکم ہو رہا ہے اور نفی و اثبات میں جو



حیثیت مسلمان کرنے کی تاکید کی جا رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان معہ کمال تقویٰ ہی صحیح اسلام اور اس پر عمل کرنے والا ہی سچا اور کامل مسلمان ہے یعنی اصلی مسلمان وہی ہے جو مومن متقی اور پرہیزگار ہو۔ اللہ تعالیٰ اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتا ہو اور ہر وقت خائف و ترسناک رہے کہ اس کا کوئی قول و فعل اور کوئی نقل و حرکت احکام شرعیہ کے خلاف نہ ہو جس سے اس کی فرمانبرداری مسلمانانہ میں فرق پڑے اور مولا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو بعض مفسرین اَلتَّقْوَىٰ لِلّٰهِ حَقُّ لِقَاتِهِ كِىٰ اٰیۃ كُوْنَا تَقْوَىٰ اللّٰهِ مُسْتَطَعَمٌ رِّسِ اللّٰهِ تَعَالَىٰ سے ڈرتے رہو جتنا تم سے ہو سکے، کی آیت سے منسوخ سمجھتے ہیں حالانکہ یہاں ناسخ و منسوخ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حَقُّ لِقَاتِهِ میں ساک منتہی رہا تھا۔ کے تقویٰ کا ذکر ہے اور نَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ سَاكٍ مِّبْتَدَىٰ رَاۤیۡدَاکِ کے تقویٰ کا ذکر ہے اور یہی صحیح ہے ورنہ مومن ناسق کا قطعی طبعی ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ یہ کتاب اور سنت کے خلاف ہے اور اہل سنت والجماعت میں سے کوئی اس کا قائل نہیں۔ بلکہ سب فرقے مسلمانوں کے مانتے ہیں کہ گنہگار مومن بقدر گناہ دوزخ میں رکھے جائیں گے اور ایمان کی بدولت سزا بھگتے کے بعد دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کئے جائیں گے حالانکہ کافر ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کامل الایمان و تقویٰ مسلمان براہ راست جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ قرآن کریم اس مضمون سے مملود بھرا ہوا نظر آتا ہے جو چاہے اس میں نظر غائر و تدبیر سے دیکھے نیز آیت کریمہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اَلًا وَّسَعَهَا بِمَا دَانَکِی نَفْسٍ رَّجِی، کو اس کی وسعت و طاقت و قوت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا بھی اَلتَّقْوَىٰ لِلّٰهِ حَقُّ لِقَاتِهِ کی تائید و تصدیق فرما رہی ہے۔

## وجہ استدلال

قرآن کریم میں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ بِآیٰۃِ اَوْلِیَآئِ اللّٰهِ كِىٰ تَعْرِیۡفِیۡنَ اٰیۃِ اَوْلِیَآئِ اللّٰهِ وہ ہیں جو مومن و متقی ہیں۔ عوام الناس مسلمانوں کو ایسا ایمان ہی نصیب ہے نہ کامل تقویٰ۔ اس کے حصول کے لئے انہیں وہاں جانا چاہیے جہاں سے

انہیں یہ نعمت مل سکے جس کا حصول اللہ تعالیٰ نے آیت بالانبر میں واجب قرار دیا ہے اور یہ نعمت قرآن کریم کی رو سے اولیاء اللہ کے ہاں موجود ہے اس لئے ان کی خدمت میں خلوص نیت و حسن عقیدت سے جانا اور اکثر وقت ان کی صحبت میں گزارنا چاہیے تاکہ توجہ انعکاسی اور ان کی معیت کی برکت سے یہ نعمت حاصل ہو اور خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ کے رنگ پکڑنے دیکھنے کی ضرب المثل صادق آئے۔

با عاشقان نشیں وہمہ عاشقی گزریں  
ہر کس کہ نیت عاشق با او مشو قریں

دومنین و کالمین و عاشقانِ خدا و رسول، خدا اور رسول کی محبت مال اور اولاد کی محبت کے مساوی نہیں۔ بلکہ زیادہ رکھتے ہیں جو منافی ایمان ہوا ان کے نزدیک بھی مت جاؤ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ  
وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (پ ۶ ع ۱۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو جس کی بدولت تمہیں اس سے قرب حاصل ہو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت کریمہ میں فلاح و نجات، کامیابی، نیکی، حاصل کرنے کے لئے چار چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ۱۔ ایمان ۲۔ تقویٰ ۳۔ وسیلہ ۴۔ جہاد۔

۱۔ ایمان یہ ہے کہ بندہ والہانہ عقیدت و محبت کے ساتھ زبان سے اقرار کرے مع تصدیق قلبی کے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسولِ رحمن ہیں جو ہدایات کے لئے بھیجے گئے اور جو کچھ وہ خدا کی طرف سے لائے ہیں سب حق ہے اور واجب التعمیل و محضراً: إِذَا رَأَىٰ بِاللِّسَانِ وَاصْدَقَ بِالْقَلْبِ

۲۔ تقویٰ: خدا سے ڈرنا یعنی دل میں ہمیشہ کھٹکا لگا رہے کہ ہم سے کوئی قول و فعل اور کسی قسم کی نقل و حرکت ایسی سرزد نہ ہو کہ جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے اپنی زندگی اس طرح بسر کرنا کہ ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوں اور اس کی رضا

حاصل ہو سکے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

یاد داری وقت زادن تو ہمہ خنداں بند و تو گریاں

انچناں زئی کہ وقت مردن تو ہمہ گریاں بکند و تو خنداں

ترجمہ :-۔ تجھے یاد ہے کہ جب تو پیدا ہوا تو سب گھرواے

ہنس رہے تھے اور تو رُبا تھا اب اس جہاں میں اس طرح زندگی گزار د خوف خدا سے ایسے اچھے عمل کرنا کہ مرنے کے وقت تو تو ہنستا ہوا یہاں سے جائے جیسا کہ محب محبوب کو ملنے جاتا ہے اور یہ سب تیری نیکیاں اور احسان یاد کر کے روتے رہیں۔

۳۔ وسیلہ اور ذریعہ اور واسطہ کے ہیں اس سے مراد سفارشی شافع و شفاعت

کرنے والے، اور وکیل بھی کہتے ہیں اور وسیلہ ایک خاص مقام درجات عالیہ کا نام بھی ہے جو فقط امام الانبیا والمرسلین سید الاولیاء والصلحین محبوب رب العالمین جناب رحمۃ اللعالمین حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا جائے گا آپ بارگاہ رب العزت میں اس ہونناک اور پہنناک دن رقیامت کہ جب کہ تمام انبیا اور مرسلین نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے سب کا وسیلہ بنیں گے اور سفارش و شفاعت باذن اللہ فرمائیں گے۔

۴۔ یہ سادہ و جدوجہد کرتا، دنیا میں بقائے مہمتی کے لئے کافروں سے اسلام و ایمان کے لئے رٹنا، نفس کا فرکیش سے اس کے شر اور ضرر سے بچنے کے لئے اس کا مقابلہ کرنا جو ہر قسم کے جہاد سے مشکل اور اہم ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ حضور رسالتاً صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من الجہاد الا الصغر الی جہاد الاکبر والحديث ہم نے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف رجوع کیلئے اس وقت فرمایا جب کہ کافروں پر غالب آگئے ان کی رٹائی سے فراغت پا کر تشریف لارہے تھے یعنی کافروں سے رٹنا تو اب ختم ہوا اب نفس کا فرکیش کے ساتھ مقابلہ ہے جو کفار کے مقابلہ سے سخت تر اور مشکل ہے آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ و رسول پر ایمان رکھنے والو! اللہ سے ڈرتے رہو اس کے احکام کی تعمیل میں اچھے عمل کرو اور برے اعمال سے بچتے رہو اور اس کی طرف دبارگاہ



رب العزت میں وسیلہ لاؤ جس کی بدولت تمہیں ایمان و تقویٰ پر استقامت نصیب ہو اور قرب حق حاصل ہو اور اس کی راہ میں وصول الی اللہ کے حصول کے لئے جہاد بالتفسیر کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ گامیاب اور یا مراد ہو جاؤ) وسیلہ سے مراد یہاں پیر و مرشد ہے اور یہ الفاظ ولی اور نبی کے لئے یکساں بولے جاتے ہیں۔ مولانا روم (مثنوی)

از برون پیر است و در باطن صبی  
خود پیر است آن ولی و آن نبی

ترجمہ :- بظاہر وہ بڑھا ہے اور باطن میں بچہ ہے، جانتے ہو کہ وہ کیا ہے؟ وہ ولی ہے اور نبی ہے۔ شعر میں پیر سے مراد پیر طریقت ہے پیر چونکہ پیر اور مصلح ہوتا ہے اس لئے ولی اور نبی دونوں پر یہ نام صادق آتا ہے۔ ولی خاص اپنے متوسلین اور اپنے سلسلہ میں داخل ہونے والوں کا پیر ہے اور نبی اپنی ساری امت کا پیر ہے جب تک بکثرت جسمانی صحبت پیر کی میسر نہ ہو روحانی نسبت حاصل نہیں ہو سکتی اور جب تک روحانی نسبت صحبت حاصل نہ ہو حصول فیض کے لئے جسمانی صحبت کی اشد ضرورت ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت مبارکہ سے ظاہر ہے جس کا ذکر پیچھے تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اگرچہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں روحانی طور پر موجود ہیں اور اہل اللہ در روحانی پیشواؤں کو جو آپ کے صحیح خلفا اور نواب ہیں فیض پہنچا رہے ہیں اور قیامت تک پہنچاتے رہیں گے لیکن چونکہ عام مسلمان اور سادک مبتدی جسمانی صحبت کے محتاج ہیں جس کے بغیر وہ فیض یاب نہیں ہو سکتے اس لئے انہیں ایک ایسے استاد اور بادی و مرشد کی ضرورت ہے جو صحیح معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ اور نائب ہو اور وہی پیر کامل ہے

چوں تو ذات پیر را کردی قبول  
ہم خدا در ذالرش آمد ہم رسول

ترجمہ :- جب تو نے پیر کو قبول کر لیا تو خدا اور رسول کو بھی قبول کر لیا کیونکہ فیضان حق کے حصول کے لئے اولیاء کا واسطہ اور وسیلہ ضروری ہے جس کا ثبوت خاص



طور پر قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کی وساطت سے فرشتوں کو اسماء کی تعلیم میں ملتا ہے جس کی طرف مولانا روم اس شعر میں اشارہ فرماتے ہیں:

آدمے را او بخویش اسماء نمود

دیگراں راز آدم اسماءے کشود

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اسی کی تعلیم فرمائی اور دوسروں پر آپ کے ذریعے سے منکشف و ظاہر ہو گئے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم علیہ السلام کو اسماء سکھادیئے اَنْبِئْتُمْ بِاسْمَاءِ صَمِّ

(ان کے نام بتاؤ) ان کے ذریعے سے فرشتوں کو ان اسماء سے آگاہی بخشی اسی کی تائید

میں 'مولانا مزید فرماتے ہیں:

آب خواہ از جو بجویا از سبو

کین سبورا ہم مدد باشد ز جو

ترجمہ: پانی خواہ نہر سے حاصل کر دو خواہ گھڑے سے، یہ ایک ہی بات ہے کیونکہ

اس گھڑے کو نہر سے ہی پانی کی مدد ملتی ہے۔

نور خواہ از مہ طلب خواہے ز خور

نور مہ ہم ز آفتاب است اے پسر

ترجمہ: نور یعنی روشنی خواہ چاند سے طلب کر دو خواہ سورج سے ایک ہی بات

ہے اے عزیز چاند کا نور بھی حسب تحقیق حکمت کہ نور القمر متفاد من نور الشمس سورج

ہی سے ہے۔

مقبس شو زود چوں یابی نجوم

گفت پیغمبر اصحابی نجوم

ترجمہ: جب تم ہدایت کے روشن ستاروں کو دیکھو۔ تو ان سے نور معرفت حاصل

کر دو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں

حلا: صاحب مفتاح العلوم حاکم اور طبرانی سے بروایت عبداللہ بن سیر ایک حدیث

لائے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ خوشی ہے اس شخص کو جس نے میری زیارت کی اور مجھ پر ایمان لایا اور خوشی سے اس شخص کو جس نے اس شخص کی زیارت کی جو میری زیارت کر چکا ہے اور اس شخص کو جس نے اس شخص کی زیارت کی جو میری زیارت کرنے والے کی زیارت کر چکا ہے اور مجھ پر ایمان لایا ہے خوشی ہے ان سب کو اور اچھی بازگشت دمولانا احمد حسن) اس حدیث سے اس سابق مضمون کی تائید ہوتی ہے یعنی ایک اصحابی کی زیارت اس لئے بابرکت ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اولیائے امت بھی اسی متابعت و وراثت کے طور پر حضور کے دیکھنے والوں میں شامل ہیں اسی طرح ایک ولی اللہ کا فیض اس لئے فیض حق کی مانند شامل ہے کہ اس کا فیض بھی حق تعالیٰ سے حاصل ہوا ہے مولانا اس کی تائید میں خوب مثال بیان فرماتے ہیں۔

چول چراغے نور شمع را کشید!  
 ہر کہ دید آں را یقین آں شمع دید  
 ہم چنین تا صد چراغ او نقل شد  
 دیدنش آخر بقائے اصل بد

ترجمہ :- جب ایک چراغ نے کسی شمع سے نور حاصل کیا تو جس نے اس چراغ کو دیکھا یقیناً اس شمع کو دیکھا اسی طرح اگر سو چراغ تک بھی ایک دوسرے سے روشنی نقل ہوتی چلی جائے تو آخری چراغ کو دیکھنا سب سے پہلے چراغ کو دیکھنے کے برابر ہوگا۔  
 صاحب مفتاح العلوم ایک نقطہ یہاں لکھتے ہیں۔ کہ بیعت طریقت کے مشہور سلسلوں میں سے کسی سلسلہ سے بیعت کی تو گویا اس نے اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے ساتھ ملایا کیونکہ اس نے اپنے پیر سے ہاتھ ملایا ہے اور اس کے پیر نے اپنے پیر سے ہاتھ ملایا ہے اسی طرح یہ سلسلہ صحابہ تک اور صحابہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا ہے پس اس مرید نے ایسے ہاتھ کو چھوا ہے جو تو اولیائے سلسلہ بہ سلسلہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کو چھونے کی فضیلت حاصل کر چکا۔ اور فیض و برکت حاصل کر چکا

مدت اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب قول الجہل میں اپنے والد مرشد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس دو مولوی صاحبان نے آکر ضرورت تشریح کا ثبوت طلب کیا آپ نے یہی آیت ”وَ اِتَّخَذُوا إِلَيْهِ لُبًّا سَبِيلًا“ پڑھ کر فرمایا وسیلہ سے یہاں مراد پیر کی ذات ہی ہے انہوں نے کہا کہ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں آپ نے فرمایا کہ ان کا ذکر و تعلق ”الذین آمنوا“ میں آچکا ہے پھر انہوں نے کہا کہ وسیلہ سے مراد اعمال صالحہ ہیں آپ نے فرمایا اعمال صالحہ ”اتقوا اللہ میں آگئے اس لئے یہاں وسیلہ سے مراد پیر ہی ہے اور کچھ اس کے معنی نہیں بن سکتے مولوی صاحب لاجواب ہو کر چلے گئے، تو الٰہی جہل:

### علمائے ربانی کی جماعت

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (پ ۲ ع ۲)

ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے (کنز الایمان)

اس آیت سے امر معروف و نہی عن المنکر کی فریضت اور جماعت کی حجت ہونے پر استدلال کیا گیا ہے (دعوات العرکان) اس آیت میں بظاہر مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان میں مبلغین اسلام کی ایک جماعت ہونی چاہیے۔ جو نیکی اور بھلائی کی راہ دکھایا کرے اور اعمال صالحہ کرنے کا حکم اور برے اعمال سے منع کیا کرے ”روکا کرے“ چونکہ تبلیغ احکام الہیہ و شریعتیہ اسلامیہ فرض ہے اس لئے ایسی جماعت یا اشخاص کا ہونا بھی جو اس نیک فریضہ کو ادا کرتی اور کرتے ہی ضروری اور لازمی ہوا۔ پہلی امتوں میں بھی یہ سلسلہ رشد و ہدایت اسی طرح جاری رہا کہ ہر امت میں حقیقی داعی اور مبلغ یعنی رسول کے بعد ان کے نائب خلیفے و علمائے ربانی، ہوتے رہے جو رسول وقت کی ہدایات کے مطابق احکام الہی کے ماتحت رشد و ہدایت کا کام کرتے رہے جس کا ذکر تفصیل سے پہلے کیا گیا ہے۔



اسی سنت الہیہ کے احیاء کا اس مذکورہ بالا آیت میں بیان ہے جو اس مبلغ اعظم امام الانبیاء  
والمرسلین وابدال اولیاء الصالحین ہمارے حضور پر نور حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
پر نازل ہوئی۔ اس میں آپ کی امت پر بھی وہی انعام مرحمت فرمایا گیا یعنی خلفاء اور نواب انبیاء  
کی جماعت ہونے پر زور دیا گیا اور اسے فرض قرار دیا گیا اور اسی سبب سے حضور پر نور کی امت کو  
خیر امت کہا گیا ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ہ پت ع تم بہتر ہواں سب  
امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں کالقب عطا فرمایا گیا چنانچہ ترمذی کی حدیث سے اس کی  
تائید ہوتی ہے جو ذیل میں ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ میری امت کو گرامی پر جمع نہ کرے  
گا اللہ تعالیٰ کا دست راست (MAIN BODY) سواد اعظم (بڑا گروہ) پر ہے جو جماعت سے  
جدا ہوا دوزخ میں گیا۔ یہی علمائے ربانی و مشائخ حقانی کی مقدس و برگزیدہ جماعت ہے۔  
جس کی طرف آیت مذکورہ میں اشارہ کیا گیا ہے اور یہی پاک لوگ حقیقت میں مبلغین اسلام  
کہلانے کے مستحق ہیں اور ان ہی صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کی بدولت اسلام دنیا کے گوشے  
گوشے میں پہنچا آج بھی یہی مقدس ہمتیاں اپنے سلف صالحین متقدمین کی طرح سرگرم عمل ہیں  
بھوئے بھٹکے ان کی طفیل راہ پر آ رہے ہیں۔ بڑے بڑے رنرن، ڈاکو، اور سیاہ کار ان کی ہمت  
یرکت سے سچے دل سے تائب ہو کر سعادت دارین حاصل کر رہے ہیں۔ اکلبے لوث خدمت  
اسلام اور فی سبیل اللہ رشد و ہدایت کا نظارہ دیکھنا ہو تو علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں  
اعلیٰ حضرت امیر ملت قبلہ شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ ۷

بقا بادش چو عمر نوح بل بیش

کز و خور سندان بیگانہ و خویش

کے دربار شریف کی زیارت کریں۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا درس علی اور حقیقی  
لباس میں دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فلاح و نجات  
اور کامیابی کے طالبوں کو ضروری ہے کہ حصول مدعا کے لئے ان مفلحوں یا مراد اور خدا پرست



بزرگوں کے ساتھ تعلق روحانی استوار کریں۔ ان کی صحبت میں رہیں ان کی خدمت کریں  
تاکہ مراد کو پہنچیں۔ کیونکہ ان کا ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن حقیقت و معرفت سے  
پیرا ہے۔

ان کی صحبت دیو کو کر دے ملک  
ہے اثر صحبت میں ان کی یاں تنگ  
جس صبغۃ اللہ میں وہ رنگے ہوئے ہیں ان کا ہم نشین بھی اسی رنگ میں  
رنگین ہو جاتا ہے۔

صحبت مردے اگر باشد نصیب  
دولت جاوید یابی اسے نصیب  
اگر کسی مرد کامل صوت و سیرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ  
حسنہ کے نامل کی معیت حاصل کرے گا۔ تو اسے عزیز دولت جاوید فلاح دارین و سعادت  
کو زمین پائے گا۔ یہی اس آیت مذکورہ بالا کا مقتضا ہے۔ **فَاِصْنُوْا بِاللّٰہِ وَاَسْئَلُوْہُ**  
کا اشارہ بھی اسی طرف ہے۔

پیرانگیزی کہ بے پیراں سفر  
ہمت پر از آفت و خوف و خطر  
کسی بزرگ داعی الی اللہ ہادی و رہبر کا دامن مضبوط پکڑ کر اس کے بغیر اس راہ  
کا طے کرنا خوف و خطر میں پڑتے اور آفتوں میں مبتلا ہونے سے خالی نہیں و مثنوی

آں رہے کہ بار ما تو رفتہ  
جز قلاوز اندر آں آشفتہ  
پس رہے را کہ ندیدستی تو بیخ  
ہن مرو تنہا ز رہبر سر پیچ  
ہر کہ تنہا باد، بہ این را نہرید  
ہم بعون و ہمت پیراں رسید

ترجمہ :- اس صحرائے عالم اور دنیا کی زندگی کے سفر میں تو کئی بار آیا، گیا ہے کسی ہمراہ اور رہبر کے بغیر پریشان ہی ہوا ہے پھر جس راہ کو تو نے دیکھا ہی نہیں اس میں اکیلا نہ جا اور راستہ دکھانے والے کو ساتھ لینے سے انکار نہ کر کیونکہ جس کسی نے اکیلے اس راہ کو طے کیا ہے تو وہ بھی ان بدیران کرام اللہ کی طرف راہ دکھانے والوں کی مہربانی، ہمت اور مدد سے منزل مقصود پر پہنچا ہے۔

ان کے مبارک قدموں اور نفس کش کے سایہ تلے ہی یہ راہ باسانی طے ہو سکتی ہے۔ جس طرح شریر بچے استاد کے سامنے اپنی شرارتیں بھول جاتے ہیں اسی طرح نفس امارہ ان روحانی استادوں کے سایہ تلے رہ کر اپنی شوخی و شرارت اور سرکشی بھول جاتا ہے اور اخلاق بیاہ اور عادات ذمہ سے باز آجاتا ہے اسی لئے مولانا رومؒ نے فرمایا ہے :-

بسیح نکشد نفس را جز ظل پیر

دامن آں نفس کش راست بگیر

مرشد کامل کے سایہ تلے رہ کر ہی نفس کی خواہشات مرٹ سکتے ہیں اور نفس قابو

میں آجاتا ہے اور آہستہ آہستہ ڈاڑھی جھلتی، دیمبری جنت میں داخل ہو جاؤ، کاسمعی بن

جاتا ہے اس لئے ایسے نفس کش کے دامن کو مضبوط پکڑ اور اس کے سایہ میں (ہدایت پر) زندگی

بسر کر اور راہ حق سے بالکل ہٹ کر ادھر ادھر نہ ہو اور ان مقبولان بارگاہ رب العزت کی معیت و

خدمت کو اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت جان کر ہمیشہ ان کا شکر ادا کرتا رہ کیونکہ ان کا دامن تھامے

بیغیر گمراہی سے بچنا محال ہے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو ان کی اتباع میں راہ حق پر گامزن ہو

گئے وہ عنقریب وہ یکبکم اللہ، واللہ تم سے محبت کرے گا۔ اپنا دوست بنائے گا، انعام

اور بلند مقام پالیں گے۔ ان اللہ لا یجلف المیعادہ بے شک اللہ وعدہ کے خلاف نہیں

کرتا، چونکہ اس دنیا میں ہزاروں راہزن اور ڈاکو سرمایہ دین و

ایمان کو چھیننے کے لئے پھر رہے ہیں۔ مفلسوں (محافظ دستہ) کے ساتھ ہو لو ان کا دامن پکڑو

تا کہ یہ راہ بے خوف و خطر طے ہو اور خاتمہ بالا ایمان نصیب ہو جائے اگر نفاق، افتراق اور

خطوات الشیطان (شیطانی راستے سے) جویدھا جہنم کو لے جا رہے ہیں بچنا چاہتے ہو۔

جنتی گروہ میں رہ کر جنت میں جانا چاہتے ہو تو اسْتَعْمُوا حَبْلَ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفْرَقُوا  
پر عمل پیرا ہو جاؤ (یک سب)

ترجمہ: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ سب مل کر اور آپس میں پھوٹ نہ جانا۔  
حبل اللہ کی تفسیر میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں اس سے قرآن مراد ہے  
اور فرمایا تم جماعت و سوادِ اعظم بڑا گروہ (کو لازم پکڑ لو کہ وہ حبل اللہ ہے جس کو مضبوط  
تھامنے کا حکم دیا گیا ہے آپس میں پھٹ نہ جانا جیسا کہ یہود و نصاریٰ متفرق ہو گئے اس آیت  
میں ان افعال و حرکات کی ممانعت کی گئی ہے جو مسلمانوں کے درمیان تفریق کا باعث ہو  
طریقہ مسلیم مذہب اہل سنت ہے اس کے سوا کوئی اور راہ اختیار کرنا دین میں تفریق اور ممنوع  
ہے (خزائن العرفان) مسلم کی حدیث شریف کا مطلب تو صاف ہے کہ حضور پر قرآن کا نزول ہوا  
اور آپ نے يَتْلُوا عَلَيكُمْ آيَاتِهِ (پا ۱۱۷ ع) کے ماتحت لوگوں کو پڑھ کر سنا یا جھول  
نے اس پر عمل کیا۔ وہ ہدایت پر جنہوں نے اس کو چھوڑا اس پر عمل نہ کیا وہ گمراہی پر تو گیا قرآن کی اتباع  
موقوف ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت پر اگر آپ ان کو پڑھ کر نہ سنا تے اس پر عمل  
کرنا نہ سکھاتے تو ان کو اس (قرآن کریم) کی اتباع کیسے نصیب ہو سکتی۔

### سوادِ اعظم

اس حدیث شریف کا بھی وہی مطلب ہو سکتا ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ  
عنه نے فرمایا ہے اور وہ بھی ایک دوسری صحیح حدیث سے غالباً ماخوذ ہے جو ذیل میں ہے  
عَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ يَدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ مَنْ شَدَّ شَدَّ فِي النَّارِ  
جو اس حدیث کی صحیح تفسیر معلوم ہوتی ہے (لازم پکڑو بڑے گروہ یعنی جماعت کو۔ اللہ کا دست  
رحمت جماعت پر ہے جو اس سے الگ ہو جہنم میں گرا۔ اس حدیث شریف میں جماعت کا لفظ  
سوادِ اعظم کا بدل ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ اہل سنت و الجماعت ہی سب سے بڑا گروہ ہے تو ای  
اللہ کا دست رحمت ہے۔ اسی لئے وہی جنتی ہے اور اس سے الگ ہونے والا دوزخی! چونکہ اولیائے  
کو بسبب اپنی بلند مرتبت و مقام کے کہ وہ مومن متقی اور اللہ کے دوست اور پیارے ہیں جنت کی



بشارت ہے اس لئے ان کا وجود بھی فقط اہلسنت والجماعت میں ہی ثابت ہوا کسی دوسرے فرقے میں جن کو حدیث میں دوزخی کہا گیا ہے۔

سایہ بزدالی بود بندہ خدا      مردہ این عالم وزندہ با خدا  
دامن او گیر زود تر بیگماں      تار ہی از آفتِ آخر زمان

ترجمہ: خدا کا بندہ در مرد کامل، خدا کا سایہ ہوتا ہے کیونکہ وہ مقامات فنا و بقا طے کر چکا ہے اپنی ہستی کو اس کی ہستی میں فنا کر کے زندہ دنیا ویدین چلا ہے بغیر کسی شک و شبہ کے اس کے دامن کو خدا دامنِ رحمت اللہ سمجھئے کہ

نائب است دوستِ او دستِ خدا است

نعیفة اللہ فی الارض ہے اس لئے اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے اور اس کا دامن خدا کا دامن ہے اس کا دامنیوہ نے سین کے ساتھ بہت جلدی مقام لے تاکہ آخری زمانہ کے فتنہ و فساد اور مذہبی اور الحاد کی آفتوں سے جس کا ذکر احادیث میں آچکا ہے تو نجات پائے اب اہل اللہ واللہ والوں کا دامن اور اللہ کی رسی متعارف اور مترادف ہے معنی ہونے اور آیت ہا مطلب یہ ہوا کہ اہل اللہ و مشائخ کا دامن مشیوہ پکڑ لو کہ بسبب حال قرآن و عامل بالقرآن ہونے کے وہ مجسم قرآن و پیکر قرآن ہیں اور حقیقت میں ان کا دامن ہی اللہ کی رسی ہے اور ان سے دور اور الگ ہو کر فرقہ فرقہ نہ بنو کیونکہ ان سے دور ہونا اور ان کے دامن کو چھوڑنا اللہ کی رسی کو چھوڑنا ہے چنانچہ حضرت مولانا روم لکھتے ہیں۔ (ومعنی)

دور گشتی از حضور اولیا      در حقیقت گشتہ دور از خدا

ترجمہ: یعنی تو ولی اللہ سے دور نہیں ہوا بلکہ حقیقت میں خدا سے ہی دور ہو گیا ہے کیونکہ اولیا کے پاس بیٹھنا خدا کے پاس بیٹھنا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ان کی شان میں آیا ہے کہ ہم جلساء اللہ یعنی اولیاء اللہ کے ہم نشین ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ہر کہ خواهد ہم نشینی با خدا!

اونشیند در حضور اولیا

ترجمہ: جو کہ چاہے ہم نشینی خدا چاہیے ہو ہم نشین اولیا



جو خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہے وہ ادبہا کے حضور بیٹھا کرے کیونکہ وہ اللہ کے ہم نشین ہیں۔ الحمد للہ کہ اس آیت کریمہ سے ہر زمانہ میں ضرورتِ شیخ ثابت ہوئی۔

## تشریح مجسم قرآن

تاریخ اسلام اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے حالات سے واقف اور باخبر حضرات پر پوشیدہ نہیں ہو گا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کی توہین بالمقابل ہوئیں تو دونوں طرف مسلمان سمجھ کر صلح کی کوشش کی گئی تاکہ مسلمان اس قتلِ عظیم سے بچ جائیں۔ دونوں جانب سے ایک ایک حکم دمنصف مقرر ہوا کہ جو یہ فیصلہ کریں طرفین کو منظور ہو گا۔ عین اس موقع پر چار ہزار مسلمانوں کی ایک جماعت جو بڑے با شرح اور مستحق تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی توجہ سے الگ ہو گئے آیت کریمہ **إِنْ أَحْكَمْتُمُ الْاُمَمَ لِلَّهِ** حکم اللہ کا ہے اس کے سوا کوئی حکم فیصلہ کرنے والا نہیں پڑھ پڑھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا فتویٰ لگا دیا کہ انہوں نے حکم مقرر کر کے قرآن کریم کے خلاف کیا ہے اور قرآن کریم نزول پر لٹکا کر سارے کے سارے (چار ہزار) آپ کے مخالف اور دشمن ہو گئے۔ آپ نے اس وقت قرآن کریم نیزوں کے سردوں پر لٹکا دیکھ کر اور ان کے قرآن کریم سے غلط استناد کرنے پر فرمایا **ان کا غلطی پر لکھے قرآن کو بے مجھے بوجھے پیش کرتے ہو اور میں مجسم قرآن تم میں موجود ہوں میری طرف خیال نہیں کرتے اور میری بات نہیں سنتے ہو۔ حالانکہ میں حق پر ہوں اور قرآن کریم کو تم سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ وہ زمانے اور سب کے سب تہ تیغ ہوئے کیونکہ ان کا فتویٰ غلط تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کافر کہہ کر وہ کافر ہو گئے کافر دشمن اسلام سمجھ کر مار ڈالے گئے غرض اس بیان سے یہ ہے کہ آپ نے نیزوں پر لٹکائے ہوئے مجملہ قرآنوں کو قرآن سمجھے ہوئے خود کو مجسم قرآن فرمایا یعنی اپنے آپ کو حال قرآن اور ماہر و عامل بالقرآن سمجھ کر مجسم قرآن کہاں واقعہ ثابت ہوا کہ عوام اپنی کم فہمی و نادانی کے باعث قرآن کریم سے غلط استدلال کر کے گمراہ ہو سکتے ہیں حالانکہ وہ قرآن کے پلیدی و رحمت ہے اور مجسم قرآن جو ماہر علوم ظاہر اور واقف اور محرم علم ہمارا ہیں اپنی حقانیت اور صداقت کی بدولت گمراہوں کو بھی باذن اللہ راہ پر لے آتے ہیں۔**

## اسباب کی حکمت

۱۰۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا (پ ۸ ۹)

پس کہا ہم نے مارو یعنی چھو او۔ مقتول کی لاش کو ساتھ بعضے ایک ٹکڑے اس گائے کے  
تفاسیر میں لکھا ہے کہ ایسا کرنے سے وہ مقتول (مردہ) زندہ ہوگی اس مقتول نے  
زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتا دیا۔ اور فوراً پھر وہ مردہ ہو گیا۔ قرآن کریم کے بیان کردہ  
اس قصہ پر غور کرنے سے خیال ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کو تو ویسے ہی زندہ کرنے کی قدرت تھی  
یا زندہ کئے بغیر قاتل کو نام کر سکتے تھے پھر اس سامان کی کیا ضرورت؟ یہ تو ظاہر ہے کہ حق  
تعالیٰ کا کوئی فعل مجبوری کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ مصلحت اور حکمت کے لئے ہوتا ہے  
اور یہ بھی ظاہر ہے کہ پوری حکمتیں ہر واقعہ کی حق تعالیٰ ہی کے احاطہ علم میں آسکتی ہیں۔  
چنانچہ ایک بات تو اللہ تعالیٰ نے خود ظاہر فرمادی ہے کہ اسی طرح قیامت میں مردوں کو  
زندہ کریں گے گویا منکرین قیامت کا جواب دیا ہے سنا ہوا تھا کہ خفتہ را خفتہ کے  
کند بیدار،

اس لحاظ سے یہ کہنا اور بھی سخت تر تھا کہ

”مردہ را مردہ کے کند جا ندار“

یعنی مرا ہوا مرے ہوئے کو زندہ نہیں کر سکتا لیکن اس واقعہ مذکورہ فی القرآن سے یہ  
ضرب المثل غلط ثابت ہوگئی ہے خفتہ نے خفتہ کو بیدار نہیں کیا بلکہ مردہ دوزخ شدہ  
گائے کے ٹکڑے سے مردہ مقتول کو زندہ کر دیا ایسا زندہ کہ اس نے کلام کی اور اپنے قاتل  
کا نام اور پتہ دیا۔ لوگ اس کی زندگی سے مستفیض ہوئے بظاہر تو ابھی اشکال موجود ہے  
کہ گوشت کا لوتھر لاش کیساتھ مس کرنے سے لاش کیسے زندہ ہوگئی لیکن جب فقلنا پر  
نگاہ پڑتی ہے تو یہ مشکل آسان ہو جاتی ہے اور کوئی شک باقی نہیں رہتا فقلنا قدرت و قوت  
حق نے ادھر گائے کا گوشت جو بظاہر بے جان اور مردہ تھا میں بجلی سپرٹ۔ روح کی نقل  
کرنٹ یعنی پوری طاقت پیدا کر رکھی تھی اور ادھر مقتول کی لاش میں حضرت آدم کے بت کی طرح

دبوجی اٹھنے میں نفعِ روح کا منتظر تھا، قبولیتِ روح کی استعداد پیدا کر رکھی تھی۔ مس کرنے کی دیر تھی کہ قفلِ لاش کی پیدا کردہ بجلی لاش میں سرایت کر گئی مردہ نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک ٹرک ٹریٹمنٹ (بجلی سے علاج) سے ہسپتالوں میں آپ یہی دیکھتے ہیں کہ جن بیماروں کے اعضاء بازو، ٹانگیں وغیرہ، سوکھ جاتے ہیں ان کا گوشت اور پھٹے شل ہو جاتے ہیں۔ جب متواتر کئی دن تک بجلی ان پر لگائی جاتی ہے تو آہستہ آہستہ ان مردہ گوشت اور پھٹوں میں طاقت آجاتی ہے اور اکثر وہ صحیح اور تندرست ہو جاتے ہیں۔ درجی اٹھتے ہیں یہ یاد رہے کہ بجلی تقریباً ہر جاندار اور بے جان جسم میں پائی جاتی ہے اس کے گزرنے اور سرایت کرنے کے لئے یہ شرط نہیں کہ جسم جاندار زندہ، یہی ہو جس طرح وہ جاندار میں سے گزرتی ہے اسی طرح بے جان جسم میں بھی سرایت کرتی اور اس میں سے گزر جاتی ہے۔

### دستِ قدرت

انسانی ہاتھوں میں بھی بجلی نے یہ کرشمہ دکھایا کہ زندہ انسان کے بے جان اور بے حس اعضاء کو طاقت بخشی اور انہیں زندہ کر دیا لیکن خدائی قدرت کے ہاتھوں میں یہی بجلی حقیقی مردوں کو حقیقی زندگی بخشی ہے جیسا کہ اسی قصہ قرآن سے اس کا ثبوت ملتا ہے چونکہ انبیاء و اولیاء کے ہاتھ بھی خدائی ہاتھ ہوتے ہیں جب کہ قرآن کریم سے یہ بات ثابت ہے۔ وہاں صیت اذ صہیت والکن اللہا سرھی پیٹھ اور آپ نے مٹھی خاک نہیں بھینکی لیکن اللہ نے وہ بھینکی، اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللہَ جِدَ اللہَ فَوْقَ اَبْدِیٰہِمُ جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ واقع میں اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں خدائے کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، اس لئے مردہ دل ہمیشہ اور اکثر ان کی صحبت اور مجلس میں درمیانِ معانقہ کرنے سے زندہ ہوتے ہیں اور قیامت تک زندہ ہوتے رہیں گے اور یہی خدائی بجلی ان کے ہاتھوں غیر مرئی ذرہ نظر آنے والی، طور پر طرح طرح کے معجزات اور کرامات دکھانی رہی ہے اور دکھاتی رہے گی۔ فقط دیکھنے والی آنکھ کی ضرورت ہے۔



## دل کے اندھے

جو لوگ باوجود آنکھیں رکھنے کے بے بصیرت ہیں اور موجودہ زمانہ میں انسانی مانتوں میں بھی برکات دیکھ کر ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں تو وہ معذور ہیں جا دویا سحر سمجھیں یا سرے سے انکار ہی کر دیں یا باوجود معجزات و برکات کا قائل ہونے کے اپنی اس اناھی اور بے بصیرت نازدئے عقل سے ان کی لمبانی چوڑائی دھوٹا بڑا اور کم و زیادہ ہونا، ناپت ہیں اس طرح قدرت حق کا خود بھی تاق اڑاتے ہیں اور لوگوں کو بھی استہزاء کا موقع دیتے ہیں عوام تو پہلے ہی جلدیہ تہذیب کا شکار ہو کر مذہب حق سے دور اور الہیات سے نفور ہو چکے ہیں یہ نام کے داعظا و حقیقت سے نا آشنا مبلغ علوم الہی اور قدرت حق سے ناپ تول کرنے والے قَدْ هَمَلُوا مِنْ قَبْلُ وَأَنْتُمْ لَا تَتَذَكَّرُونَ پت پتے پہلے خود غلطی میں پڑ چکے ہیں اور بہتوں کو غلطی میں ڈال رہے ہیں اے مصداق خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں اور اس کے صلہ میں واہ واہ - مرجبا اور شاباش حاصل کر رہے ہیں۔ ع

بریں علم و دانش ببا بد گریت

اس علم و سمجھ پر دونا چاہیے، اس آیت مذکورہ الصدر میں تفسیری عبادت یہ ہوگی۔  
 ان اضربوا ببعضها دقل قلد باذن اللہ یعنی ذبیحہ گائے کے گوشت کے کسی ٹکڑے کو مقتول کی لاش پر مار دیا چھو دو اور کہہ اھٹ اللہ کے حکم سے گویا در فقلنا یہاں قلد باذن اللہ کے حکم میں ہے اور چونکہ ارادہ الہی بھی تھا کہ مقتول کو زندہ کر کے اسی کی زبان سے قائل کا نام دیتے ظاہر کرایا جائے تاکہ لوگوں پر جو قائل کو چھپا رہے تھے اتمام حجت ہو سکی لے بجائے اس کے کہ و اذ ا قضی امرًا فانما یقول لہ کن فیکون دا اور جب کسی کام کو اللہ تعالیٰ پورا کرنا چاہتا ہے تو بس اس کام کی نسبت اتنا فرمادیتا ہے کہ ہو جائے پس وہ اسی طرح ہو جاتا ہے، کی آیت کریمہ کے مطابق اختیار خصوصی سے کام لے کر براہ راست مقتول کو زندہ کر دیتے یا بغیر زندہ کئے اس کا پتہ بذریعہ الہام فرمادیتے مگر اللہ تعالیٰ نے دوسرا طریق کار دیکھا ہے قدرت، اختیار کا موجودہ لوگوں اور قیامت تک آنے والے



لوگوں پر ظاہر فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے کن تھیکن، کے ماتحت بغیر وسیلہ و سبب درمیان لانے کے جو چاہے کر سکتا ہے لیکن اس نے اپنی قدرت کو اسباب کے تحت چھپا رکھا ہے یعنی یہی طریقہ شعبہ رشد و ہدایت میں بھی اختیار فرمایا ہے اگرچہ ہر وہ مادی مطلق خود آپ ہی ہے اور جس کو چاہتا ہے بیدھی اہ پر چلاتا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آج تک جن کو ہدایت ہوئی ہے انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے ذریعہ اور وسیلہ سے ہوئی ہے اور سارا قرآن کریم اس امر کی شہادت سے پڑ ہے۔

## وجہ استدلال

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو مردہ کو مردہ کے ساتھ مٹس کرنے اور چھوڑ دینے سے زندہ کر دیتا ہے تو کیا وہ مردہ دل کو مردہ دل کے ساتھ مٹس کرنے سے زندہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ قادر مطلق ہے اس کی نظیر اور پر موجود ہے اسی طرح خواب غفلت میں سوئے ہوؤں کو کسی دوسرے یادِ حق سے غافل کے ساتھ ٹکرانے سے بیدار اور ہشیار نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے اس کی مثال میں کہا گیا ہے کہ عالم اگر چہ بے عمل اور بے عمل بھی ہو اس کے علم سے دوسرے بے علموں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے تو پھر کیا ایک زندہ دل دیا دحق میں بیدار اور ذکا دل کے ساتھ جو مردہ اور غافل دل مٹس کرے وہ زندہ اور یادِ حق میں بیدار نہ ہو گا؟ یقیناً ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے ہدایت پائیں راہِ راست پر آئیں اور اس کی واللہ تعالیٰ کی یہ خواہش و چاہت بعثت انبیاء سے ثابت ہے وہ زندہ دل اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے والے یہی مشائخ و عظام اور پیران کرام کثر ہم اللہ ہیں جن کے دلوں سے دل ملانے یعنی معالغہ کرنے اور دست بوس ہونے سے مردہ دل جی اٹھتے ہیں۔

ان کی صحبت مردہ کو زندہ کرے

زندہ ایسا ہو نہ پھر ہرگز مرے

بلکہ ان کے ایک نعرہ اللہ اللہ سے سینکڑوں مردہ دل زندہ ہو کر تڑپنے لگ جاتے ہیں اور اس تڑپ میں وہ ہنسی کچھ پاتے ہیں پانے والے ہی جانتے ہیں نا واقف اور اس

کو چہ سے نابلد معترض کیا جانے غ

ذوق ایلے نشا سی بخدا تانا چستی

تو اس شراب محبت و عشق الہی کا مزہ بغیر چکھے اور منہ لگائے نہیں پاسکتا۔  
مردہ دلوں کو زندہ کر پوائے کی ضرورت ہمیشہ رہی اور ہمیشہ ہی رہے گی اور اس کے لئے  
ان کو زندہ دلوں یعنی پیرانِ عظام کی ضرورت بھی ہمیشہ رہے گی۔

### مرشد۔ انعام الہی

۱۱ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَوْهًا لَهْتَهُ وَعَنْ يَضِلُّ عَن تَجْدَلَهُ وَلِيًّا مُّشِدًّا

جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو وہ بے راہ دگراہ کر دے  
تو آپ اس کے لئے کوئی مددگار راہ بتلانے والا نہ پائیں گے آیت کے پہلے حصہ میں یہ  
ہے کہ جس کو اللہ راہ دکھائے وہی راہ پائے یعنی ہدایت اللہ کی طرف سے ہے۔ آیت کے  
آخری حصہ میں ہے کہ جس کو وہ راہ نہ دکھائے یعنی گمراہ کر دے وہ گمراہ ہو جاتا ہے، اس لئے  
کہ اس کو راہ دکھانے اور ہدایت کرنے کے لئے، آپ اے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم،  
ہرگز کوئی ولی مرشد نہ پائیں گے۔ آیت میں مخاطب کون ہے حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم۔ جو خود ہادی، ولی اور مرشد بنا کر بھیجے گئے ہیں بلکہ ان سب کے سردار اور امام  
ہیں۔ آیت کے پہلے حصہ میں ہادی غیر اللہ کا انکار اور آخری حصہ میں ہادی غیر اللہ دو لیا  
مرشداں کے وجود کا ذکر و اذکار اور وہ بھی ایک ہادی اعظم کی موجودگی میں بظاہر اجتماع الضیاع  
معلوم ہوتا ہے اگر آخری آیت یوں ہوتی۔ وَ مَنْ يَضِلُّ فَهُوَ مِنَ الضَّالِّينَ رَادِّينَ  
کو وہ گمراہ گمراہوں میں سے ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ ہدایت اور ضلالت فقط  
اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کسی غیر اللہ کے ہاتھ میں نہیں جسے چاہے راہ دکھائے جسے چاہے  
گمراہ کر دے۔ غیر اللہ کا اس میں دخل ہی نہیں اس لئے کسی پیر ولی مرشد اور ہادی کے پاس  
جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ اول تو ان کا وجود ہی آیت مجوزہ سے ثابت نہیں ہوتا اور  
اگر کسی دوسری آیت سے ثابت بھی ہو تو بھی آیت مجوزہ کے مطابق ان کے ہاتھ میں کچھ

نہیں اور اس طرح اجتماع ضدین بھی نہیں رہتا لیکن باوجود اس مذکورہ بالا بیان اور تشریح کے اشکال پھر بھی موجود ہیں کہ اگر مجوزہ آیت کے مطابق اصلی آیت بھی ہوتی تو بھی اس پاک ہستی کا جس پر قرآن کریم کا نزول ہوا ہے اور یہ نزول بھی اس لئے ہوا ہے کہ اس سے لوگوں کو ہدایت کریں اور احکام الہی پر چلائیں اس آیت کے ماتحت بھی کہ فَاِمَّا يَأْتِيَنَّكَ دَهْرٌ هُدًى فَمَنْ يَبْعَ هُدًى فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ہاں ہی اگر میری طرف سے ہادی یا ہدایت آئے تو جو اس ہادی یا ہدایت کی اتباع کرے گا ان پر کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، بطور ہادی (نبی و رسول) موجود ہونا ظاہر کرتا ہے کہ رشد و ہدایت کا حکم انبیاء و اولیاء خلفائے انبیاء کے سپرد کر رکھا ہے اگرچہ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ دَمَا تَعْمَلُونَ بِۤیۡتِیۡنَا دَالِدٌ تَعَالٰی تَعَالٰی تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق ہے، کے ماتحت ہدایت و ضلالت اسی کی طرف منسوب اور اسی کے اختیار میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انبیاء علیہ السلام کا سلسلہ جاری نہ فرماتا جو محض مخلوق خدا کو راہ راست پر لانے کے لئے ضروری سمجھا گیا ہے اور جس طرح حیوان الہام الہی کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں انسانوں پر بھی حیوانوں کی طرح زندگی گزارنے کے الہام ہوتے رہتے۔ تو پھر بلاشک و شبہ اللہ کے سوا کسی غیر کو ہادی و رسل ماننا شرک و حرام ہوتا مگر اذلیس فلیس جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں) اُو اب اصلی آیت پر پھر غور کریں اور دیکھیں کہ مزعومہ (قیامی) اجتماع الضدین کچھ حقیقت بھی رکھتا ہے۔ یا نہیں۔ اوپر بالمشرح ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بطور ہادی موجود ہونے کے جس پر قلن تَجِدُ دَلَالَتَہٗ ہادی غیر اللہ کا انکار نہیں ہو سکتا اس لئے آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ جس کو اللہ راہ نہ دے۔ گمراہ کرے وہ گمراہ ہو جاتا ہے اور باوجود ولی مرشد موجود ہونے کے وہ ان کی صحبت و رفاقت سے محروم رہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے راہ دکھانا نہیں چاہتا دھلا نک اس گروہ کو رشد و ہدایت کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے، امر معروف اور نہی منکر پر چلانا ہی ان کا کام ہے اور اللہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے تو کسی ولی مرشد کی صحبت اور معیت اس کے نصیب کرتا ہے ان کی صحبت خدا و اثر رکھتی ہے اور وہ بطریق کونوا مع الصادقین ہٹ کے ہدایت پا جاتا ہے۔



## صحبت بد سے پرہیز

فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (پ ۱۳۸)

یاد آنے پر ایسے ظالم اور برے لوگوں کے پاس مت بیٹھو بلکہ فوراً اٹھ کھڑے ہو اور ایسی ہی آیات اسی آیت کی تفسیر ہیں کہ نیکوں کی صحبت میں نیک اور بدوں کی صحبت میں برابننے اور بنانے کی تاثیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کر رکھی ہے ہدایت دینا چاہے تو ہدایت یافتہ بادلوں کی صحبت سے مستفیض ہونے کی توفیق دے دیتا ہے۔ مگر اگر ناچاہے تو اسے نیک صحبتوں سے دور اور بدوں کی صحبتوں سے قریب کر دیتا ہے ظاہری اور عملی طور پر تمام امور اس دنیا میں اسی سلسلہ اسباب کے تحت سرانجام پاتے ہیں لیکن چونکہ ہم اور ہمارے سب اعمال اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں (وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ) اس لئے ظاہری اور باطنی طور پر اس کو حقیقت سمجھ لیں یا مجازاً تمام کاموں کے کرنے والا اسی کو سمجھا جاتا ہے اور ہی حقیقت اور مجاز کو نہ سمجھ کر لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔

## حقیقت اور مجاز

حقیقت اور فیکٹ (FACT) تو یہی ہے کہ ہم مزدوری کرتے ہیں لکاتے ہیں اور کھاتے ہیں لیکن کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے سب کو کھلاتا اور پلاتا ہے اور سب کی پرورش کرتا ہے وہی رب العالمین ہے اسی طرح عملی رنگ میں ہم خود نیکوں یا بدوں کے پاس بیٹھتے اٹھتے ہیں ان کی صحبتوں سے متاثر ہو کر نیک یا بدین جلتے ہیں لیکن کہا جاتا ہے کہ اللہ جس کو چاہے ہدایت دے جس کو چاہے نہ دے اور مگر اہ کر دے یہ صحیح ہے کہ تمام کاموں کی نسبت اسی خالق کل و مالک حقیقی کی طرف کرنی چاہیے کیونکہ عبد اور عبدیت کا یہی تقاضا ہے لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ان کاموں کی نسبت بدوں کی طرف کرنے سے کوئی شرک یا منافی راجح نہیں ہوتا فقط حقیقت اور مجاز کے فرق کو اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے ورنہ تَخْلُقُوا بِاخْلَاقِ اللّٰهِ (الحديث) اللہ تعالیٰ کے اخلاق و عادات (اطوار اور چلن) کے ساتھ تم



متعلق ہو جاؤ یعنی تم بھی اپنے آپ میں انہی الٰہی پیدا کردہ کے کیا معنی اور مطلب لیا جائے  
کا حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالع ترا طالع کند

یعنی نیک کی صحبت تم کو نیک اور بد کی صحبت تم کو بد بنا دے گی مولانا کا یہ شعر آیت مذکورہ  
الصدر کے خلاف نہیں بلکہ اس کی تفسیر کر رہا ہے سلسلہ نبوت کے انقطاع کے بعد چونکہ رشد و  
ہدایت کا سلسلہ قرآن کریم اور حدیث پاک کی رو سے انہی ولیوں مرشدوں و انبیاء علیہم السلام  
کے نائبوں سے متعلق کیا گیا ہے ہدایت کی طرف لانے اور صراط مستقیم پر چلنے اور چلانے کی  
رہتی دنیا تک ضرورت رہے گی اس لئے ان ولیوں، بادلوں مرشدوں یعنی مشائخ عظام و  
پیران کرام کی بھی ہمیشہ ضرورت رہے گی اور وہی گروہ صراط مستقیم پر ہو گا جو ان کے ہمراہ ہو گا۔

خلیفۃ اللہ

۱۲ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (پ ۷ ع ۴)

اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں  
ایک نائب و بیان القرآن

یاد کیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کا تذکرہ جب کہ تمہارے رب نے فرشتوں  
سے کہا بیشک میں زمین میں ایک خلیفہ و نائب بناؤں والا ہوں (منظری)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رب کل جہاں خالق کون و مکان نے زمین میں اپنا ایک  
خلیفہ بنا یا خلیفہ سے یہاں مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ احکام الٰہیہ اور حدود کے  
اجرا جاری کرنا اور بندوں کی ہدایت اور اللہ کی طرف انہیں بلا سنا۔ اور مراتب قرب  
پر فائز کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ بنائے گئے ان کے خلیفہ بنائے جانے کی وجہ  
جو بعض مفسرین نے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ انسان حق تعالیٰ سے بلا واسطہ  
مستفیض نہیں ہو سکتے تھے اور نہ اس کے اوامر، احکام بلا واسطہ اخذ کر سکتے تھے اس لئے ان کے  
اور خدا کے درمیان ایک ایسے برزخ یعنی وسیلہ کی ضرورت تھی جو سبب اپنی استعداد کاملہ کے

خدا کی احکام کو بلا وسبہ اخذ کر کے اور فیوضات الہیہ سے بے واسطہ مستفیض ہو سکے یہ کام حضرت آدم علیہ السلام کو بطور نائبِ حق سپرد کیا گیا چنانچہ اس کی نظیر اس قصہ پیدائشِ آدم علیہ السلام میں موجود ہے فرشتے جن کی پیدائش ہزار ہا سال آپ سے پہلے ہوئی تھی اور خدا کے مفوضہ احکام پر مامور تھے اور مختلف طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے باوجود نوری مخلوق ہونے کے اتنی استعداد نہ رکھتے تھے کہ براہِ راست اسرار الہیہ و علم باطن حاصل کر سکیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر سب اسماء ان کو سکھائے اور پھر آپ نے حکم الہی فرشتوں کو ان سب اسماء و ناموں کی تعلیم دی اور تاملین حیات، نبوت و رسالت کا درشد و ہدایت کا کام کرتے رہے اسی طرح ہر نبی و رسول اپنے اپنے عہد میں خلیفۃ اللہ فی الارض (زمین پر حق کا نائب) جو درشد و ہدایت کے ذریعے خدا کے بندوں کو عرفانِ حق (خدا کی معرفت) سکھاتا رہا۔ اور نظامِ عالم کے گہ سمجھاتا رہا۔ حتیٰ کہ ہمارے حضور، سرِ پامور امام الانبیاء والمرسلین حضرت رحمۃ اللعالمین صاحب قرآن نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز بزمِ عالم ہوئے۔ اس آفتابِ ہدایت کے طلوع ہوتے ہی یعنی تھوڑے سے ہی عرصہ میں فسق و فجور اور کفر و شرک کی ظلمت سے معمور دنیا نورِ ہدایت سے منور ہو گئی غرب کے باد یہ نشین اور گنوار ستارے بن کر چمکے جس پر اصحاب کالتیمم الحدیث (میرے صحابہ مانند ستاروں کے درخشاں ہیں) شاہدِ عادل ہے اور دنیا ان کے فیضِ نور سے جگمگا اٹھی معرفتِ حق و نظامِ عالم کے قوانین مکمل ہو گئے۔

### ختم نبوت

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَنْتُمْ عَلَيَّ نِعْمَتِي وَ  
رَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا (پ ۵۷)

ترجمہ: آج کاملی مکمل کر دیا میں نے تمہارے لئے دین تمہارا اور پوری کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت (اکمل دین کی) اور راضی ہوا میں اسلام کو تمہارا دین بنا کر یعنی اسلام کو تمہارا دین بننے کو ہمیشہ کے لئے پسند کر لیا۔

قیامت تک یہی دین رہے گا۔ اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین تجویز نہ کیا جائے گا۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مضمون کی روایتیں آئی ہیں کہ میرے بعد نبی نہیں میرے نائب (خلفا) میری امت کے علماء و نبیوں کا کام کریں گے ان خلیفوں اور نائبوں کا وجود ان ہی اصحاب کا بنجوم سے شروع ہوا اور سلسلہ بہ سلسلہ ان سے فیض حاصل کر کے قیامت تک حضور کے خلیفوں کا وجود قائم رہے گا دنیا ان سے فیض حاصل کرتی رہے گی اور گمراہ ان کے ذریعے ہدایت پاتے رہیں گے صوفیائے کرام و اولیائے عظام کے چار سب سے مشہور سلسلے (نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، زاہد اللہ شرفاؤ تعظیماً، ان ہی خلفائے نبی کے سلسلوں کا نشان و پتہ بتاتے ہیں ان ہی محترم و مکرم اور مقدس و نورانی ہستیوں کی بدولت نور اسلام نے دنیا منور ہوتی آئی۔ اور تائب قیامت منور ہوتی چلی جائے گی اہل عالم کو ان نادیدوں کی ضرورت رہے گی اور زمانہ ان پاک وجودوں سے کبھی خالی نہ رہے گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہی یہ سلسلہ قائم فرما رکھا ہے۔

۱۳۔ وَمَنْ يُعَشِّسْ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِيسَنَّ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ (پ ۲۷ ع ۱۰)  
ترجمہ: جو شخص (خدا کے) ذکر کی یاد سے غماض کیا کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان

مسلط کر دیا کرتے ہیں اور وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔

شیطان کا کام ترغیب معاصی ہے بندوں کو راہِ حق سے روکنا اور گمراہ کرنا ہے جیسا کہ اس نے قسم کھا کر کہا وَلَا تُؤْمِنُوا بِهِمْ أَبْرَئِينَ مِنْهُمُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْهُمُ اور دوسری جگہ کہا قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا تُؤْمِنُوا بِهِمْ أَجْمَعِينَ پ ۱۰ اکتے لگا مجھے تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کروں گا، ایک اور جگہ قسم کھا کر کہا لَا تُؤْمِنُوا لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۚ ثُمَّ لَا تَقْبَلُهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَلَا مِنْ خَلْفِهِمْ وَمَنْ يَأْتِهِمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَلَا مِنْ خَلْفِهِمْ ط وَلَا تَجِدُ اللَّهَ عِنْدَ الشَّاكِرِينَ ۚ پ ۱۰ ترجمہ: میں قسم کھاتا ہوں کہ ان کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر بھٹوں گا یعنی ان کی راہ ماروں گا، پھر ان پر حملہ کروں گا۔ ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی دائیں جانب سے اور بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں سے اکثر کو احسان ملنے والا نہ پائیں گے۔



سورۃ الناس میں ہے الَّذِي يُوسِّسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (تیسرا آیت)۔  
شیطان جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ جن بن کر آئے خواہ انسان  
کی شکل میں۔

آیت زیر بحث سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ ذکر اللہ سے غافل اور قرآنی نصائح سے منہ  
موڑے ہوئے ہیں وہ گمراہ ہو رہے ہیں اور یہ اس بات کا یقین ثبوت ہے کہ شیطان ان پر  
مسلط ہے اور جو لوگ ذکر اللہ میں مشغول اور قرآنی نصائح پر عامل ہیں وہ ہدایت پر ہیں  
جو اس بات کا ثبوت ہے کہ کسی خاص و مخلص بندہ خدا پر کامل کے زیر سایہ زیر ہدایت  
زندگی بسر کر رہے ہیں جن تک شیطان کی پہنچ نہیں جیسا کہ قرآن کریم میں شیطان کا اعتراف  
موجود ہے۔ اَلْاَسْبَابُ لَهُمْ اَلْمُخْتَصِّينَ بِهَا عَدَسٌ كَوْمُگَرَاهِ كَرُوْلٌ كَا بَجْرَابِ كِ  
مخلص بندوں کے، اس پر اللہ تعالیٰ اس کو تنبیہا اور تصدیقا فرمایا اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ  
لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ هٰذَا عَابِيكُ مِرْءِ اِن بِنْدُوْلٍ پَر تِرَاذِرِهٖ بَس نِهْسِ چَلِي كَا  
ثابت ہوا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے خاص و مخلص بندوں سے شیطان دور رہتا ہے بلکہ ان  
کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے چہ جائیکہ ان کے نزدیک جا کر راہ حق سے ان کو پھیلانے اور ورغلانے  
کی جرات کرے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ الشَّيْطٰنَ  
يَمَانُ مِنْكَ يَا عَمْرُو۔ اے عمر رضی اللہ عنہ۔ بے شک شیطان تم سے ڈرتا اور خود بھاگتا ہے  
جن لوگوں کا قرآن کریم پر ایمان ہے ان کو ماننا پڑے گا کہ خدا کے مخلص بندے ہر زمانہ میں ہوئے  
اور اب بھی موجود ہیں اور ہمیشہ رہیں گے جن پر شیطان قابو نہیں پاسکتا اس لئے ہر اس آدمی  
کو جو شیطان جال میں گرفتار ہے اور اسی طرح ہر اس آدمی کو جو ابھی تک اس کے حلقہ اثر  
سے باہر ہے اور اس سے بچاؤ کی کوئی خاص اور صحیح صورت نہیں رکھتا چاہیے کہ وہ اللہ  
تعالیٰ کے ایسے مخلص بندوں کی پناہ لے اور ان کے زیر سایہ رہے تاکہ ان کے شیطان سے  
بچ سکے اور احکام شریعت د ذکر رحمن پر عمل کر کے سعادت دارین حاصل کر سکے۔

جس قدر مسلمان آج کل اسلام سے دور اور شعائر اسلام سے نفور نظر آتے ہیں اس  
حالت کو دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ اگر کسی اچھے زمانہ میں کسی مرد کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دینا





و جب سے  
۲۔ الشَّيْطَانُ يُعِدُّكُمْ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ ط

شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا اور تم کو بری بات کا امر کرتا ہے چنانچہ یہ بات عام ہے اور کئی دفعہ بہت لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہو گا کہ قرآن کریم حفظ کرنا یا علم دین پڑھنا کہ ہم اپنے بچوں کو کیوں فقیر اور گداگر بنا لیں یہی وجہ ہے کہ آج کل مسجدوں لکبتوں میں جہاں علوم دین کی تعلیم دی جاتی ہے بچے نہیں بھیجے جاتے بلکہ وقت آتے ہی انگریزی سکولوں میں داخل کرادیے جاتے ہیں۔

۳۔ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ط ۷۷

اور شیطان ان کو راہ حق سے بہکا کر بہت دورے جانا چاہتا ہے معلوم ہوا کہ اسلام اور بزرگان اسلام سے دوری باغوائے شیطان ہی ہو رہی ہے۔

۴۔ وَمَنْ يَتَّبِعِ الشَّيْطَانَ وَلْيَأْمِنْ دُونَ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرًا مُبِينًا  
جو خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو رفیق بنائے وہ شخص صریح نقصان میں واقع ہو گا شیطان ان سے جھوٹے وعدے کرتا رہتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اتنا کہتا رہتا ہے شیطان ان سے صرف جھوٹے اور فریب آمیز وعدے ہی کرتا ہے اس سے پتہ چلا کہ جو لوگ حرص دہوا اور خواہشات نفسانی میں پڑے ہوئے آپس میں جھوٹ بولتے جھوٹے اور فریب آمیز وعدے کرتے رہتے ہیں وہ بھی رفاقت شیطان سے متاثر ہیں اور صریح نقصان میں جا رہے ہیں۔

۵۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْسَابُ وَالْأَزْهَامُ  
رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ط ۷۸

ایمان والو! شراب، جوا، بت اور قرعہ کے تیرسب ناپاک شیطان کا کام ہیں شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوا کے ذریعے تم میں بغض و عداوت ڈال دے اور اللہ کی یاد اور نماز سے تم کو باز رکھے جو لوگ شراب اور جوا وغیرہ افعال غیر مشروعہ کے عادی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل یعنی احکام شرعیہ پر عمل نہیں کرتے اور خاص کر نماز جوارکان اسلام میں سب سے اعظم اور عبادات میں سب سے افضل عبادت کے تارک ہیں یعنی بے نماز ہیں

اور وہ لوگ بھی جو باوجود مسلمان کہلانے کے مسلمانوں سے دل میں حسد بغض اور عداوت رکھتے ہیں اور طرح طرح سے مسلمانوں کو ایذا دیتے رہتے ہیں اور سب کے سب اس آیت کریمہ کی رو سے شیطان کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اس کے بچے ہیں گرفتار اور اس کے حلقہ اثر کا شکار ہیں

۴۔ اَنْ تَزَعَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ اِخْوَتِيْ (پا ۵ ع ۵)

شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوادیا معلوم ہوا کہ بھائیوں اور برادری میں باہم فساد ڈالنا بھی شیطانی کام ہے اور ایسا کرنے والا بڑا شیطان ہے۔

اِنَّ الْمُبْذِرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيْطٰنِ (پا ۳ ع ۳)

بے شک بے محل اور فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی بند ہیں  
۸۔ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرٰتِ  
جو شخص شیطان کے قدم بقتم چلتا ہے تو وہ شخص بے حیائی اور نامعقول ہی  
ذلت شریعت ہی کام کرتا ہے اس کو جانا چاہیے کہ وہ ہی شیطان کی پیروی کر رہا ہے  
نہ کہ خدائے رحمن کی۔

۹۔ اَلشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ط وَاَمَلِيْ لَهُمْ (پا ۴ ع ۴)

شیطان نے ان کو چقمہ دیا ہے اور ان کو دور دور کی سوچھائی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ قرآن کریم میں تدبر نہیں کرتے اس کے مقاصد و مطالب میں اور اس سے اخذ کردہ متفق علیہ مسائل میں وہ تاملیں کرتے اور ان کو صحیح مصرف سے پھیر کر اپنے ڈھب پر لاتے ہیں اور اس طرح اپنی حرکت و سکنات اور فرائض کو ہی اسلام سمجھ رکھتا ہے جو راہ خدا کی ناراضگی کا موجب ہے اس پر چل رہے ہیں اور اس کی رضا سے نفرت کرتے ہیں وہ بھی شیطان ہی کے فریب خوردہ ہیں۔

۱۰۔ اَلَا سَتَحُوْذُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ط (پا ۳ ع ۳)

شیطان نے ان پر پورا تسلط کر لیا ہے سو اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی گویا جو لوگ



اللہ کو بھولے ہوئے ہیں اس کے ذکر سے اعراض کرتے ہیں اور اس کے احکام کی ان کو پروا نہ  
 ملتی ہے اپنے من گھڑت اصولوں اور غیر شرعی رسم و رواج کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ  
 دنیا اور اس کی لذات اور ناز و نعمت میں کھو گئے ہیں وہ بھی مقبوضہ شیطان ہیں اس کی  
 راہ پر اس کی کچھ پیچھے جا رہے ہیں۔

ذاتك عشرة السكاملة ديپورے دك ہوئے ہا

ناظرین ان دس آیات کو پڑھ کر غور فرمائیں گے تو معلوم کر لیں گے کہ بعینہ ہمارا حال  
 بیان کیا گیا ہے یہ سب کچھ ہم میں موجود ہے اور باوجود ہماری ذاتی کوشش کے ہم اپنی اس  
 حالت کے بدلنے پر قادر نہیں ہیں غلبہ شیطانی ہے جس سے نکلنے بغیر ہم اپنے مولا کریم  
 خالق و مالک کو راضی اور خوش نہیں کر سکتے اور خالص و مخلص مسلمان نہیں بن سکتے قرآن  
 کریم میں ہے إِنَّهُ يَبْسُ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى مَنِ يَّهْتَكِلُوْنَ سُرِّيْۤاتِہٖ  
 بلا شک و شبہ شیطان غلبہ نہیں پاسکتا اور ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر  
 کامل توکل و بھروسہ رکھتے ہیں یعنی مومن متوکل کے نزدیک شیطان نہیں آتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَخٰفُ مِنْكَ يَا عَمْرُو۔ اوكسا قان اے عمرؓ  
 بے شک شیطان بھی تم سے ڈرتا ہے ایسے مومن متوکل و متقی جن کو قرآنی اصطلاح میں  
 اولیاء اللہ کہتے ہیں۔ ہر زمانہ میں ہوتے چلے آئے ہیں اب بھی موجود ہیں لیکن دیدہ بینک  
 ضرورت ہے اور آئندہ بھی رہیں گے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا  
 ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا اہل اللہ موجود  
 رہے گا اس لئے جو لوگ اپنے آپ کو مومن و مسلمان سمجھتے ہیں اور قرآن کریم پر کامل ایمان و  
 ایقان رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ شیطان جس کو قرآن کریم میں ہمارا کھلا دشمن کہا گیا ہے،  
 کے سخت کنڈول سے بچنے اور ایمان کے ڈاکوڈل سے ایمان بچانے کے لئے کسی اہل اللہ کا  
 دامن مضبوطی سے پکڑ لیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں

کف اندر جنب اے محترم  
 آنچه داری و انما و ناستقم



اے شخص جس طرح غفلت کی وجہ سے تو خواب میں ناپاک ہو گیا نماز میں بھی  
 اسی طرح غافل (سو یا) نہ رہ بلکہ اپنی حالت کو ظاہر کر پھر جو حکم ملے اس پر کار بند  
 ہو جائے یعنی غلبہ نفس و اغوائے شیطان سے جو روحانی قبض اور بیماری پیدا ہو  
 جائے اس کو چھپا کر نہ رکھ بلکہ کسی روحانی طبیب (مرشد کامل) کی طرف رجوع  
 کر اور تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کا جو طریقہ بتائے اس پر عمل کر مولانا روم  
 رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مثال دے کر فرماتے ہیں یہ  
 ہر کہ گیر و پیشہ بے اوستا  
 ریشخندے شدیشہر دوستا

جو شخص کوئی پیشہ بغیر استاد کے اختیار کرتا ہے وہ شہر اور گاؤں میں ہر  
 جگہ منہمکے بننا ہے مولانا روم فرماتے ہیں -

آتش ترک ہوا در خازن

دست اندر یار نیکو کار زن

مولانا نے اس شعر میں نفس کو سہ پہلو کا نسا (خار خشک) کو کھڑو کا نسا،  
 قرار دیا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ خواہشات کے ترک کرنے کی آگ اس سہ پہلو کا نسا میں  
 لگا دو اور ایسا کر سکنے کے لئے یار نیکو کار و مرشد کامل کا دامن مضبوط پکڑ لو تاکہ تم اس  
 نفس کی شرارتوں سے بچ جاؤ جو فنا فی الشیطن ہو کر شیطان صفت بن گیا ہے۔ مولانا  
 اس فنا فی الشیطان نفس کو مارنے اور اس کی سرکشی کو ختم کرنے کا طریقہ یہی بتاتے ہیں کہ اس  
 کو کسی پیر کامل کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ اس نفس کش دپیر کے زیر سایہ اس کی ہدایت  
 پر عمل پیرا ہو کر فنا فی الشیخ ہو جائے اور امان پائے مولانا فرماتے ہیں یہ

پند پیراں را پذیرا شو بجاں

تارہی از خوف و مانی در اماں

”پیروں کی نصیحت کو جان سے قبول کرو تاکہ تم خوف سے بھوٹ جاؤ  
 اور امن میں رہو۔“

## تصرفات اولیاء اللہ

۱۴۔ وَمَا أُبْرِيْ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَآ مَرَّةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ بِهَا (۱)

”او میں اپنے نفس کو پاک نہیں بتلاتا۔ بے شک نفس تو ہر ایک کا، بری بات بتلاتا ہے۔ بجز اس نفس کے کہ جس پر میرا رب رحم کرے۔“

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے اس قول مبارک میں اعتراف فرمادے ہیں بطور کسرِ نفسی کے کہ میں اپنے نفس کو پاک ازگناہ نہیں کہتا۔ نفس تو برائی کا حکم ہی کرتا ہے۔ ہاں اس کے شر اور برائی سے وہ بچ سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے بغیر رحمت و عنایت الہیہ (امدادِ غیبی) کے ممکن نہیں کہ نفس کے امر بالسوء سے بچ سکے اور قرآن کریم میں اس قول کا ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قول کی تصدیق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کے بغیر کوئی شخص نفسِ امارہ کی شرارتوں سے بچ نہیں سکتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ میں حضرت یوسف علیہ السلام اس روایت کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں جو کَوْلَا اَنْ مِّنْ اَبْرَهَانَ مَاتَ بِهٖ بِنَا حَ کے تحت بیان کی گئی ہے۔ بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا۔ اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا (کنز الایمان)۔ یہاں اس وقت دیکھی یا پہلے دیکھی ہوئی تھی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جس وقت زینبِ آپ کے درپے ہوئی۔ اس وقت آپ نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ انگشت مبارک و ندانِ اقدس میں دبا کر اجتناب کا اشارہ فرماتے ہیں (خزان العرفان) اور یہ کوئی ناممکن بات بھی نہیں کہ جس سے انکار لازم آئے انبیاء علیہم السلام اور ان کے خلفائے کرام اور کالمین اولیائے امت سے بطور معجزات و کرامات اکثر ایسے امور صادر ہوتے رہتے ہیں جن کی تعاقب کے یہ ادراک ممکن نہیں ہو سکتے۔ چند ایک واقعات بطور نظیر و شہادت پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ روضہ الاذکار میں آیا ہے کہ ایک یمنی شخص نبی معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت کے لئے گھر سے نکلا۔ چند آدمیوں نے اس سے چلتے وقت کہہ دیا تھا

کہ ہم مجبوروں کی طرف سے بھی حضرت ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سلام پہنچا دیں۔  
 مگر جب یہ شخص مدینہ طیبہ میں آیا تو ان کی پیام رسانی بالکل بھول گیا راستہ سے پلٹ کر مدینہ طیبہ  
 پہنچا تاکہ ان کا پیام پہنچا دے لیکن جب وہ نیک نفس اس کام کو کر چکا اور اپنا فرض منصبی  
 بجالایا اور مکہ معظمہ کی طرف آنے لگا تو یہاں قافلہ کوچ کر کے کئی میل کے فاصلہ پر جا چکا تھا پھر  
 پلٹ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس روضہ پر آیا اور مایوس ہو کر وہیں سو گیا۔  
 خواب میں دیکھتا کیا ہے کہ نبی معصوم اور ان کے مقدس اور پاک باز و دونوں وزیر صدیق اکبر اور  
 فاروق اعظم تشریف لائے ہیں میری طرف صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ کر کہا۔ اے  
 رسول خدا یہی وہ شخص ہے۔ فرمایا ہاں۔ پھر حضرت میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔ ابوالوناب  
 میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میری کنیت تو ابوالعباس ہے۔ فرمایا آج سے تو ابوالوناب  
 میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ بیٹھایا۔ میں چونک پڑا۔ اور اپنے آپ کو مسجد حرام مکہ معظمہ میں  
 بیٹھ پایا۔ آٹھ روز تک مکہ میں ٹھہرا رہا۔ حتیٰ کہ وہ قافلہ جو مجھے چھوڑ کر کوچ کر گیا تھا۔ آیا۔  
 (خیر الموائس ج ۲ ص ۲)

۲۔ حاکم اور ابن بخاری نے ہشام بن محمد سے اور اس نے اپنے باپ محمد سے روایت  
 کی ہے کہ جناب حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنخواہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ کی طرف سے ایک لاکھ دینار سالانہ منتر تھی۔ ہشام کا باپ محمد کہتا ہے کہ جناب امام حسن  
 علیہ السلام نے مجھے کہا کہ آمدنی کم ہو جانے کے بعد ایک سال دو لاکھ دینار عطیہ حضرت امیر معاویہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے نہ بھیجا۔ مجھے خانگی اخراجات میں تنگی واقع ہونے سے سخت تکلیف  
 ہوئی۔ میں نے قلم دوات اور کاغذ منگوایا۔ چاہا کہ میں یاد دہانی کے طور پر امیر معاویہ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کو ایک رقعہ لکھوں کہ وہ کیوں مجھے بھول گئے ہیں مگر کسی خاص ضرورت اور مجبوری  
 سے اس دن میں نے رقعہ نہ لکھا۔ رات کو خواب میں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی  
 زیارت سے شرف اندوز ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹا حسن! کیسے گزرتی ہے  
 میں نے عرض کی ابھی ہی گزرتی ہے۔ اور میں نے عطیہ کی تاخیر کی آپ سے شکایت کی آپ  
 نے فرمایا۔ کیا تم نے قلم دوات اس عرض سے منگوائی تھی کہ اپنے جیبی مخلوق کی طرف رقعہ



مہر اس کو انڈرا اور عطیہ کی یاد دہانی کراڈھے امام صاحب فرماتے ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں قبلہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا اور بھلا کیسے نہ کرتا۔ سال بھر سے مجھے خراج کی تنگی تھی آپ نے مجھے ایک وظیفہ ارشاد فرمایا۔ امام صاحب فرماتے ہیں: خدا کی قسم ایک ہفتہ میں تے اس دعا کا وظیفہ کیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذات خود پچیس لاکھ دینار آکر مجھے دے گئے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ پھر ایک رات مجھے دستور علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے حسب دستور پوچھا۔ بچے! کیا حال ہے میں نے عرض کیا بہت اچھا حال ہے۔ بارسول اللہ! پھر میں نے وہ ساری کہانی کہ سنائی کہ آپ کے وظیفہ کی بدولت سے خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس تشریف لائے ہیں اور پچیس لاکھ دینار کی کثیر رقم میرے گھر آکر دے گئے ہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا میرے بچے جو شیئ مخلوقات سے منہ موڑ کر اپنی امیدیں اپنے خالق سے وابستہ کر لیتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طرح رزق پہنچاتا ہے۔

آیت زیر بحث کی روایت میں تو حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کو اس ابتلا میں اشارہ کرنا ہی آیا ہے لیکن مثال بنرائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معنی رائے کو ماتحت سے پکڑ کر مدینہ طیبہ سے مکہ کو میری آن واحد میں پہنچا دیا اور مثال نمبر ۲ میں اپنے پیارے نواسے امام حسن علیہ السلام کی تنگی کی حالت میں خبر گیری فرمائی۔ تو کل علی اللہ کا ریں سلی پڑھایا ادھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے نواسے کے حال سے خبر دار کر کے تاکید فرمائی کہ پچیس لاکھ دینار میرے بیٹے حسن کو خود ان کے گھر جا کر پہنچاؤ اور خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کرو۔

۱۳۔ کوہاٹ میں ہمارے ایک بزرگ سیر بھائی ہیں۔ مولانا سید محمود شاہ صاحب محدث ہزاروی کا ایک دن حلقہ ذکر کے بعد وعظ فرما رہے تھے عقبہ بن ابی طالب کا ذکر تھا انہوں نے اس کی بجائے عکرمہ کہہ دیا۔ ان کا بیان ہے کہ اسی رات تہجد کے بعد مراقبہ میں جاگ رہا تھا دیکھتا ہوں کہ حضور قبلہ عالم داعی حضرت امیر ملت شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری مدظلہ العالی سامنے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں مولوی صاحب! عکرمہ نہیں، عقبہ! شاہ صاحب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا۔ (ملعات جولائی ۱۹۵۱ء) شاہ صاحب مذکور کوہاٹ میں جامع سگنل کوہاٹ چھاؤنی میں خطیب تھے۔



۴۔ ہمارے ایک پیر بھائی تھے خدا تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت کرے ان کا نام رحمت اللہ تھا ان کی بیوی نے حضور قبلہ عالم مدظلہ العالی کو نہیں دیکھا تھا اپنے خاوند کے انتقال کے بعد اس نے ہمارے ایک مخلص یار طریقت حاجی میاں احمد صاحب کی اہلیہ سے دریافت کیا کہ حضور قبلہ عالم مدظلہ العالی کی شکل و نسبت کیسی اور ساتھ ہی حضور قبلہ عالم مدظلہ العالی کا حلیہ اور لباس بیان کر دیا انہوں نے جبران ہو کر پوچھا۔ تمہیں کیسے علم ہوا کہنے لگی کہ جب میرے خاوند (میاں رحمت اللہ) کا آخری وقت پایا تو انہوں نے مجھے کہا کہ میری چار پائی کے پاس کرسی رکھ دو اور کمرے سے باہر چلی جاؤ کیونکہ قبلہ عالم مدظلہ العالی تشریف لارہے ہیں میں نے کرسی لاکر رکھ دی اور باہر نکل کر دروازہ بند کر دیا۔ اور دروازوں سے جھانکنے لگی حضور قبلہ تشریف لائے کرسی پر بیٹھ گئے ان کا حلیہ یہی تھا جو میں نے بیان کیا ہے تھوڑی دیر بعد تشریف لے گئے حاجی صاحب کی اہلیہ نے تصدیق کی کہ ہاں یہی حلیہ حضرت قبلہ عالم کا ہے۔

یہ ہے ادیبانے کا بیان خدا اور تصرف! مرتے وقت بھی جب شیطان ایمان چھیننے کے درپے ہوتا ہے تو یہ بزرگ اپنے غلاموں کے سر یا لہجے تشریف لاکر شیطان کے شر سے بچاتے اور خاتمہ بالا بھالوں میں مدد فرماتے ہیں ایسے واقعات ان حضرات کے غلاموں سے روزانہ سننے میں آتے رہتے ہیں ایسے چشم دید حالات جن کا انکار نہیں ہو سکتا۔ مریدوں کو اپنے پیر کی طبیعت میں مشکلات میں دستگیری فرماتے نظر آتے ہیں لیکن پہلی مثال میں طرفہ یہ ہے کہ غیر مرید یعنی ایک بالکل اجنبی شخص نے بھی ان کو بعینہ دیکھا۔ ذَلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ ۶۸ ۱۰

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ فضل عظیم کا صاحب اور مالک ہے سچ فرمایا مولانا رومؒ نے۔

دست پیر از غائبان کو تاہ نیست

دست او جز قبضہ اللہ نیست

ترجمہ :- پیر کا ہاتھ چھوٹا نہیں کہ اپنے غائب اور دور افتادہ غلاموں تک نہ پہنچے پیر دور دراز تک اپنے غائب غلاموں کو جب ضرورت دستگیری فرماتے ہیں اس کا ہاتھ اللہ کے ہاتھ کے سوا نہیں۔

یعنی اس کا یا محمد اللہ ہی کا یا محمد ہے دوسرے معنوں میں ان کا تصرف خدا داد ہے چنانچہ  
 شکوۃ شریف میں بروایت بخاری شریف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آئی  
 ہے جس میں آیا ہے کہ کثرت نوافل سے میرا بندہ میرے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں  
 اس کو چاہنے لگتا ہوں۔ پس میں ہوجاتا ہوں اس کا کان جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ جس  
 سے وہ دیکھتا ہے اور یا محمد جس سے وہ پکڑتا ہے۔ الخ گو یا مولانا کا شعر اس حدیث قدسی  
 سے لیا گیا ہے۔

۵۔ حضرت اقدس، قطب وقت، افضل الفضلاء والعلماء آفتاب سلسلہ ختمہ سیدنا و  
 مقتدا عالمی جناب علامہ حاجی پیر سید مہر علی شاہ صاحب حشمتی نظامی گورکھ پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی  
 کتاب اعلا کلمۃ اللہ صفحہ ۲۲ پر ایک حکایت بیان فرماتے ہیں جس کا ترجمہ پیش  
 خدمت ہے۔ یاد دارم کہ درابام طالب علمی در علاقہ سون سکیر مقام آنکہ بخدمت مولانا  
 افضل العلماء و اکلا جناب حاجی حافظ سلطان محمود صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سکونتے در  
 موضع شکر کوٹ درویشے بود معمر۔ غریب الوطن المعروف بابا نور مہی صاحب نسبت تادیہ  
 کہ دست بیعت بدست حضرت شیخ جو صاحب چکی والادادہ بود رضی اللہ تعالیٰ عنہ و در ہر ماہ  
 تاریخ یازدہم بڑے یا گوسفندے دست پر در وہ برائے فاتحہ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ و عن اسلاف ذبح میکرد، اور ایچہ حلوہ و نان پختہ بفقراء می خورائید بالخصوص ایں نیازمند  
 اہل اللہ باہتمام و احرار دعوت می فرمود، و عنایت خاص بر حال ایں بے پانچ مزدول می داشت  
 شغل پاس انفاک اسمہ ذات بغیر از درخواست بفقیر عطا فرمودہ بود۔ روزے از شکر کوٹ  
 بسوئے آنکہ می رفتم۔ در اثنائے طریق اندکے دور از راہ دیدم کہ ہماں درویش گوسفندے  
 را می چرانید و از فرط محبت و داعیہ شوق باں گوسفند احتلاطے می کرد۔ گاہے اور ابرو دوش و  
 گاہے بر زمین می نہاد۔ می شنیدم کہ می گفت (میرے محبوب دیالیا) یعنی اے گوسفند محبوب  
 من! در آل ساعت در دل من ایں خطرہ خطوری کرد کہ بعد از فراغت از حصول علم در کنج  
 تنہائی بقیہ عمر خود بمطالعہ کتب خواہم گزارانید۔ و تدریس نخواہم کرد۔ اندکے طریق راگزشتہ  
 بسوئے آل درویش متوجہ شدم۔ بجز در بدن ایں نیازمند متکلم۔ بر خاطر گشت و فرمود کہ اگر سخنے

علم را خواندہ تدریس نکند و کہے رافع نہ رساند۔ نہ حصول علم چہ فائدہ۔ باز بہماں گو سفند  
 اختلاط و موالت آغاز نہاد۔ اور اقدس سرہ در طعام یازوہم اہتمامے بود مخصوص و بعلیٰ جنہ  
 حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ ارتباطے بود۔ ممتاز الیٰ احدیٰ صدیٰ بجاہ قوم لائق جلیسہم  
 جب در ضامک و لقا تک و العفو و العافیۃ و المعانات فی الدین و الدنیا و الآخرة (آمین)  
 ترجمہ

مجھے یاد ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں علاقہ سون سیکسر بمقام انگہ بخدمت مولانا فضل العالی  
 و اکمل اکلا جناب حاجی حافظ سلطان محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سکونت رکھتا تھا موضع شکرکوٹ  
 میں ایک بوڑھا اور غریب الوطن درویش رہتا تھا جو کہا بانور ماہی صاحب کے نام سے مشہور  
 معروف تھا۔ نسبت تادریہ بزرگیہ بیعت حضرت شیخ جوہر صاحب چکی والا سے حاصل تھی  
 بابا نوہ ماہی تھا۔ ہر ماہ کی گیارہویں تاریخ کو ایک بکرا یاد نہ اپتے بل تھا اور اپنے مال پالا ہوا  
 سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بزرگان سلف کی طرف سے فاتحہ کے  
 ذبح کرتا تھا اور ساتھ ہی صلوہ اور روٹی پکا کر فقروں کو دیتا اور کھلاتا تھا خاص طور پر  
 اہل اللہ کے اس نیاز مند کی بڑے اہتمام و اصرار سے دعوت فرماتا تھا اور خاص عنایت اور مہربانی  
 اس بے بیچ کے حال پر رکھتا تھا اسم ذات کا پائل الفاس کا شغل بغیر درخواست کے فقیر کو عطا  
 لیا تھا ایک روز میں شکرکوٹ سے انگہ کو جا رہا تھا راستہ میں راہ سے تھوڑی دور ایک طرف  
 میں نے دیکھا کہ وہی درویش دنبہ چرا رہا تھا بڑے شوق اور محبت سے اس دنبہ کے ساتھ پیار  
 کر رہا تھا کبھی اس کو کندھے پر بٹھاتا اور کبھی پھر زمین پر رکھ دیتا تھا۔ میں سن رہا تھا کہ وہ کہ  
 رہا تھا میرے محبوب دیالیلیا، یعنی اے میرے محبوب کے دنبہ! ایشقت میرے دل میں یہ  
 آ رہا تھا کہ علم دین حاصل کرنے سے فارغ ہو کر میں اپنی بقایا عمر گوشہ تنہائی میں  
 بیٹھ کر مطالعہ کتب میں گزار دوں گا۔ درسی تدریس میں مشغول نہ ہوں گا تھوڑا راستہ طے  
 کر کے میں اس درویش کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نیاز مند کو دیکھتے ہی اپنے آپ سے مخاطب  
 ہوئے اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص علم پڑھے اور تدریس نہ کرے کسی کو نہ پڑھائے، اور کسی کو  
 نفع نہ پہنچائے۔ تو اس کو علم حاصل کرنے کا کیا فائدہ ہوایہ کہہ کر پھر اسی دنبہ کے ساتھ محبت پیار



کرنا شروع کر دیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ اس کے بھید کو پاک کرے، گیا رھویں کے طعام میں خاص شرف و اہتمام تھا۔ اور عالی جناح پناہ رضی اللہ عنہ سے ممتاز تعلق اور محبت رکھتا تھا اسے اللہ کہ تو وحدہ لا شریک اور بے نیاز ہے اس قوم کے جاہ و مرتبہ کے صدقے جن کا ہم نشین شقی بد بخت، نہیں رہتا۔ اپنی محبت و رضا و دیدار و درگزر و عنایت اور زیادہ آخرت میں معافی و بخشش عطا فرما۔ (آمین)

حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم گورکھ پوری رحمۃ اللہ علیہ کی اس حکایت سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ (مشائخ کرام و پیران عظام) اپنے متوسلین کو خواب میں بیداری میں مکاشفہ میں مشاہدہ میں اکثر ان کی غلطیوں اور لغزشوں پر مطلع و متنبہ فرماتے رہتے ہیں اور نفس امارہ و شیطان کائنات سے اکثر بچنے رہتے ہیں اور بیا اللہ سے تعلق رکھنے والے اور ان کے حالات و ملفوظات پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ایسے امور ان حضرات سے اکثر حکم الہی صادر ہوتے رہتے ہیں۔

اس آیت زبرد بحث میں حضرت یوسف نبی بن نبی بن نبی (علیہم السلام) ساعیف اور پاکبازا اعتراض فرما رہے ہیں۔ گو بطور کسر نفسی ہی سہی کہ نفس امارہ کی شرارت و سرکشی سے رحمت الیہ کے بغیر قطعاً بچ نہیں سکتے اور یہ مقولہ آپ کا اس واقعہ کے بعد کا ہے جو آپ کو عزیز مصر کی عورت دزلیخا کے ساتھ پیش آیا جس کا ذکر پ ۱۳ ع ۱۳ میں آیا ہے حضرت علامہ قبلہ شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔

اور بھلا یا اس کو اس عورت نے جو وہ بیچ گھرا اس کے کھا۔ جان اس کی سے اور بند کے دروازے اور کہتے لگی آؤ کہتی ہوں میں تم سے۔ کہا پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی۔ تحقیق وہ (اس عورت کا شوہر یعنی عزیز مصر) رب (مری) اچھی طرح سے کیا اس نے دکھنا میرا تحقیق نہیں فلاح پاتے ظالم۔

عاشیہ نمبر ۳۔ یعنی اس کے ناموس میں کیوں کر دخل کروں۔ اور البتہ تحقیق قصد کیا اس عورت نے ساتھ یوسف کے اور قصد کیا یوسف نے ساتھ اس کے اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھتے دلیل اپنے رب کی۔ اسی طرح کیا ہم اللہ نے تاکہ پھیر دیں ہم اس سے برائی اور بے حیائی تحقیق وہ بندوں ہمارے خاص میں سے تھا۔



حاشیہ نمبر نقل ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت ان کو نظر آئی دانگلی منہ میں لے ہوئے، باقی خیال گناہ گناہ نہیں۔ اگر گناہ ہے تو کتر سار اللہ تعالیٰ نے پینمبر کو اصل گناہ سے بچا یاد موضع القرآن)

یہ حال معلوم ہوتا ہے کہ آپ باوجود صاحب علم و فضل اور صلح اور متقی ہونے کے آزمائش میں پھنس گئے اور اس سے بچنے کا قصد فرما رہے تھے کہ یہ فعل تقویٰ و دیانت اور عفت و عصمت کے خلاف ہے کہ والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام انگشت بندہ ال نظر آئے۔ فوراً بے اختیار ہو کر دروازے کی طرف بھاگ نکلے کہ اس قضیہ سے جان چھڑائیں زینما بھی پیچھے دوڑی اور اس نے آپ کا قیض پیچھے سے کھینچ کر پھاڑ ڈالا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَأَسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ ۖ وَأُورِدُوهَا فِي الْوِجَانِ ۚ (کو اور پھاڑا اس نے قیض یوسف کا پیچھے سے)

### وجہ استدلال

رحمت الہیہ نے یوسف علیہ السلام کی اس طرح دستگیری فرمائی کہ ان کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت انگشت بندہ ال نظر آئی اور وہ اس برائی اور بے حیائی سے بالکل بچ گئے اس طرح آپ نے الْأَمَّا مِ حَمِّهِ بِئْسَ ۙ عَٰیْسِ اِشَارَہ فرمایا ہے اور اسی کی طرف كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوٓءَ وَالْفِجْشَلٰوِيَّ ۗ عَٰدِ اسی طرح کیا ہم نے کہ پھیریں ہم اس سے برائی اور بے حیائی، دلالت کر رہا ہے۔ نفس امارہ ہر ایک و بد کے ساتھ ہے جس کا کام خدا تعالیٰ کی سرکشی اور نافرمانی کی طرف حکم کرنا دے جانا ہے چونکہ رحمت الہیہ کے بغیر اس کی شرارتوں سے بقول قرآن نہیں بچ سکے اس لئے رحمت الہیہ کی تلاش اور اس کا حصول ضروری ہوا اور بقول عِنْدَ ذِكْرِ الصَّٰلِحِيْنَ تَنْزِلُ الرِّسَالٰتُ وَرِجَالٌ يَّادُورُ ذِكْرِكَ وَرَحْمَتِكَ اَنْزَلِ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ الْحَكِيْمَ ۗ (جب ان کے ذکر اور یاد کرتے وقت رحمت الہیہ نازل ہوتی ہے تو ان کی عین صحبت و معیت میں بدرجہ اولیٰ نزول رحمت باری ہوتی ہے یہی بات قرآن کریم میں بھی فرمائی گئی ہے اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۙ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۙ بِمِشْكِ اللّٰهِ تَعَالٰی كِي رَحْمَتِ مُحْسِنِيْنَ اِحْسَانِ بَاخِلِصِ

نیکی کرنے والوں کے قریب ہوتی ہے اور محسن وہی صالحین اور اولیائے کاملین ہیں جن کے زیر سایہ آنے اور ان کی ہدایات پر عمل کرنے کے بعد انسان نفس اور شیطان کی شر سے بفضلہ تعالیٰ محفوظ ہو جاتا ہے کیونکہ ان کی مجلسوں اور محفلوں میں ہمیشہ بکثرت ذکر اللہ و ذکر رسول کرنے کے رحمت الہیہ نازل ہوتی رہتی ہے جو بقول یوسف علیہ السلام فی القرآن نفس کی مارگی سے بچاتی ہے۔

## توبہ کے لئے شفاعت کی ضرورت اور ہر دہریہ کا ملین کی موجودگی

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ  
لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (پ ۶۷)

ترجمہ اور اگر یہ لوگ جس وقت ظلم کرتے ہیں جانوں اپنی پر آویں تیرے پاس پس بخشش مانگیں واسطے ان کے رسول۔ البتہ پادیں گے اللہ کو پھرتے توبہ قبول کرنے والا مہربان (بہت رحمت کرنے والا) شاہ رفیع الدین محدث دہلوی۔

اس آیت کریمہ و شریفہ میں گنہگاروں، سیاہ کاروں اور بدکاروں یعنی خدا و رسول کے احکام و شریعت، کی خلاف ورزی کرنے والوں کو حصول معافی و بخشش و نجات کا طریقہ بتایا گیا ہے قبولیت توبہ و حصول رحمت الہیہ کے لئے تین شرطوں کا ذکر فرمایا گیا ہے (۱) خدمت نبوی میں حاضری (۲) نبی کے سامنے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا یعنی توبہ کرنا (۳) رسول کا اللہ تعالیٰ سے ان کے گناہوں کے لئے سفارش معافی چاہنا اور بخشش مانگنا۔

جہاں تک فقط توبہ کا تعلق ہے۔ چونکہ توبہ کرنا افعال قلبی میں سے ہے گنہگار انسان جنگل میں پہاڑ کی غار میں، مسجد میں، گھر کی کوٹھڑی میں جہاں چاہے توبہ کر سکتا ہے لیکن قرآن شریف کی اس آیت میں جو ضابطہ قبولیت توبہ کا مقرر فرمایا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کا گواہ بھی ضرور ہونا چاہیئے ورنہ شریعت عند اللہ و عند رسول میں بے گواہ کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں دہنی جس طرح نکاح ایجاب و قبول کا نام ہے یعنی عورت و مرد ایک دوسرے کو قبول کر لیں تو نکاح حقیقتاً ہو جائے گا لیکن چونکہ دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول

ہونا شرط ہے اس لئے شریعت میں بغیر گواہوں کے نکاح منعقد ہی نہ ہوگا  
 اور گواہ بھی عظیم مرتبہ ہونا چاہیے جس کی بارگاہ رب العزت میں منظوری ہو اور وہ  
 اپنا اثر و رسوخ استعمال فرما کر اس کے لئے بخشش گناہ کی سفارش کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات پاک میں آپ سے اعلیٰ وارفع اور خدا رسیدہ  
 اور کون گواہ ہو سکتا ہے جو توبہ کی شہادت بھی دے اور بندگان گنہگار کو خدا سے معافی بھی  
 دے دے اسکی لئے آیت پاک میں اپنے آپ پر ظلم کرنے والوں (گنہگاروں) کو مشورہ دیا گیا ہے  
 کہ اگر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور بخشش اور نجات چاہتے ہو تو ہمارے رسول کی خدمت میں  
 حاضر ہو کر ان کے سامنے توبہ کرو اور ان سے سفارش بھی کرو۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد  
 قبولیت توبہ کے لئے اس ضابطہ (آیت قرآنی) پر عمل پیرا ہونے کی کون سی صورت ہے؟

اس سے پیشتر بخاری شریف سے ایک حدیث نقل کی جا چکی ہے جس میں آیا ہے کہ میرے بعد نبی  
 تو نہیں آئیں گے۔ ہاں خلفا ہوں گے اور بکثرت ہوں گے ان کے حقوق ادا کرنا ان سے تمہاری نیت  
 پوچھا جائے گا۔ مسلم شریف و ترمذی شریف (کتب احادیث) میں بھی اسی مضمون کی تائید میں روایتیں  
 پائی جاتی ہیں کہ میرے بعد قرآن کریم اور میری عمرت (اہل بیت) کو مضمون سے بچاؤ رہو  
 گے تو گمراہ نہ ہو گے۔ اوکما قال (بجاء تفسیر منظری) ثابت ہوا کہ جب تک دنیا میں گناہ اور گناہ  
 لکھے وائے موجود رہیں گے اور خدا کو راضی کرنے اور حصول نجات کے لئے توبہ کرنے اور معافی مانگنے  
 کی بھی اشد ضرورت رہے گی تو حضور پر نورؐ کے ارشاد کے مطابق حضور کے نائب اور خلفا بھی  
 قیامت تک موجود رہیں گے اور حضور پر نورؐ کی بجائے یہ رشد و ہدایت کا کام کرتے رہیں گے  
 مخلوق خدا ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں سے توبہ کرتی اور ان کی سفارش سے حصول  
 مغفرت و قبولیت توبہ میں کامیاب ہوتی رہے گی اور یائے عظام و صوفیائے کرام کے چارے سلسلوں  
 و نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ) کا وجود اس بات کا بین ثبوت ہے۔

دست زن در ذیل صاحب دوتے

تا ز افضالش بیابی رفعتے



حضرت مولانا روم فرماتے ہیں کہ کسی اہل اللہ کے دامن کو تھام لے تاکہ اس کے لطف و کرم اور مہربانیوں سے (قرب حق کے) بلند مقامات حاصل کرے۔

ساک زسد بے مدد و پیر بجائے

بے زور کمال رہ نبرد و تیر بجائے

(ساک در راہ و حق) پیر و مرشد کی مدد کے بغیر کسی جگہ نہیں پہنچ سکتا یعنی راہ سلوک طے نہیں کر سکتا جس طرح کمان کے زور کے بغیر تیر کسی جگہ (نشانہ پر) نہیں پہنچتا۔ راہ میں ہی رہ جاتا ہے

حافظ از دست مدہ صحبت کشتی نوح

ورنہ طوفان حوادث بہ برد بینات

اے حافظ نوح کی کشتی میں بیٹھنے کو نہ چھوڑ۔ ترک نہ کرو ورنہ حادثات کا طوفان تیری

بنیاد کو بہا لے جائے گا یعنی اہل اللہ کی صحبت سے دست بردار نہ ہو ورنہ نفس شیطان کے

مرد فریب اور پھندوں میں پھنس کر تباہ و برباد ہو جائے گا۔

آیت مذکورہ عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ توبہ استغفار پیش اہل اللہ و انبیاء و اولیاء موجب قبولیت

ہے اور سبب ان کی استغفار مغفرت کا سبب ہے ورنہ جاؤں فرمانے کی کیا حاجت و خصوصیت

تھی یہ رد ہے ان منکروں کا جو کہتے ہیں کہ خدا سب کی سنتا ہے زرگوں کے پاس جتنے کی کیا حاجت ہے

متنا ضرور ہے مگر جو قبولیت انبیاء اولیاء و صالحین کی دعا کو ہے وہ عوام گنہگاروں کو کہاں ہے اسی

سبب سے زرگوں کے پاس جا کر اور مشاہد تبرک پر اجابت دعا کی امید کیونکہ یہ مقامات نزول رحمت

الہی ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ربیع بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

فرمایا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح رات بسر کرتا تھا کہ آنحضرت

کے لئے دس نوک پانی مسواک و غسلی وغیرہ مہیا کرتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا اے ربیع مانگ کیا مانگتا ہے عرض کی اے آقا آپ کی جنت

میں رفاقت چاہتا ہوں۔ آقائے دو جہاں نے فرمایا اے ربیع یہ جو تونے مانگا

ہے بڑا مرتبہ ہے کچھ اور مانگ۔ عرض کی آقا میرا یہی مقصود ہے۔ اس کے علاوہ



اور کچھ مطلوب نہیں۔ پس آپ نے فرمایا اس مقصد کی برآری کے لئے کثرت سے سجدے کرو۔ یعنی نماز پڑھنے اور دعا کرنے سے تو اس مرتبہ کا اہل ہوگا اور میں بھی تمہارے لئے دعا کرتا ہوں حتیٰ کہ تجھے وہ مقام حاصل ہو جائے بشرطیکہ جو کچھ میں فرماؤں تو بھی اس پر عمل کرے

فتح قفل ارچہ کلید است اے عزیز

جبش از دست تو می خواہد نیز

اے عزیز اگر یہ قفل (تالا) کنجی سے کھلتا ہے لیکن تیرے ہاتھ کی حرکت بھی ساتھ درکار ہے اس لئے کہ کنجی خود اس قابل نہیں کہ تالا کھول سکے۔

حدیث مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی خدمت اور ان کو مدافعتی کرنا موجب سعادت اور حصول برکات ہے طالب صادق کو چاہیے کہ سوائے آخرت کی نعمتوں کے خواہش نہ رکھے اور دنیا سے فانی کی لذتوں کی طرف توجہ نہ کرے بندگی میں یہ شرط بھی ضروری ہے کہ حق بندگی پورا ادا کیا جائے تیرے دل میں ہوس تو مطلوب تک پہنچنے کی ہو گم بے کار بیٹھا رہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا سرد لوہے کو کوٹنا جو کہ بے کار ہے یعنی لایعنی

کار کن کار بگذر از گفتار

کاندر این راہ کار دار و کار

بائیں کرنا چھوڑا اور کام کر۔ کیونکہ اس راہ (حق) میں کام کرنا ہی کام آتا ہے

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (پ ۷، ۷)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آیا اور ایک روشن کتاب۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور فرمایا گیا ہے کیونکہ آپ سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہ

حق واضح ہوئی۔ (دخزان العرفان)

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (پ ۷، ۷)

ترجمہ بر اللہ اس سے (نور اور کتاب سین) ہدایت دیتا ہے اسے، جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے ساتھ اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف اپنے علم سے لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

أَوِ النَّوْرِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ سَهَدِي بِهِ كَانِي  
سَدَاجًا مُنِيرًا رَدَّارًا يَا نُوْرُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ كَيْونَكَ قُرْآنِ كَرِيمِ كِي هِدَايَةِ  
آپ سے ہی ہے چنانچہ آپ کا نام سراج منیر بھی آتا ہے۔

اس میں کسی کو ظلم نہیں اور قرآن کریم کے مطالعہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً بے شمار ہادی (ایک لاکھ چوبیس ہزار باکم و بیش انبیاء علیہم السلام) دنیا میں بھیجے۔ ان میں سے بعض پر صحائف و کتب آسمانی ہدایت نامہ، نازل فرمائے اور اکثر کو ان کے ماتحت انہی صحیفوں یا کتابوں کا مبلغ بنا کر نامہ انبیاء بھیجی مصلحتاً صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل نہ بھیجا جاتا رہا۔ بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی ہدایت کے لئے ہمیشہ دو ہادی آتے رہے ایک انسانی (بشری) شکل میں اور ایک کتابی شکل میں (ایک انسان اور ایک کتاب) اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ کتاب ہادی رہا نامہ آسمانی، اپنے انسانی ہادی رہنے لانے والے نبی و رسول کے بغیر کچھ ہدایت نہیں کر سکتی یہ نبی اور رسول ہی کا کام ہے کہ اپنی آردہ کتاب کو سمجھے اور اس پر عمل کرے اور پھر دوسروں کو سمجھائے اور اس پر عمل کرنا سکھائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ  
أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (آپ ۸۶)

ترجمہ: تحقیق اللہ نے احسان کیا اور ایمان والوں کے اور جس وقت بھیجا: سچ ان کے پیغمبران ہی میں سے پڑھتا ہے اور ان کے آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت (شاہ عبدالقادر)

مذکورہ بالا آیت میں جب معمولی سنت الیہ ان ہی دو ہادیوں (ایک نور اور ایک کتاب) یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے آنے کا ذکر فرمایا گیا ہے اس سے

ثابت ہوتا ہے کہ صراطِ مستقیم پر وہی لوگ ہیں جو قرآن کریم پر حسب ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (احادیث) پر عمل کرتے ہیں اور جو لوگ قرآن کریم کو احادیث چھوڑ کر (خلافاً احادیث) دشمنانِ دین کی تصریحات کے مطابق سمجھتے ہیں وہ راہِ گم کردہ ہیں ۵

خلاف پیہر کے راہِ گزیدہ کہ ہرگز نہ خواہد بمنزل رسید  
جس نے پیہر کی راہ (صراطِ مستقیم) چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کی وہ کبھی بھی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکے گا۔

## وجہ استدلال

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حق سبحانہ، تعالیٰ باوجود مادی قادر مطلق ہونے کے طالبانِ حق کو راہِ ہدایت دکھانے اور صراطِ مستقیم پر ان کو لانے کے لئے ایک انسانی مادی ہمیشہ مقرر فرمایا کرتا ہے جو کہ ہدایت موصولہ کتابِ مادی کے مطابق ان کو عمل کرنا سکھاتا ہے اس سنتِ الہیہ کے چراغ سے ثابت ہوا کہ باوجود کتاب و سنت کی موجودگی کے ہمیشہ ایک مادی (انسانی) کی ضرورت رہے گی جو کتاب و سنت کے مطابق طالبانِ مولا کو راہِ حق (صراطِ مستقیم) کی ہدایت کرے اور مولا سے انہیں ملائے۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد میں وہ پاک وجود اہل اللہ (فقراء و مشائخ) ہیں جو کتابِ انبیا ہو کر رشد و ہدایت کا کام سرانجام دے رہے ہیں اور غیر ان سرچشمہ ہدایت حضرات کے صراطِ مستقیم (راہِ حق و ثواب) پانا دشوار ہے۔

چونکہ حق و باطلے سمجھتے نقد و قلب اندر چرمدال ریختند  
پس ممک می باندش بگزیدہ در حقائق امتحانہ سادیدہ

ترجمہ: چونکہ حق و باطل قدرتی طور پر مخلوط کر دیا گیا ہے اور کھرے کھوٹے (اعمال) کو ایک ہی چرمی تھیلے (جسم انسان) میں دگڑھ ٹڈکے (ڈال دیا گیا ہے پس اس کے لئے ایک عمدہ کسوٹی چاہیے جو مختلف حقیقتوں کی پرکھ میں بار بار آزمائی ہوئی ہو۔



تا شود و فاروق این تہذیب را

تا شود دستور این تہذیب را

ترجمہ :- تاکہ وہ دمک، ان بنا و ٹولہ حق و باطل، میں فرق کر دے۔ اور تاکہ وہ تمہاری ان تہذیبوں میں امتیاز حق و باطل، میں وزیر اعظم اور مشیر اعلیٰ کا کام دے۔ تمک سے مراد شیخ کامل ہے جو مرید پر نفس و شیطان کے مکر و فریب کا راز ظاہر کر دیتا ہے اور اس کو حق و باطل میں تمیز کرنا سکھا دیتا ہے اور ان تہذیبوں میں اس کا رہنا ہوتا ہے۔ (مثنوی)

تو چوں مورے پیر دانہ می روی

ہاں سلیمان جو چہ می باشی غوی

ترجمہ :- تو چونٹھی کی طرح دانہ کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ ارے سلیمان کی تلاش کر۔ کیوں گمراہ ہوا جاتا ہے۔ مطلب تم طلب معاش اور جستجوئے دنیا میں سرگرداں رہتے ہو۔ شیخ کامل کی تلاش کر۔ دنیا و دین دونوں کی بھلائی سے بہرہ مند ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے کام میں لگا رہے اللہ اس کے کاموں کا کفیل ہو جاتا ہے چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

دانہ جو را دانہ آتش داے شود

و آل سلیمان جوئے را داے بود

دانہ کی تلاش کرنے والے (مرغ) کے لئے کبھی اس کا دانہ دام دبلا، ثابت ہوتا ہے اور اس شخص کو جو سلیمان کی تلاش کرے دونوں دولتیں ملتی ہیں۔

ہم سلیمان ہست اندر دورا

کہ وہد صلح و نما نہ جورا

ترجمہ :- ہمارے زمانہ میں بھی سلیمان وقت

موجود ہیں جو خلق اللہ میں صلح کر سکتے ہیں اور پھر ظلم و ستم کا نشانہ نہ رہے گا

دنیا سے فتنہ و فساد رفع ہونے کی صورت یہی ہے کہ اہل اللہ کا ملین کی طرف رجوع کیا



جائے ان کی تعلیم و تربیت اور صحبت سے اخلاق عامہ درست ہو جائیں گے اور لوگوں میں اتحاد و الفت پیدا ہو جائے گی مگر ہر زمانہ میں لوگوں کو یہ ضبط رہا ہے کہ وہ بزرگان معاصرین کو وقعت کی نظر سے نہیں دیکھتے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ المعاصرون سبب المنافذۃ یعنی ہم زمانہ ہونا نفرت کا باعث بن جاتا ہے اور وہ اگلے زمانہ کے بزرگوں کو یاد کر کے ان کی تعریف کرتے رہتے ہیں بلکہ جب کبھی بزرگان اسلاف کا ذکر آتا ہے تو ایسے اشخاص کی زبان سے عموماً یہ کلمہ سنا جاتا ہے کہ آج کل تو کوئی ایسا بزرگ نہیں ہے یا کہتے ہیں۔ اجی ہم تو بہت بھرے۔ کوئی ایسا بزرگ نہ ملا۔ حالانکہ دنیا کا کوئی زمانہ کوئی قرن کوئی دور ایسا نہیں ہو سکتا جس میں اقطاب ابدال، اوتاد وغیرہ ادبیا کبار موجود نہ ہوں دنیا کا قیام ہی ان کی برکت سے ہے اگر وہ نہ ہوں تو دنیا کا نظام کبھی کا درہم برہم ہو جائے دلائل تقویم الساعۃ حتی یقال فی الامم ان اللہ دروام رسالہ تشریح، قیامت قائم نہ ہوگی جب تک زمین پر اللہ کا ذکر کیا جائے گا یعنی جب تک اہل اللہ دنیا میں موجود ہوں گے، اور یہ بات بالکل صحیح ہے کہ موجودہ لوگ جن بزرگان سلف کو کمال و اعتقاد سے یاد کرتے ہیں اپنے زمانہ میں وہ بھی اسی طرح جہلا و ادبائش لوگوں کی ہڈی طعن بنے رہے۔ جس طرح اس زمانے کے بزرگوں کو ہدف بنایا جاتا ہے اور آج جن بزرگان کا طعن کو اعتراض یا بے وقعتی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اُسندہ کے لوگ ان کو بھی بزرگان اسلاف کی طرح غایت احترام کے ساتھ یاد کریں گے راز اس میں یہ ہے کہ ہر بزرگ کامل کے زمانہ میں از روئے حسد یا بوجہ غلط فہمی اس کے کچھ نہ کچھ مخالف ضرور ہوتے ہیں جو ان بزرگوں کے مفروضہ معائب و عیبوں کی تشہیر کرتے رہتے ہیں جس سے حد بلکہ ہزار بار اشخاص کے دلوں میں ان کے خلاف بدگمانی پھیلتی رہتی ہے ایسے واقعات تقریباً تمام اکابر ائمہ و مشائخ کے ساتھ پیش آچکے ہیں جن پر تاریخ شاہد ہے پھر جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے۔ ان کے حاسدین و مخالفین کے ساتھ ان کا غلط پروپیگنڈہ بھی دنیا سے نیست و نابود ہوتا جاتا ہے اور ان بزرگوں کے محض کمالات علمی و باطنی فیوض متوارثہ یا تصنیف کی صورت میں جلوہ گر رہ جاتے ہیں اور آنے والی نسلیں کو ان کے صرف یہ کمالات ہی نظر آتے ہیں اور بدگمانی پیدا کرنے والی باتیں جو ان کے زمانہ میں حاسدین نے مشترک دمی محققین اس زمانہ کے لوگوں

تک پہنچنے میں پاتیں اسی لئے کہا گیا ہے۔

”قدر مرد بعد مردن۔“

غرض اس قسم کے حاسدین کے بکائے ہوئے لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ آج دنیا میں کوئی کامل نہیں تو مولانا رومؒ ان کی تردید میں فرماتے ہیں کہ بزرگان سلیمان منزلت بھجوائے علمائے امتی کا نبیانی اسرائیل (الحديث) آج بھی موجود ہیں جن کے فیض صحبت سے دنیا کے تمام فساد اور فتنے دور ہو سکتے ہیں اگے اس کی دلیل ارشاد فرماتے ہیں۔

قَوْلِ اِنْ مِنْ اُمَّةٍ رَا يَدِيْهَا مَبْرَاةً اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ

ترجمہ: ہمارے اس قول کی دلیل میں ان سے اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ہے جو یاد رکھو جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی نذیر دینی (ضرور گزارا ہے اس آیت سے بصارت انفس ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ ماضی میں کوئی ایسی قوم نہیں گزری کہ جس میں کوئی نہ کوئی نبی نہ آیا ہو اور بدلاتہ انفس یہ معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ بھی کوئی ایسی قوم نہ ہوگی جس میں کوئی نبی یا نائب نبی صاحب وجاہت و ہمت نہ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چونکہ یہ امر قطعی ہے کہ اور کوئی نبی تا قیامت نہ آئے گا اس لئے اس آیت کی رو سے ہر زمانہ اور ہر قوم میں ایک نہ ایک نذیر نائب رسول خلیفہ حق، صاحب وجاہت و ہمت آنا ضروری ہے جس سے ثابت ہے کہ کوئی زمانہ اولیائے کاملین سے خالی نہیں ہو سکتا اگے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ خود اس آیت کا ترجمہ فرماتے ہیں۔ دشنوی:

گفت خود خالی نبود است امتی از خلیفہ حق و صاحب ہمت

ترجمہ: حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کبھی کوئی قوم خلیفہ حق و صاحب ہمت سے خالی نہیں رہی۔ گویا مولانا نے آیت کے کلمہ نذیر کا ترجمہ ان عام لفظوں میں کیا ہے جو انبیاء و اولیاء سب پر صادق آتا ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں بھی نذیر (بایں معنی) کی موجودگی اس سے ثابت ہو تاور نہ اگر نذیر کے معنی نبی کرتے اور یوں کہتے ”از نبی حق و از پیغمبرے“ تو پھر اس آیت کا مفہوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کی اقوم و امم پر صادق نہ آتا کیونکہ آپ کے بعد کوئی ہی تا قیامت مبعوث نہ ہوگا۔

حالات تک مقصود یہاں یہ تھا کہ تمام موجودہ اقوام کو یقین دلایا جائے کہ سلیمان زمانہ ہر وقت ادھر  
 عہد اور ہر جماعت میں موجود ہوتا ہے جو قوم کے پراگندہ اجزا کو ربط و اتحاد کی لڑی میں منسک  
 کر سکتا ہے۔ دفا فہم فائتہ من دقائق بلاغۃ المثنوی و خوب سمجھ لو کہ یہ مثنوی شریف  
 کی فصاحت اور بلاغت کی باریکیوں میں سے ہے۔ (ملخصاً از مفتاح العلوم)

## درس اتحاد

وَ اذْكُرْ وَا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَا لَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ  
 فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا ۙ (آیہ ۲۳)

ترجمہ :- اور یاد کرو دے انصاریو اللہ کا انعام (احسان) جو تم پر ہے جب کہ تم  
 داسلام سے پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اس نے الفت پیدا کر دی۔ تمہارے دلوں میں  
 تو تم ہو گئے اس کے فضل و رحمت و ہدایت سے بھائی بھائی، محمد بن اسحاق و غیرہ اہل سیر کا قول  
 ہے کہ اوس اور خزرج باہم حقیقی بھائی تھے۔ ان دونوں میں ایک مقتول کی وجہ سے عداوت ہو  
 گئی تھی اور عداوت یہاں تک بڑھی کہ ایک سو بیس سال تک برابر لڑائی ہوتی رہی یہاں تک  
 کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدیم عداوت اور دشمنی کی آگ کو اسلام کے ذریعہ بجھا دیا اور اپنے نبی  
 اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت ان میں الفت اور محبت پیدا کر دی چنانچہ مولانا روم  
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

نفس واحد از رسول حق شدند ورنہ ہر یک دشمن مطلق بدند

ایمانے کہتہ شان از مصطفیٰ محو شد ورنہ نور اسلام و صفا

تمام لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و فیض صحبت سے یک جہاز ہو گئے  
 ورنہ ہر شخص ایک دوسرے کا دشمن تھا۔ ان کے پرانے کینے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 کی تعلیم و صحبت کی برکت سے اسلام کے نور اور صفائی میں فنا ہو گئے صلح اور عفتل کی کیفیت  
 اور اتحاد کا یہ عالم صرف اوس و خزرج پر نہیں بلکہ سارے عرب قبائل آپس میں  
 شکر کر دیئے۔ ہدایات قرآن کے مطابق فتنہ و فساد کو کہ وہ ترین فعل انسانی قرار دیا اور



اس فعل کے ارتکاب کے لئے سخت سزائیں مقرر کیں، قتل، خوہریزی اور سفاکی کے افساد  
 کے لئے قانون قصاص جاری کیا۔ عملاً ملک میں قیام امن کے لئے مناسب اور ضروری تعزیری  
 جاری کیں۔ سب سے بڑھ کر دعوت اسلام کے فیض اثر اور آپ کی صحبت کی برکت نے دلوں  
 کو بالکل خدا کے سامنے کر دیا اور اس حضورِ دوامِ حق کی برکت سے دفعۃً ملک میں امن امان  
 قائم ہو گیا بخاری شریف کی حدیث ہے کہ عدی بن حاتم نے شہادت دی کہ انہوں نے اپنی  
 آنکھوں سے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کے مطابق صنعاء سے حجاز  
 تک لوگ تنہا سفر کرتے تھے۔ اور خونِ الہی کے سوا اور کوئی خون راستہ میں نہ تھا۔

از حدیث شیخ جمعیت رسد

تفرقة آرد دم اہل حد

بقول مبارک الشیخ فی قومہ کافیتی فی اہتہ

شیخ اپنے مریدوں میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں

شیخ کی بات سے اتفاق و محبت پیدا ہوتا ہے۔ اہل حد کی بات تفرقہ کی بات پیدا  
 کرتی ہے ضرورتاً شیخ پر ان نصیحتات کے بعد کہ ہر زمانہ میں فتنہ و فساد اور تفرقہ دلوں میں  
 ہوتا ہے جو محبت حق کے بغیر اتحاد میں تبدیل نہیں ہو سکتا۔ اور اس کا طریقہ جناب سرور  
 کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے  
 نائب یعنی اہل اللہ کا ملین اس محبت و اتحاد کی تعلیم دیتے ہیں کبھی آنکھوں سے اس  
 روح پرور اتحاد کا نظارہ مشاہدہ کرنا ہو تو علی پور شریف ضلع سیالکوٹ میں آستانہ عالیہ  
 مجدد اعظم و قیوم عالم پر انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ جلسہ پر حاضر ہو کر دیکھیں کہ محبت کی  
 دیوانے بارانِ طریقت کس طرح دلی محبت اور خلوص قلبی سے ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے  
 اور خدمت و امداد کرتے ہیں۔ چونکہ اس اتحاد کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے لہذا ہر زمانہ  
 میں اس کے معلم بھی موجود ہونے چاہئیں اور یہی زمانہ ان سے کبھی خالی نہیں رہتا مولانا فرماتے ہیں

ہم سلیمان بہت اکوڑی ایک ما

از نشاطِ دور بینی در علی!



ترجمہ: مخلوق میں اتحاد پیدا کر دینے والے سلیمان در زمانہ اب بھی موجود ہیں لیکن ہم دنیا کی رنگینی کے سبب (ادھر سے) آنکھیں بند کئے ہوتے ہیں۔  
مطلب یہ ہے کہ مخلوق میں اتحاد، یک تہتی اور محبت پیدا کرنے والے اہل اللہ در زمانہ وقت اب بھی موجود ہیں۔ جیسا کہ آیت

ان من امة الاخلاقيها نذير (پ ۲۲ ع ۱۵) ہر قوم میں کوئی نہ کوئی نذیر گزرا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے اور وجہ ثبوت یہ ہے کہ جو سبب

اس وقت نذیر کے آنے کا دعویٰ تھا یعنی اتمام حجت و اصلاح امت وہ اب بھی موجود ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ اب نذیروں کا سلسلہ منقطع ہو جائے پس ضروری ہوا کہ اب بھی موجود ہوں اور موجود ہیں مگر لوگوں کی ان کی طرف توجہ نہیں کیونکہ ان کی توجہات تمام تر دنیا کی طرف لگی ہوئی ہیں ان کا فکر ان کا غور، ان کا خیال، ہر گھڑی، ہر آن، دنیا کے معاملات میں لگا ہوا ہے۔ اس دنیاوی کاروبار کے فکر و خیال کی دور رسی اور بلند پروازی ان کو اپنے نفس کی اصلاح سے محروم رکھتی ہے۔ ان فضول خیالات کے پردوں سے پرہیز کرنے والا اپنی خاص ضروریات سے بھی غافل رہ جاتا ہے اور آخر وقت تک حضرت مولانا شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

درینا کہ مشغول باطل شمیم      زحی دور ماندم و غافل شمیم  
درینا چنان روح پرور نماں      کہ بگزشت بر ما جو برق یماں  
چہ خوش گفت با کودک آموزگار      کہ کار سے نکریم و شذر و زگار

ترجمہ: افسوس کہ ہم باطل و غیر حق میں مشغول ہو گئے۔ حق سے دور رہ گئے اور غافل رہ گئے۔ افسوس کہ ایسا روح پرور وقت ہم پر چمکتی بجلی کی طرح گزر گیا۔ سکھانے والے دستاویز لٹاکے سے کیا اچھا کہا کہ ہم نے کوئی کام نہ کیا اور وقت (عمر) گزر گیا یعنی ختم ہو گیا (مثنوی)

مرغ کو بے ایسی سیماں مے رود  
عاشقِ ظلمت چو خفا شے بود

ترجمہ: جو پرندہ اس سلیمان کی رہنمائی کے بغیر طپتا ہے وہ چمکاوڑ کی طرح تاریکی کا  
دلدادہ رہتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں جو کسی شیخ سے تعلق نہیں رکھتے یعنی کسی پیر و مرشد کے  
طلقہ ارادت میں داخل نہیں اور کسی واسطہ سے تعلق بالکد سے بہرہ مند نہیں ہیں ایسے آدمی  
ظلمتِ جہالت میں گرفتار اور شہوات اور لذات میں مبتلا ہیں اس سے یہی مطلب لیا جاسکتا ہے  
کہ جو لوگ کسی شیخ سے نسبت حاصل کئے بغیر خود مقامات سلوک طے کرنا چاہتے ہیں وہ گمراہ  
ہو جاتے ہیں اور نجات فرماتے ہیں۔

راہ بس تاریک و شب تاریک دزدانِ درمیں

بے دلیلے عزم را کر دن دلیل اہلی است

ترجمہ: راستہ بہت تاریک، رات اندھیری اور چوڑا کوکھات میں ہیں بغیر راہ

اور راہنما کے سفر کا ارادہ کرنا بے وقوفی کی دلیل ہے۔ (مثنوی)

باسلیماں خو کن اسے حفاش رو

تا کہ در ظلمت غمانی تا ابد

ترجمہ: بڑے مرد و چمکاوڑ انہی اس سلیمان (شیخ) سے مناسبت پیدا کر تا کہ تو ہمیشہ  
کے لئے گمراہی، اندھیرے میں نہ رہ جاتا

پچھلے صفحوں میں ضرورتاً شیخ پر بیان ہوا ہے اس میں اشارہ کیا گیا تھا کہ کتاب

دعیم ہدایت، بغیر معلم (ہادی) کے کوئی نہ پڑھ سکتا ہے اور نہ اسے سمجھ سکتا ہے اور نہ اس

سے کچھ فیض (ہدایت) پاسکتا ہے یعنی کہ تنہا کتاب کسی کو ہدایت نہیں کر سکتی اس کی تائید

میں ذیل کا مضمون پیش کیا جاتا ہے۔

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ (پا ع ۱)

یہ وہ کتاب ہے کہ کتابِ کامل و مکمل جو صحیح معنوں میں کتابِ کلام کی مستحق ہے

جس کے آثار سے جانے کا ذکر تورات و انجیل میں بھی آچکا ہے جس کا وعدہ پیغمبر علیہ السلام

سے اس سے پیشتر قول اَنَا سَلِّقُ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا مَزْلًا، بیٹا تم آپ پر نازل ہوں

و قرآن مجید، انکار کریں گے، میں کہا گیا تھا جو آپ پر نازل ہو رہی ہے اور کفار و مشرکین

اس کی تکذیب کے درپے ہیں اور آئندہ بھی جو کسی نہ کسی رنگ میں اس کی تکذیب کرے گا اس کی آیات و قوانین کو بھٹلائے گا اور انہیں قابل عمل نہ سمجھے گا انہی کفار و مشرکین میں اس کا شمار بھی ہوگا۔ لَا تَأْتِي قِيٰمَةٌ شَيْءٍ بِشَيْءٍ نہیں شک بیچ ایک کے یعنی اس کتاب کے دلائل ایسے واضح اور براہین اس درجہ روشن ہیں کہ نظر صحیح کے بعد عاقل اس کے وحی اور منجانب اللہ ہونے میں ذرا شک نہیں کر سکتا، ہدی للمتقین۔ یہ کتاب پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔ ہدایت کا استعمال دو معنوں میں ہوا کرتا ہے۔ ایک صرف مطلوب کا راستہ بتا دینا دوسرا نہ صرف راستہ بتا دینے بلکہ اس کے ساتھ ہو کر مہذب و بہتک پہنچا دینے میں ہدایت مصدر ہے لیکن یہاں ہادی د اسم ناعل کے معنی میں آیا ہے پھر ہدایت کی شخص پرہیزگاروں کے ساتھ بلحاظ معنی اول تو اس لئے ہے کہ قرآنی ہدایت پر خاص کر یہی درگ درسنے والے، نامدہ اٹھا سکتے ہیں ہر جہد کہ قرآن کریم کی ہدایت عام طور پر مسلمان اور کافر کو شامل ہے جیسا کہ قرآن کریم کے دوسرے موقع پر ارشاد ہوا ہے۔ هُدًى لِلنَّاسِ لِيَكُنِ اس پر متمتع ہونا اور نامدہ اٹھانا صرف پرہیزگاروں کا حصہ ہے اور معنی ثانی سے اعتبار سے تخصیص کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ مقصود کی طرف رہنمائی ان لوگوں ہی کو مفید پڑتی ہے نہ مریض ناز کو اسی لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے ایک موقع پر یوں ارشاد فرمایا ہے۔

وَنَزَّلْنَا مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَ لَّا  
يَزِيدُ الظَّالِمِينَ اِلَّا خَسَارًا ۝ (پ ۱۵، ۹۵)

ترجمہ قرآن کریم جو ہم نازل فرما رہے ہیں مؤمنین کے صحیح العقیدہ مسلمان کے لئے شفا و رحمت ہے اور ظالموں، کافروں، منکروں کے لئے باعث زیادتی خسارہ و نقصان ہے۔ متقی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے تئیں ایسی چیز سے محفوظ رکھے جو اسے آخرت میں نہرسانا اور تکلیف دہ ثابت ہو۔ پھر اگر وہ منفرت شرک ہے اور اس سے آدمی بچتا ہے تو تقویٰ کا ادنیٰ مرتبہ ہے گناہ اور معصیت سے بچتا ہے تو تقویٰ کا وسطیٰ مرتبہ ہے مگر اعلیٰ درجہ کا متقی وہ ہے جو لایعنی چیزوں سے منہ موڑ کر ذرا الٹی میں مستغرق ہو اور انحصاراً از تقیہ منظر ہی)



## وجہ استدلال

بیان بالا سے ظاہر ہے کہ کتاب (قرآن کریم) راستہ حق و صراطِ مستقیم دکھانے کے لئے بطور ہادی کے بھیجی گئی ہے، اور چونکہ ان آیات میں اس کی تعریف و توصیف کا بیان ہے لہذا لوگوں کو اس کا تعارف کرایا جا رہا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی یہ جلیل القدر اور عالی شان کتاب دہدایت نامہ، خود بخود بول رہی ہے اور لوگ سن رہے ہیں یا کسی دوسرے کی زبان پاک اس کی ترجمانی کر رہی ہے سب اہل علم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے بول رہے ہیں اور بیان فرما رہے ہیں اس کتاب کو خدا کا کلام بتا رہے ہیں اور اس کا تعارف کر رہے ہیں خود اس پر عمل کر کے دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ اور اس طرح ان کو متقی بنا کر خدا سے ملا اور پہنچا رہے ہیں چنانچہ کفار اور مشرکین کے انکار کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنے منہ سے باتیں بناتے اور نکالتے ہیں اور اس کو خدا کا کلام کہتے اور بتاتے ہیں کہ یہ کلام الہی ہے، جیسا کہ مولانا رومؒ اپنی مثنوی شریف میں لائے ہیں۔

گرچہ قرآن از لب پیغمبر است  
ہر کہ گوید حق تکلفہ کا فر است

ترجمہ: اگرچہ قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک لبوں سے ہی نکلا، میں ملاحظہ ہے مگر جو شخص یہ کہے کہ خدا کا کلام نہیں وہ کافر ہے۔

المختصر کتاب اپنے تعارف اور اپنے کتاب الہی ہونے کے ثبوت کے لئے اس معلمِ عظیم کے وجودِ قدس کی محتاج ہے جس کی شان میں **يَتْلُو عَلَيْهِمْ هَذِهِ آيَاتِهِ وَيُرَكِّبُهُمْ** **لِيُعَلِّمَهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ** ہے۔ اور وہ لوگ یقیناً گمراہ اور راہِ حق سے دور ہو گئے ہیں جو قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر قرآن لانے والے (محبوبِ خدا) سے سروکار نہیں رکھتے اور آپ کی پاک تعلیم (احادیث شریفہ) سے بے نیاز ہو کر اس کے بغیر ہی قرآن



کریم کے سمجھنے کے مددگی ہیں اور ہمیں جانتے کہ ان عَلَيْنَا بَيَانَةٌ بے شک! اس کا بیان واضح کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ کا شرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔ نہ کسی غیر کو۔ اس لئے ہر شخص اس کے سمجھنے میں حضور کا محتاج ہے اور وہ لوگ بھی ان کے ہی ساتھی اور ہم عصمت ہو کر گمراہ ہیں جو کتاب و سنت کو بغیر کسی معلم کے پڑھنے سننے کے اس پر صحیح عمل کرنے کے مدعی ہیں اپنے آپ کو صراط مستقیم پر سمجھنے اور باقی تمام اہلسنت مسلمانوں کو گمراہ تصور کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ آمین۔ آئے دن جو نئے نئے فرقے مسلمانوں دامت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پیدا ہونے رہتے ہیں وہ ایسے ہی شتران بے مہار لوگوں کے گمراہ کن تخیلات کا نتیجہ ہیں۔ جس طرح کلام الہی پر عمل درآمد کرنے اور بندوں کو راہِ حق پر چلا کر خدا تک پہنچانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اقدس کی ظاہری طور پر لوگوں میں موجود ہونے کی اس وقت ضرورت تھی۔ اسی طرح آج بھی آپ کے نشان دیئے ہوئے اُبتائے ہوئے اپنے حلیفوں نانبوں اور جانیشینوں جن کو آج کل عرف عام میں اولیائے عظام و صوفیائے کرام کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کہا جاتا ہے کی بھی ضرورت ہے کیونکہ ان کی رہنمائی اور اسیری کے بغیر راہِ حق پانا اور اس پر چلنا مسخت دشوار ہے۔

بے عنایات حق و خاصانِ حق!

گر ملک باشد سیاہ مستش ورق

اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور برکتوں اور اہل اللہ کی بابرکت صحبت اور رہنمائی کے بغیر اگر فرشتہ سیرت انسان بھی ہو تو اس کا عمل نامہ سیاہ ہی رہے گا۔

وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ (پہلے)

ترجمہ: اور جس کو گمراہ کرے اللہ پس نہیں ہے واسطے اس کے کوئی راہ دکھانے والا اور جس کو راہ دکھائے اللہ پس نہیں واسطے اس کے کوئی گمراہ کرنے والا (موضع القرآن) اس آیت میں دو شخصوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک ہاد و ہدایت کرنے والا (دوسرا مُضِلُّ گمراہ کرنے والا) یعنی دنیا میں دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک وہ جن کی صحبت میں رہنے سے آدمی ہدایت پاتا ہے دوسرا وہ جن کی صحبت انسان کو گمراہ کر دیتی ہے اور یہ مضمون قرآن

کریم میں دو جگہ نہیں بلکہ اکثر مقامات پر آیا ہے تاہم قرآن پاک میں ہادیوں و صالحین کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور مفسرین اور ضالین سے دور رہنے کا کیونکہ الصحیۃ تاثیر کے اصول کے تحت نیکوں کی صحبت میں نیک اور بُروں کی صحبت سے آدمی بُرا بن جاتا ہے تجربہ اور مشاہدہ اس کا گواہ ہے جس کا انکار کوئی عاقل نہیں کر سکتا۔ سورہ فاتحہ الحمد شریف، جو کہ نماز میں بار بار دہرائی جاتی ہے اور نماز میں سرزد ہوا اور واجب قرار دی گئی ہے۔ اس کی آخری آیات پر غور کرنے سے یہ امر خوب واضح ہو جاتا ہے کہ جہاں اس میں خدا سے ہدایت طلب کرنا سکھایا گیا ہے وہاں اس کے ساتھ ہی ان دونوں گروہوں کا نام و پتہ بتایا گیا ہے جن کی راہ چلنے پر ہدایت یا ضلالت دگر ہے، آدمی حاصل کرنا ہے۔ اسی لئے انمت علیہم (صالحین اہل اللہ) کی طرف رغبت بلکہ ان کی صحبت میں رہنے اور ضالین (دگر ہوں) سے نفرت اور ان سے الگ رہنے کی درخواست دعا، ہم سے آخری آیت میں کرائی گئی ہے گویا ہمیں ارشاد ہو رہا ہے کہ ہادیوں کے ساتھ رہا کرو۔ ان کے ساتھ رہنے سے ہدایت پاؤ گے اور دگر ہوں سے دور رہو تا کہ دگر ہی سے بچو۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کرنے یا گمراہ کرنے کی حقیقت؛ جن کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اہل اللہ کی طرف سے ان کے دلوں میں نفرت، حسد، بغض و عناد ڈال دیتا ہے۔ اس لئے انہیں کسی ہادی کی صحبت میں نہیں ہوتی۔ (فمالة من یاد) فلہذا وہ ہادیوں سے دور رہ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔

دورگشتی از حضور اولیا

در حقیقت گشتہ دور از خدا

کسی ولی اللہ سے تو یوں حسد بغض اور نفرت کرنے کے دور ہو گیا ہے جان لے کہ حقیقت میں تو خدا سے دور ہو گیا ہے۔ جن کو اللہ ہدایت اور راہ حق دکھانا چاہتا ہے ان کے دلوں میں ہادی کی طرف رغبت اور ان کی محبت ڈال دیتا ہے اور دگر ہوں کی طرف سے نفرت و حقارت۔ اس لئے کوئی مفضل دگر گمراہ کرنے والا، ان تک نہیں پھٹتا ہے۔ (فمالة من مفضل) اس لئے وہ ہادیوں کی صحبت میں رہ کر ہدایت پا جاتے ہیں اور خدا رسیدہ ہو جاتے ہیں (مثنوی)

(مثنوی) ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا اول نشیند در حضور اولیا  
جو شخص قرب الہی حاصل کرنا دخوا کے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہے اسے کہو کہ وہ اولیا کی  
صحبت میں رہے اور ان کے ساتھ بیٹھا کرے اللہ تعالیٰ ان ہی پاک وجود اہل اللہ  
کے ذریعے ہمیشہ ہدایت کرتا رہا اور آئندہ بھی اپنی اس سنت قدیمہ کے مطابق اسی طرح  
کرتا رہے گا انبیائے علیہم السلام اور اولیائے کرام کے القاب مراتب اور مدارج میں فرق  
ہے کام دونوں کا ایک ہی ہے یعنی رشد و ہدایت کا ذریعہ اور واسطہ یہی لوگ ہیں اس  
کا انکار قرآن کریم کی کئی آیات کا انکار ہوگا۔ لہذا کوئی ذی فہم دیندار مسلمان اس کا انکار  
نہیں کر سکتا۔

ذٰلِكَ هُدٰى اللّٰهُ يٰكُذِبُ مِنْ يَشَآءُ وَمَنْ يُضَلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ  
مِنْ هَادٍ (پتہ ۷، ۱۷)

ترجمہ قرآن اللہ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس (قرآن) کے ذریعے ہدایت  
کرتا ہے اور خدا جس کو گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی مادی نہیں اس آیت میں بعینہ اسی مضمون  
بالا کا اعادہ کیا گیا ہے۔

یہاں کتاب کو ذریعہ ہدایت بتایا ہے۔ وہاں معلم قرآن کو رہہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ  
کتاب خود نہیں بولتی معلم کی زبان سے اپنی ترجمانی کر سکتی ہے۔ یعنی اس کے نہیں بہر حال  
مطلب حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت قدیمہ مبارکہ یہی ہے کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے  
تو کُن فرما کر اس کے اسباب مہیا فرمادیتا ہے۔ یہی اس کی قدرت اور یہی اس کا کرنا ہے  
اسباب اور علل کے بغیر دنیا میں کوئی کام نہیں ہو رہا۔ چونکہ اسباب و علل اسی کے اثرات  
اسی کی منشا اور اسی کے تحت قدرت کام کرتے ہیں اس لئے تمام امور کے کرنے اور سرانجام  
دینے کی نسبتیں اسی اللہ کی طرف کی جاتی ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسباب اور علل کا  
کوئی وجود نہیں۔ یا کسی کام کرنے کی نسبت سبب یا علت کی طرف کرنا ناجائز ہے چہ جائیکہ  
اس کو شرک یا کفر قرار دیا جائے۔ گناہ نہیں۔ حقیقت اور مجاز کا فرق نہ کیا جائے گا تو کوئی  
شخص بھی اعلیٰ ہو یا ادنیٰ، عالم ہو یا جاہل، نبی ہو یا ولی، اس شرک سے الزام سے بچ سکے



کا۔ ادنیٰ سے تدبیر اور تامل سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ سکتی ہے۔  
 الغرض جب تک یہ کائنات موجود ہے اور نظام الہی کے ماتحت دنیا چل رہی ہے سلسلہ  
 رشد و ہدایت بھی قائم رہے گا۔ نبی تو احکام الہی کے تحت آنے سے رہے۔ اب تالیق قیامت  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ادویائے عظام اور صوفیائے کرام بھی رشد و ہدایت کا  
 کام کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

### استمداد

قارئین قرآن مجید سے یہ امر پریشیدہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اکثر جگہوں  
 پر ان اسباب و علل کا ذکر فرمایا ہے اور امور کے سرانجام ہونے کو ان کی طرف منسوب فرمایا  
 ؕ لَوْلَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ  
 ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ؕ (پ ۷ ع ۱۷)

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ بعض آدمیوں کو بعضوں کے ذریعہ سے دفع نہ کرتے رہا کرتے  
 تو تمام زمین فساد سے پر ہو جاتی لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ تمام جہانوں پر بڑا فضل کرنے  
 والے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، ایک ملک دوسرے کو کھار رہا  
 ہے ایک قوم دوسری قوم کو دبا رہی ہے ایک دوسرے کے قتل و خون، تباہی و بربادی کے  
 نظارے جو ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں، حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ ہی کارہے ہیں  
 لیکن ہماری آنکھوں کے سامنے ایسا کرنے والے انسان ہیں اور خود اللہ تعالیٰ ان امور کے  
 سرانجام پانے کی نسبت ان کی طرف کر رہا ہے کہ ان کے ذریعے دو وسیلہ سے ہم یہ کام سرانجام  
 دیتے ہیں اگر غیر اللہ کی طرف نظام عالم کی نسبتیں کرنا ناجائز یا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ  
 ان کی طرف واسطہ یا ذریعہ کی نسبت نہ فرماتے

۲ سورۃ النزاغۃ پ ۳ ع کے شروع میں فرماتے ہیں فَا لَمُدِّبَاتِ اَهْرَآءِ  
 ”پس قسم ہے ان فرشتوں کی جو ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں۔“



دہاں آیت نمبر ۱ میں انسانوں کی طرف نسبت فرمائی تھی تو یہاں فرشتوں کو قسم لھا  
 کہ اہرام کی تدبیر کرنے والا بتا رہے ہیں۔ انسان بھی غیر اللہ ہیں اور فرشتے بھی غیر اللہ۔  
 ۳۔ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ  
 ترجمہ: اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی میں  
 ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔

اس آیت میں اعانت کرنے نہ کرنے کا حکم موجود ہے جو اکثر مستحق اور محتاج انسان کے  
 طلب اعانت و استعانت پر ہی کی جاتی ہے کیونکہ بغیر طلب کرنے کے بہت کم آدمی جان سکتے  
 ہیں کہ کس کی اعانت کرنی ہے اس آیت میں اشارۃ النقص کے طور پر استعانت غیر اللہ ثابت ہوئی  
 ۴۔ فَلَمَّا أَحْسَسَ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ فَتَنَّا  
 الْحَوَارِثَ فَنَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ (پ ۳ ع ۱۳)

ترجمہ: سو جب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے دیہودیوں سے انکار دیکھا تو فرمایا کہ  
 کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کے واسطے واللہ کی راہ میں، تو حواری  
 بوئے ہم ہیں مددگار اللہ کے۔

اوپر والی آیت نمبر ۱ میں تو عوام کے لئے ایک دوسرے کی اعانت کرنا کار شاد پاک  
 تھا۔ یہاں اس آیت میں غیر اللہ سے اعانت اور مدد مانگنا اور وہ بھی ایک اولوالعزم پیغمبر  
 کا عوام سے آگیا۔ مَنْ أَنْصَارِي کے الفاظ پاک میں اعانت اور مدد کے لئے پکارنا بھی پایا  
 جاتا ہے اگر حضرت عیسیٰ علی نبیہ السلام کے نزدیک یہ حرم یا ناجائز ہوتا تو آپ کبھی  
 بھی پیغمبر خدا ہو کر ایسا نہ فرماتے۔ جو اب ملاحظہ ہو۔ یہ یاد رہے کہ یہ قرآن مجید ہے کلام  
 و الفاظ پاک، الٰہی ہے۔ بوئے ہم ہیں مددگار اللہ کے۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ وہ جاہل تھے  
 ان کو بات کرنی نہیں آئی۔ انہیں چاہیے تھا کہ یوں عرض کرتے کہ یا نبی اللہ ہم غلام آپ  
 کی مدد کو حاضر ہیں۔ سو جواب یہ ہے کہ اگر وہ جاہل تھے انہوں نے ناگفتی بات کہہ دی  
 کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو پیغمبر تھے صاحب شریعت تھے  
 شرک و کفر جائز و ناجائز سب کچھ جانتے تھے ان کو چاہیے تھا کہ وہ ان کو دانت دینے تھے

سرزنش فرماتے کہ بے وقوف اور جاہلو! یہ تم نے کیا پاک دیا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ اللہ تو سب کا مددگار اور کارساز ہے اور سب اسی کی مدد کے محتاج ہیں لیکن حضرت نے بھی ان کو کچھ نہیں کہا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہاں اللہ کی مدد کرنے سے میری دینی کی مدد کرنا مراد ہے اور مجازاً ایسے الفاظ زبان سے نکالنا شرعاً جائز ہیں۔ شرک یا ناجائز نہیں دیکھا کہ آج کل بعض گمان کرتے ہیں، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے حواریوں کے اس قول سخن انصاف اللہ پر کوئی جرح قدح کی۔ بلکہ ان کے الفاظ کو ہی اپنی کلام پاک ہونے کا شرف بخشا۔ یہ سنت الہیہ قرآن مجید میں ہر جگہ نمایاں نظر آئے گی کہ قرآن مجید پہلی شراعت کی غلطیوں کی ترمیم صحیح کرتا یا منسوخ فرماتا ہے لیکن صحیح اور درست کو بحالہ قائم رہنے دیتا ہے اب اتنی وضاحت اس مسئلہ میں کہاں سے گی کہ اعانت اور مدد بھی پکار کر مانگی تھی ہے اور مانگی بھی غیر اللہ سے اور مانگنے والا بھی اپنے وقت کا صاحب شریعت اور اولو العزم پیغمبر ہے اور مدد کرنے والے بھی نبی کی مدد کو اللہ تعالیٰ کی مدد کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مدد کرنے کو نبی اللہ کی مدد کرنا سمجھتے اور مانتے ہیں اور سخن انصار اللہ کے الفاظ پاک زبان سے نکالنے کو مجازاً صحیح اور جائز جانتے اور مانتے ہیں اور جاننے والے جانتے ہیں کہ کتاب اور سنت میں اس قسم کا مجاز کسی جگہ آیا ہے۔ مثلاً خدا کو دھوکہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قرض مانگنا یا اللہ کو قرض دینا، اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا، پانی نہ پلایا وغیرہ وغیرہ جن کی تشریح اور توضیح کا یہ مضمون متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل اللہ یعنی نبی ہو یا ولی ان کی محبت اللہ تعالیٰ ہی کی محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کرنا ان کی اور ان کے دین کی مدد کرنا ہے۔ سچ ہے۔

مردانِ خدا خدا نباشند

لیکن از خدا جدا نباشند

اہل اللہ خدا تو نہیں ہوتے لیکن خدا سے جدا اور دور بھی نہیں ہوتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ (آیت ۹۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کے مددگار ہو جاؤ یعنی اس کے نبی کے یارین ہو جاؤ





۱۱۔ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ بِ عَالِي اللَّهِ تَعَالَى اِيسا نہیں کہ آپ کے ان میں موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ان کو عذاب سے بچا رہی ہے۔

۱۱۔ وَ لَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ (پا ع ۱۳) اور البتہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے جو اللہ کی مدد کرتا ہے مجازی نسبت کی طرف اشارہ ہے تفصیل پہ گزر چکی ہے۔

۱۲۔ اَعْنَيْتُهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ (پا ع ۱۴) ان کو غنی کر دیا اللہ نے اپنے فضل سے۔ اور اس کے رسول نے غنی کرنے کی نسبت جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے ویسے ہی غنی کی نسبت اپنے رسول کی طرف کی ہے۔

۱۲۔ مَا أَنهَمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ (پا ع ۱۳) جو کچھ اللہ نے ان کو دیا تھا اور اس کے رسول نے دیا تھا۔

۱۵۔ سَيُؤْتِيَنَّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ (پا ع ۱۵) اِنَّهُ اللّٰهُ تَعَالَى اپنے فضل سے ہم کو اور دے گا اور اس کے رسول دیں گے وہ معطی و منعم خود ان آیات میں غنی کرنے عطا کرنے کے فضل کو اپنے رسول کی طرف منسوب فرما رہا ہے جو اس بات کا حتمی ثبوت ہے کہ سود و زیاں، نفع و نقصان اور لینے دینے (عطا کرنے) کی نسبتیں غیر اللہ کی طرف کرنا جو عوام میں جاری ہے نہ شرک ہے نہ گناہ۔ بلکہ عین قرآن کریم کے مطابق ہے قرآن کریم ایک بکرہ فہار اور بے کنار ہے۔

چند ایک حوالہ بتاؤ مشنہ از فرواے ہمیں کہئے گئے ان سے معلوم ہوا کہ یاد ہو اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق کائنات، مالک کل اور ناقص حقیقی ہے جو کچھ اس کا رختا عالم میں ہو رہا ہے اسی کی قدرت سے ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ ایک ذرہ بھی اس کے اذن اور اشارہ کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا لیکن دیکھتے والے دیکھ رہے ہیں اور جانتے والے جانتے ہیں کہ کوئی کام یہاں بغیر کسی سبب یا علت کے نہیں ہو رہا اور ان آیات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسباب و علل اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کردہ ہیں خود اللہ تعالیٰ امور کے سرانجام ہونے کی نسبتیں اسباب و علل غیر اللہ کی طرف منسوب فرما رہے ہیں۔ کہیں انسان کام کر رہے ہیں کہیں فرشتے



کہیں سورج، چاند، تارے، بجلی، ہوا، آگ، پانی اور بادل وغیرہ مخلوق خدا اس کے حکم سے اپنے مفوضہ فرائض سرانجام دے رہے ہیں اس لئے جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے یہ بہت اچھا ہے کہ کوئی شخص اسباب و علل سے گزر جائے۔ اس کی آنکھوں اور دل میں یہ کوئی چیز نہ رہے اور ہر ایک چیز کو براہ راست اسی اللہ کی طرف سے دیکھیں چنانچہ صوفیائے کرام کا تو مشرب و مسکب ہی یہی ہے لیکن یہ بھی صحیح نہیں کہ نفع و ضرر، خیر اور شر کی نسبتیں اگر غیر اللہ کی طرف کی جائیں تو وہ شرک ہو جائے گا یا عند الشرح جائز نہیں ہوگا قرآن مجید سے ان حوالہ جات و آیات کے لکھنے اور بیان کرنے کی ضرورت ہی اسی لئے محسوس ہوئی کہ حقیقی نسبتیں اللہ کی طرف ہیں اور مجازاً غیر اللہ کی طرف اور یہ غیر اللہ کی طرف انتساب نہ شرک ہے نہ ناجائز بلکہ جائز ہے۔ درست ہے۔ صحیح ہے اور عین قرآن کریم کے مطابق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جگہ جگہ کلام مجید میں غیر اللہ کی طرف نسبتیں نہ رہا ہے۔

حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

## علم غیب

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْتُونَ بِالْغَيْبِ وَيَتَّبِعُونَ الصَّلَاةَ ۝  
مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (پا ۱)

قرآن مجید ہدایت ہے واسطے متقی لوگوں کے۔ یعنی بیدھاراہ دکھانے والی کتاب متقیوں اور پرہیزگاروں کو جو اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہیں کہ کہیں ان کا کوئی قول و فعل ان کی زندگی میں ہدایت الہیہ و احکام شرعیہ کے خلاف نہ گزرنے پائے ان کا ہر فعل ان کا ہر کام ان کا ہر معاملہ باندھے ہوئے ضابطہ الہی کے مطابق ہو تاکہ وہ اس کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ انمذاوہ محتاج اور متلاشی ہوتے ہیں کسی ایسی برکزیدہ و مقدس و مقبول و محبوب بارگاہ الہی ہستی کے جو خود ہدایات و احکام الہی و قرآن مجید سے واقف ہو اور خود پر عمل کر کے دکھائے اور دوسرے متلاشیان حق کو ادھر بلائے ان کو عمل کرنا سکھائے یہ ان ڈرنے والوں اور متلاشیان حق کا ہی کام ہے کہ وہ اس برکزیدہ ہستی کے بتانے اور فرمانے

سے ایسی باتیں بھی مان لیتے ہیں اور ان پر ایمان لے آتے ہیں جو زمان کے سامنے ہیں نہ کبھی سنی ہیں اور نہ ہی ان کے ادراک میں آسکتی ہے مثلاً ہستی باری تعالیٰ اور اس کی ذات صفات، جنت، دوزخ، پھرراط، میزان، فرشتے، حور و قصور و دیگر احوال تباہی مغیبات دغیب کی باتیں، وغیرہ بیان کرنے والا اور بتانے والا خود خدا سے یہ علوم غیب حاصل کرتا ہے۔ متقی لوگ جو اگرچہ اتنے کامل متقی نہیں بنے بقدری ہیں اس معاملہ میں اس کو سچا مانتے ہیں اور اسے خدا کی طرف سے مانتے ہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور خوشنودی کے لئے ان سب غیب پر ایمان لاکر اس کے حکم و ہدایت کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال سے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ وہ یعنی اللہ کا محبوب خدا کی طرف سے لایا ہے اور جو کچھ اس سے پہلے ہدایات نازل ہو چکی ہیں اس کے فرمان کے مطابق ان پر بھی ایمان لاتے ہیں اور مرنے کے بعد آنے والی رافرت کی زندگی پر بھی پورا یقین رکھتے ہیں۔ اسی اعتقاد، یقین اور ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کو بجالانے، ہدایات و احکام الہیہ پر چینے کی وجہ سے جو انہیں اسی تقویٰ و خشیت الہی کی برکت سے حاصل ہوئے ہیں صرف یہی لوگ ہدایت الہی پر ملنے اور تباہی گئے ہیں اور اسی کی وجہ سے فلاح دارین دنیاد آخرت کی کامیابی کے انعام کے مستحق فقط یہی لوگ سمجھے اور بتائے گئے ہیں۔

ان آیات میں چند ایک مسائل کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جن کا ذکر خالی از قلم نہ ہوگا۔

رَدَّ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُونَ بِالْغِیْبِ، اسی سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن مجید کا نزول ہوا ہے اور جو اس کے مطابق بنائے ہوئے ماسے پر لوگوں کو چلانے کے لئے ہادی و رہنما بنا کر بھیجے گئے ہیں ان کو مغیبات پر اطلاع ہے وہ غیب کا علم جانتے ہیں تب ہی تو وہ مسلمانوں کو بتاتے اور مسلمان ان کو ملتے ہیں اگر وہ غیب کا علم نہ جانتے ہوتے تو اس آیت میں مسلمانوں کے جس غیب پر ایمان لانے کا ذکر ہے وہ کہاں سے آگیا حتیٰ یہ ہے کہ اس آیت میں اشارۃ النص کے طور پر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلع علی العیب ہونا غیب کا جاننا ثابت ہو گیا۔ باقی رہا یہ سوال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ذاتی طور پر بغیر سکھائے یا بتائے حاصل ہے یا آپ نے کسی سے حاصل کیا ہے تو عرض یہ ہے کہ سب علماء اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں لیکن آپ کا یہ علم ذاتی اور مستقل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا بتایا اور سکھایا ہوا ہے کیونکہ فقط اللہ تعالیٰ کا علم ہی ذاتی مستقل غیر محدود اور لامتناہی ہے اور خدا کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسا سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ اور یہ بات کہ آپ کا علم خدا کا دیا ہوا ہے اور اس کے علم غیب کا ہی حصہ ہے قرآن کریم کی ایک دوسری آیت سے دلالت النص کے طور پر ثابت ہے قرآن کریم میں ہے۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ (پا ۲۹ ع ۱۲) یعنی

اللہ تعالیٰ اپنے دراصل غیب پر مطلع نہیں فرماتا۔ یعنی کسی پر اپنا غیب ظاہر نہیں کرتا مگر اس کو جس کو اپنے رسولوں میں سے انتخاب فرمائے (چن لے) اب اشارۃً النص و لائنص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب جاننا ثابت ہو گیا۔

### عقائد

مومن اور مسلمان کا عقیدہ کیا ہونا چاہیے کہ جس پر اس کے صحیح الایمان ہونے کی پرکھ ہو سکے جہاں تک فقیر سمجھ سکا ہے وہ یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتقاد ہونا چاہیے کہ وہ علم غیب جانتے ہیں ورنہ ایمان بالغیب کی آیت کا یہاں کچھ معنی اور مطلب نہ ہو گا۔ مومن متقی کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ غیب کی بتائی ہوئی باتوں یا چیزوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ غیب ان کو کس نے بتایا اسی خدا نے آپ کو نبی اور رسول بنا کر بھیجا اور اپنے علوم غیب پر ان کو مطلع فرمایا۔

نبی کا لفظی مطلب بھی غیب کی خبر دینے والا کیا گیا ہے یہ بھی اعتقاد رکھنا چاہیے کہ جو کچھ آپ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایات و احکامات نازل فرمائے گئے ہیں وہ حق ہیں



۱۔ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ (پ ۱۵)

انہیں سچا اور واجب التعمیل سمجھے اچانکے اور اسی پر بھی ایمان رکھتا ہو جو  
و آپ کے فرمانے کے مطابق آپ سے پہلے نازل فرمایا گیا ہے۔ وَ مَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ  
مطابق انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان پر نازل شدہ صحائف سب آگے  
اور آخرت کی زندگی پر ایمان لانا بھی فرض ہے۔

۱۔ وَ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (پ ۱۵)

اس میں مرنے سے لے کر آخرت تک کے واقعات، حشر اور علامات قیامت، وجود  
جنت و دوزخ وغیرہ وغیرہ سب آگے جو سارے کے سارے از قسم معنیات ہیں اور  
جن کا علم ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے علماء محققین اور کلمہ مجتہدین  
نے ان سب کا ذکر کتب عقائد میں بیان فرمایا ہے۔ مزید واقفیت کے لئے ادھر رجوع کرنا چاہئے۔

۳۔ اَعْمَالٌ صَالِحَةٌ

تیسرا مسئلہ اعمال صالحہ کا ہے اس میں نماز اور انفاق فی سبیل اللہ کا مجملاً ذکر کیا گیا ہے  
اور تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد، عبادات بدنی و مالی کو اپنی پلیٹ میں لے لیا گیا ہے  
اور جس طرح کسی خاص چیز کا ذکر کر کے اس میں جزو سے گل مراد لیا جاتا ہے قرآن کریم  
میں ایسا کئی جگہ پر آتا ہے مثلاً رکوع و سجدہ سے جو ارکان نماز ہیں پوری نماز مراد لی  
گئی ہے مال اور اولادہ ذکر کر کے تمام نعمتیں و نیا مراد لی گئی ہے اسی طرح یہاں بھی نماز اور انفاق فی سبیل اللہ نماز و انفاق  
اتمام اسلام مراد لیا گیا ہے یہ مطلب نہیں کہ مذکورہ معنی میں دونوں اوصاف نماز اور انفاق کے ہی ہوتے بلکہ مراد یہ  
ہے کہ وہ تمام اسلام پر پورے طور پر عمل پیرا ہوتے ہیں یہی ان کی حیثیت اور تقویٰ کا مقتضا بھی ہے  
کہ وہ اپنے خالق مالک رب العالمین کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر وہ کام کریں  
جس کا ان کو حکم دیا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً (پ ۱۶)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ یعنی تمہارا ہر قول و فعل  
نقل و حرکت اسلامی آئین کے ماتحت اور اس کے اندر ہو۔ اسلام سے باہر نہ جاؤ جو لوگ



نماز، صدقہ خیرات ادا کر کے باقی احکام قرآنیہ والئہ اور اعمال رسولیہ سے خود کو بے نیاز سمجھتے ہیں اور اعلانیہ غیر اسلامی تہذیب، رسم و رواج اور غیر اسلامی آئین و قوانین کو اپنائے ہوئے ہیں وہ فریب خوردہ ہیں انہیں اس آیت پر غور کرنا چاہیے انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا ہر قول و فعل جو وہ اسلام کے خلاف اور اس کے ضوابط سے باہر ہو کر کرتے ہیں اس سے وہ اپنے خالق و مالک و احکم الحاکمین کو ناراض کر رہے ہیں ان کے یہ افعال و کثوت شیطانی و طاعتی ہیں۔ جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کریم میں بار بار منع فرماتے ہیں۔

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّهُ

شیطان کے نقش قدم نہ چلو۔ اسی پر دال ہے ادخلوا فی السلم کافۃ کے بعد خطوات الشیطن کا آنا۔ اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام پر پورے طور پر چلنے اور غیر اسلام سے بچنے کی توفیق دے اور بجائے۔ آمین۔

جزا:۔ جو تھا مسکے جزا کا ہے اُولَئِكَ عَلٰی صُدَّتِ مِنْ مَّابِئِهِمْ وَاُولَئِكَ هُمُ الْمَفْلُحُونَ ط پ یہاں میں مومن متقی کی راہ روشن جس پر وہ چل رہا ہے۔ خدائی سیدھا راستہ دھراط مستقیم قرار دیا گیا ہے اور مومن متقی لوگ ہدایت خداوندی پر متمکن و مقیم ہیں اور اُولَئِكَ هُمُ الْمَفْلُحُونَ میں ان کو بشارت دی گئی ہے اور یہی لوگ من مانی مرادیں پائیں گے۔ تمام مقصدوں میں فتح یاب ہوں گے اور ہر قسم کی کامیابیاں انہیں حاصل ہوں گی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پرہیزگاروں کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں ہر طرح سے خیر و خوبی اور فلاح و بہبودی موجود ہے اور وہ قطعی اور یقینی طور پر کامیاب ہونے والے ہیں۔

مذکورہ بالا مسائل پر اگر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تبلیغی رنگ میں جہاں بھی قرآن مجید میں اہل ایمان (مومنین) کا ذکر فرمایا ہے وہاں پہلے ایمان پھر عمل پھر ان کی جزا و بدلہ و انعام کا ذکر فرمایا ہے لیکن ان آیات میں جو طریقہ اختیار فرمایا گیا ہے۔ ملحوظ مضامین تو اگرچہ وہی ہیں مگر اسلوب بیان بلحاظ ترتیب

مضامین جدا ہیں۔ ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن متقی کی سب سے پہلی سنت ایمان بالغیب بیان فرمائی ہے اس کے بعد اس کے عملی اوصاف بیان فرما کر پھر تقیایا ایمان کے اوصاف کا ذکر فرمایا ہے پھر اس کے بعد جزا کا ذکر ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مومن کا سب سے پہلا فرض یا مومن ہونے کی سب سے بڑی اور اہم شرط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر ایمان لانا ہے۔

سب سے پہلے غیب جس پر ایمان لائے بغیر مومن ہی نہیں بن سکتے۔ ذات و صفات الہی کا علم ہے جو شخص آپ کو ان اخبار غیب میں سمجھا ہی نہ سمجھے اور آپ کے غیب دان ہونے پر ایمان و ایقان نہ رکھے وہ صدق دل و تصدیق بالقلب سے لالا الہ الا اللہ کس طرح کہہ سکتا ہے اور کیسے کہے گا؟ اور کیا آپ کے علم غیب عطا کردہ خدا کا انکار آپ کو رسالت در رسول ہونے کے انکار کو مستلزم نہیں؟ اور رسالت کی حقیقت ہی کیا یہ نہیں کہ رسول جو کچھ کہتا اور بولتا ہے اپنی طرف سے اپنے ذاتی علم و واقفیت سے نہیں کہتا کیونکہ خود تو وہ کچھ جانتا ہی نہیں۔ امی نبی ہے بلکہ جو کچھ وہ کہتا اور بولتا ہے غیب کے متعلق ہو یا شہادت کے اپنے خدا سے علم پا کر ہی کہتا ہے اسی کی تائید قرآن حکیم سے بھی ہوتی ہے فرمایا حق سبحانہ و تعالیٰ نے وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا دَخِیُّ یُوحٰی ۗ وَ تَنْزِیْلٌ ۗ ہمارا رسول اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں بولتا۔ مگر وہی جو اس پر وحی کیا جاتا ہے گویا آپ کے علم غیب کا انکار نہ صرف آپ کی رسالت در رسول ہونے کا ہی انکار نہیں بلکہ کسی ایک آیات قرآنی کا بھی انکار ہے۔

یاد رہے کہ جس علم غیب کی نفی اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ سے (قرآن کریم میں) فرمائی ہے یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قرآن مجید میں حکایت فرمائی ہے کہ اگر مجھے علم غیب ہوتا تو میں سب بھلائی اور خیر اپنے لئے جمع کر لیتا۔ یہ وہی علم غیب ہے جو ذاتی اور مستقل، لامتناہی اور بغیر کسی کے سکھائے اور بتائے حاصل ہونے کہ وہ جس کا ذکر اوپر کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ کوئی شخص ولی اللہ نہیں بن سکتا جب تک مومن و متقی نہ بنے کیونکہ اولیاء اللہ کی تعریف قرآن مجید میں یہی آئی ہے

الَّذِينَ آمَنُوا ذَكَرُوا آيَاتِنَا ۖ وَلِيَا اللّٰهِ هِيَ هِيَ مومن اور متقی ہوتے ہیں اور مومن کی پہلی اور ضروری اور اہم صفت (شرط ایمان) ایمان بالغیب بیان فرمائی گئی ہے جس کے معنی سوائے اس کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب پر اعتقاد اور ایمان ہو۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا بلکہ آیت مذکورۃ الصدر سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ بغیر اس اعتقاد و ایمان اور تقویٰ کے کوئی شخص کتاب و قرآن مجید کی ہدایت سے مستفیض نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس پر چل سکتا اور عمل کر سکتا ہے یُوْهِنُونَ بِالْغَيْبِ سے اشارۃً یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر بلا چون و چرا اعتقاد رکھنا۔ ایمان لانا اور عمل کرنا ہر مومن پر فرض قطعی ہے

### وجہ استدلال

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ اور آیات ماقبل سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے پیارا محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ شریف میں یہودیوں کو مخاطب کے خطبہ فرما رہا ہے کہ ہماری لائی ہوئی کتاب جو کہ سراپا ہدایت ہے اور اس کے کلام الہی ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں اس سے وہی انسان مستفیض ہو سکتا ہے اور ہدایت پاسکتا ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ کا سچا رسول محمد رسول اللہ شہادت دے۔ سمجھے اور سچا بھی ایسا کہ میری ہر بات خواہ وہ غیب کے متعلق ہو خواہ شہادت کے متعلق۔ اس کی عقل و فکر، ہوش و حواس اور ادراک میں آئے یا نہ آئے۔ بے چون و چرا ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف دل میں اس قدر پیدا کرے کہ احطام الہی را سلام کے خلاف جا ہی نہ سکے بلکہ کامل طور پر اس کے مطابق عمل کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت کی طرف



بلانے اور بیدھی راہ دصراط مستقیم پر چلانے کے لئے کسی مادی اور رہبر کی ضرورت ہے اور بغیر اس مادی کی صحبت و معیت کے نہ آدمی ایمان پر قائم رہ سکتا ہے اور نہ تقویٰ اختیار کر سکتا ہے۔ مشہور ضرب المثل ہے کہ خر بوزے کو دیکھ کر خر بوزہ رنگ پکڑتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات مقدسہ و عبادات و معاملات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ خدا سے ڈرنے والے تھے چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب کبھی آندھی بادل بجلی کی چمک دگرج وغیرہ کا موقع ہوتا تو آپ پریشانی و گھبراہٹ کے عالم میں کبھی اندر آتے کبھی باہر جاتے۔ ڈرتے کہ کہیں پہلی امتوں کی طرح ہم پر بھی عذاب نہ آجائے یہی وجہ تھی کہ آپ کی صحبت و معیت میں رہنے والوں کے دلوں میں بہت جلد اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف پیدا ہو جاتا تھا اور اس ایمان و تقویٰ کی بدولت آپ کی صحبت میں رہنے والوں کو وہ صفائی دل کی نصیب ہوتی تھی کہ احوال غیب آنکھوں سے نظر آنے لگتے تھے۔

بخاری شریف میں حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ آیا ہے کہ وہ سخت گھبراہٹ میں آ رہے تھے کہ راہ میں حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے حنظلہ منافق ہو گیا حنظلہ ہلاک ہو گیا انہوں نے پوچھا کیا بات ہے کہنے لگے کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور صحبت میں ہوتا ہوں تو آپ کے بیان کردہ احوال غیب پر اس قدر کامل ایمان ہو جاتا ہے کہ آنکھوں سے بہشت اور دوزخ وغیرہ نظر آنے لگتے ہیں لیکن جب وہاں سے اٹھ کر گھر میں آ کر بیوی بچوں میں مشغول ہوتا ہوں تو وہ حالت جاتی رہتی ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ بھی یہی حالت ہوتی ہے چلو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کریں وہ دونوں صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت حنظلہ نے وہی الفاظ دہرائے حنظلہ منافق ہو گیا۔ حنظلہ ہلاک ہو گیا، آپ نے فرمایا کیا بات ہے عرض کی کہ جب آپ



کی صحبت میں ہوتا ہوں تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ آپ کے بیان فرمانے کے ساتھ  
 ہی احوال غیب آنکھوں کے سامنے پھرتے اور نظر آنے لگتے ہیں اور جب گھر جا کر سوی  
 بچوں میں مشغول ہوتا ہوں تو یہ حالت نہیں رہتی۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اگر یہی  
 حالت و کیفیت جو تم کو میری صحبت یا ذکر اللہ میں حاصل ہوتی ہے آگے بھیجے بھی قائم رہتی  
 تو تم دنیا کے کام کے نہ رہتے گھروں کو چھوڑ کر جنگوں کی طرف بھاگ نکلتے اور فرشتے  
 تمہارے ساتھ مصافحہ کرتے۔ اذکذا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

### مرشد کیا ہے

خواہ نبی ہو یا ولی ہے فرق کیا	شیخ کیا ہے؟ یا دی راہ ہدا
ایا قرآن میں دلی مُرشدًا	انبیا کو ہی ولی مرشد کہا
آپ ہی حضرت تھے شیخ مقتدا	بہر اصحاب رسول حق نما
ہے حدیثوں میں کہ بعدی لانی	اب ولی مرشد نہیں ہوتا نبی
استوں میں اپنی جیسے انبیا	شیخ اپنی قوم میں ہے برلا
ظاہر و باطن میں محتار نبی	شیخ ہی کرتا ہے اب کار نبی
دیکھنا اس کا نبی کا دیکھنا	صورت و سیرت میں گویا مصطفیٰ
اور فنا فی اللہ کا اصل اصول	ہے فنا فی الیقین فنا فی الرسول
شیخ کہنا ہی اسے ہے ناروا	جو نبی کا ظل نہیں وہ شیخ کیا
طالبانِ حق کو ہے شردہ جانفزا	شیخ ہے گویا رسولِ حق نما
ہے وصولِ حق و گرنہ کالعدم	ہے فنا فی الیقین ہی پہلا قدم
شیخ کیا ہے منظر اسرارِ حق	شیخ کیا ہے منظر اخلاقِ حق
شیخ کیا ہے مرکز آفاقِ حق	شیخ کیا ہے مطلع الوارِ حق
عبدانِ دونوں میں پر موجود ہے	عبد عابد اور حق معبود ہے
ہو گیا باقی ہوئی حاصل بقا	عبد جب معبود میں فنا ہو

شیخ کیا ہے عبد کامل اے قتا  
 شیخ سے ملے ہے وہ حق کا نمائند  
 شیخ بن اس میں سے حق جلوہ نما  
 شیخ الفتن نہیں تو کچھ نہیں  
 شیخ ہی سب کچھ ہے ترے لئے  
 طحی حق سے کیا ہے جدا؟  
 بن ملے اس کے خدا ملتا نہیں  
 شیخ میں گم ہو کے تو پاتے خدا  
 اس کی الفت کرتی ہے حق کے قریل  
 سایہ حق حق نما ترے لئے

کہہ گیا طالب ہے یاد ب کیا سے کیا

بخش دیجو اس جو لکھا حق کے سوا

مشائخ کی خدمت میں جانا ضرور  
 جلس ان کار ہتا نہیں سے شقی  
 مزے صحبتوں کے اٹھانا ضرور  
 سعادت کا ہیں وہ خزاہ ضرور

مبعیت ولی کی ہے اکیس خاص  
 بنا دیتے ہیں دیو کو بھی ملک  
 مس قلب کو زر بنا یا کرو  
 انہیں سے دل اپنا لگیا کرو

خدا سے ملا چاہتے ہو اگر  
 خدا ان کا وہ اس کے میں نمائند  
 تو ان کا بجا حکم لانا ضرور  
 انہیں دل میں اپنے بسانا ضرور

انہیں دیکھنے سے خدا یاد ہو  
 رہوان کی صحبت میں شام و سحر  
 تصور سے اجڑا دل آباد ہو  
 دل غم زدہ بھی وہاں شاد ہو

خدا ان کا دھاف قرآن میں  
 جہان ان کے قدموں آباد ہے  
 کئی آیتیں ان کی ہیں شان میں  
 جگہ دو انہیں، قلب ویران میں

مقاصد تیرے سب سر انجام ہوں  
نگاہِ کرم سے وہ گر دیکھ لیں  
دریغ پر صبح اور شام ہوں  
تو طالب نہ کیوں ترے سب کام ہوں

پیر کامل ڈھونڈ کر چاہے کمال  
مجلسِ مرانِ حق کے ہو قرب  
جس کو حاصل ہو گیا عین الیقین  
جو کہ رکھتا دوست بے رویش کو  
موت سے پہلے ہوئے عارفِ فنا  
تم بنو گے گر جلسِ اولیاء  
عارفوں کو خوف و خطر ہو کیوں  
دوستِ حق سے جو رکھتا ہے پیار  
خدمتِ درویش کر با صد آداب  
جو کہ ہے بے پیر کی رکھتا ہے حال  
تا کہ حاصل ہو تجھے عین الیقین  
واصلِ حق ہو گیا وہ بلا یقین  
دیکھتا ہے دوستِ حق خویش کو  
لا یموتون ہے قولِ مصطفیٰ  
تو بلاؤں میں نہ ہو گے مبتلا  
ایا قرآن میں ولا ہم یجنون  
دونوں عالم میں وہی ہے نامدار  
تا کہ ہو تو دو جہاں میں کامیاب

جو کہ ہو راہِ خدا میں راہِ گبر  
دور منزل اور ہے راہ پر خطر  
راہِ حق میں راہِ سب درکار ہے  
پیر کی خدمت میں جاے مردکار  
صدقِ دل سے تمام بے لالہ پیر  
ہاتھِ اک کے ہاتھ میں دے شوق سے  
راہِ نزل ہیں اسکی راہ میں بی شمار  
راہِ سب کے ساتھ جائے تو اگر  
راہِ حق میں پیر ہی ہے راہِ ہنما  
جو کہ اس کی یاد میں ہر دم رہا  
چاہیے اس کو کہ ہو ہمراہ پیر  
کون جاتا ہے وہاں بے راہ پیر  
پیر ہی اس راہ کا واقف کار ہے  
تجھ کو دکھلائے گا وہی کوئے یار  
راہِ باطن کا ہے تو گر راہِ گبر  
اور اس کے حکم پر چل ذوق سے  
راہِ سب کے ساتھ چل اے با وقار  
پھر نہیں دیکھے گا کچھ رنج و ضرر  
کب کے بے پیر طے راہِ خدا  
مقصدِ اعلیٰ پر پہنچا یا گیا

اس کی خدمت سے کبھی غافل ہو  
صاف کہتا ہوں تجھے جاہل نہ ہوں۔  
کہ عمل اس پر جو ہے فرمان پر  
تاکہ امر حق سے ہو روشن ضمیر  
دل تیرا روشن ہو اس کے نور سے  
نور حق دیکھے گا اس پر نور سے  
پہنی ہستی کو تو کہ اس پر شمار  
جلوہ حق تجھ میں ہو تانا آشکار  
جو کہ ہے بے پیراے مرد جو مال  
پنجہ مشیطاں میں ہے وہ بیگمال  
پیر کا فرمان ہے فرمان حق  
ہو چکا ہے جب کہ وہ فرمان حق  
طالب حق نے کیا اچھا کہا!  
عشق حق میں جو مرا زندہ ہوا

### رسول شاہد صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ اَنَا اَمْرٌ سَلْنَا اَيْكُمُ رَسُوْلًا شَٰهِدًا اَعْلَيْكُمْ كَمَا اَمْرٌ سَلْنَا اِلَى  
فِرْعَوْنَ مَرَسُوْلًا هٗ يٰۤاٰخِ

ترجمہ: ہم نے تمہاری طرف ایک گواہی دینے والا پیغمبر بھیجا جیسا کہ فرعون  
کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔

اے اہل مکہ ہم نے تمہاری طرف ایک پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا گواہی دینے  
والا کہ تم پر گواہی دے گا روز قیامت تمہارے کفر اور تکذیب پر اور جو تم میں سے اہل  
اسلام ہوئے ان کے ایمان و اسلام پر یعنی ان کے کفر و شرک و گناہوں سے تائب ہونے  
پر جس طرح ایک پیغمبر موسیٰ علیہ السلام بھیجا فرعون کی طرف خاص موسیٰ علیہ السلام  
اور فرعون کا ذکر اس لئے کیا کہ ان کی خبر اہل مکہ میں پھیلی ہوئی تھی اس لئے کہ اہل مکہ یہود  
کے جب کہ وہ مدت دراز سے مدینہ شریف میں آباد ہو چکے تھے ہمساہتھے۔ حالانکہ رشد و  
ہدایت کے لئے انبیاء علیہم السلام ہمیشہ جب ضرورت آتے رہے تاکہ وہ حق تعالیٰ کی  
بارگاہ عدالت میں اپنے وقت کے لوگوں کے کفر و اسلام کی شہادت دیں اور ان کی  
گواہی ان کے اعمال پر حجت ہو۔



۲۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (پ ۳۷)

ترجمہ: اے نبی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ہم نے آپ کو اس شان کارسول بنا کر بھیجا کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ دُومنین کو بشارت دینے والے اور کفار کو ڈرانے والے ہیں۔

یعنی قیامت کے دن آپ اعمال امت پر گواہی دیں گے آپ کی گواہی دُومنین و کفار کے لئے حجت ہوگی جس کے مطابق وہ سزا یا جزا پائیں گے۔

۳۔ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (پ ۳۷)

اس وقت کیا حال ہو گا جب کہ ہم ہر امت سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو بھی ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر کریں گے یعنی ہر ایک امت سے اس کے نبی کو اس پر گواہ لائیں گے اور وہ اپنی امت کے ایمان، کفر، نفاق اور عام افعال پر گواہی دیں گے تاکہ ان پر حجت قائم ہو۔

۴۔ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ (پ ۳۷)

اور میں ان پر مطلع (گواہ) رہا جب تک ان میں رہا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن بارگاہ رب العزت میں اپنی امت پر شہادت دیں گے۔

۵۔ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ (پ ۳۷)

اور ہر شخص میدان قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے جن میں ایک اسے ہمراہ لائے گا اور ایک اس کے اعمال کا گواہ ہوگا۔

۶۔ وَأَنْتُمْ تُسَاءَلُونَ عَنِّي بِمَا أَنْتُمْ قَاعِلُونَ (حدیث)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری حج کے خطبہ میں فرمایا: ایک دن اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے میرے متعلق گواہی طلب کرے گا۔ تم اس وقت کیا کہو گے یعنی کیا جواب دو گے؟ اس وقت مجمع عام سے ہدائیں بلند ہوئیں۔

إِنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ وَادَيْتَ وَنَفَحْتَ : اے اللہ کے رسول! آپ نے تمام احکام

پہنچا دیئے اللہ کے رسول آپ نے فرض رسالت ادا کر دیا اے اللہ کے رسول آپ نے نصیحت  
 لی دکھڑے کھوٹے کو الگ کر دیا، اس وقت حضور عبد السلام کی انگلی شہادت آسمان کی طرف  
 اٹھی ایک دفعہ آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے تھے اور دوسری دفعہ جمع کی طرف اشارہ  
 فرماتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ **اللَّهُمَّ أَشْهَدُ اللَّهَ أَشْهَدُ اللَّهُمَّ أَشْهَدُ**  
 یعنی اے اللہ خلق خدا کی گواہی سن لے اے اللہ مخلوق خدا کا اعتراف سن لے۔ اے اللہ گواہ  
 ہو جا۔

### توبہ کی کھالی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا وَعَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَكْفُرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ  
 يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ  
 أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ  
 عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (پ ۲۸ ع ۲۰)

ترجمہ :- اے ایمان والو اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے یعنی  
 توبہ صادقہ جس کا اثر توبہ کرنے والے کے اعمال سے ظاہر ہو اور اس کی زندگی اطاعتوں،  
 عبادتوں سے معمور ہو جائے اور وہ گناہوں سے باز رہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
 فرمایا توبہ نصوح وہ ہے کہ توبہ کے بعد آدمی پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے جیسا کہ نکلا ہوا دودھ پھر  
 گھنٹن میں واپس نہیں ہوتا، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار دے  
 اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں ہیں جس دن اللہ سوانہ کرے گا نبی  
 اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو ان کا نور ان کے آگے دوڑتا ہو گا اور ان کے داہنے  
 دہسرا طہر اور جب مومن دیکھیں گے کہ ان منافقوں کا نور بجھ گیا ہے تو عرض کریں گے اے  
 رب ہمارے ہمارا نور پورا کر لے اور ہمیں جنت دے بے شک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے

۸۔ **وَتَوْبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (پ ۱۵ ع ۱)**

اور اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو۔ اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

## وجہ استدلال

اس آخری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاح دنیا و آخرت یعنی دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے توبہ کی ضرورت ہے بلکہ حکم دیا گیا ہے (یعنی امر جو کہ وجوب کو چاہتا ہے) توبہ استغفار سے گناہ بچتے جاتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الثَّابِتُ مِنَ الذَّنْبِ مَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ يَعْنِي كُنْهُنَّ  
 سے توبہ کرنے والا ایسا پاک اور بے عیب ہو جاتا ہے گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ تھا۔  
 قرآن مجید میں مولا تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا  
 كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ۝۵۷

اور جو کچھ تمہیں از قسم مصیبت پہنچتا ہے یہ تمہاری ہی ہاتھوں کی کمائی ہے۔ حالانکہ  
 اللہ تعالیٰ بہت بہت معاف فرماتے رہتے ہیں تو جو شخص سچا توبہ کرے گا اور آمزہ گناہ  
 کرنے سے بچتا رہے گا وہ ہر قسم کے مصائب تکالیف دکھ عذاب سے بچا رہے گا اور مال  
 اولاد اور وسعتِ رزق سے بھی سرفراز فرمایا جائے گا

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس  
 تشریف لے گئے تو آپ سے امیر معاویہ کے ایک ملازم نے کہا کہ میں مالدار ہوں مگر میرے  
 کوئی اولاد نہیں مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جس سے اللہ مجھے اولاد دے آپ نے فرمایا استغفار  
 پڑھا کرو۔ اس نے استغفار کی یہاں تک کثرت کی کہ روزانہ سات سو توبہ استغفار پڑھتے  
 لگا اس کی برکت سے اس کے ہاں دس بیٹے ہوئے یہ خبر امیر معاویہ کو ہوئی تو انہوں نے اس  
 سے فرمایا کہ تو نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے یہ کیوں نہ دریافت کیا کہ یہ عمل حضور نے  
 کہاں سے فرمایا دوسری مرتبہ جب اس شخص کو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نیاز حاصل  
 ہوا تو اس نے آپ سے دریافت فرمایا امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تو نے قرآن  
 پاک میں حضرت ہود علیہ السلام کا قول نہیں پڑھا جو انہوں نے فرمایا وَبَقَوْمٍ



لَقَدْ اسْتَفْغَرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تَوَبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَ  
يُنزِلُكُمْ فِي قُوَّةٍ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي كُنتُمْ تُرْجَوْنَ

اے میری قوم اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ تم پر زور کا  
پانی بھیجے گا اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے اور زیادہ دے گا (مال اور دلا)  
اور نوح علیہ السلام کے اس قول سے جو سورۃ نوح میں آیا ہے (سُبْحٰنَكَ يَا مَوْلايَ  
بَيْنَ يَدَيْكَ مَا كُنَّا لِنَدْرِكَهُ بِالْأَنْوَاعِ وَالْبَهَائِمِ وَمَا كُنَّا لِنُحِيطُ بِهِ بِأَنْعَامٍ  
وَأَنْبِيَءٍ نُرِيكَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ) ثابت کرتا ہے کہ توبہ استغفار سے  
نیوی فلاح بھی حاصل ہوتی ہے اور آخرت کی فلاح بھی

جیسا کہ آیت

نیرے میں مذکور ہوا۔ اول تو ایسا کوئی مسلمان نہیں ملے گا جسے آخرت کی فلاح و نجات  
درکار نہ ہو بلکہ اکثر لوگ ایسے ہیں جو اخروی فلاح سے زیادہ دنیوی فلاح کے خواہاں ہوتے  
ہیں اور بیان بالا سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ فلاح دارین کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کی  
بارگاہ میں سچے دل سے ایماندارانہ توبہ کرنی چاہیے اس کے بغیر فلاح دارین حاصل نہیں  
ہو سکتی۔ لہذا ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مومن و مسلمان سمجھتا ہے بارگاہ رب العزت  
میں توبہ استغفار کرنے پر مامور و مجبور ہے۔

اس مضمون کے شروع میں نمبر ۶ سے تا نمبر ۱۶ جو احادیث و آیات دی گئی ہیں  
ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو بندوں کے اعمال پر  
گواہ طلب کئے جائیں گے جو کفر و اسلام، نیکی و بدی پر ہماری شہادت دیں گے اور  
فیصلہ شہادتوں پر ہوگا۔



## توکل میں حکمت

وَقَالَ يَبْنَیَّ لَا تَدْخُلْهُ مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلْهُ مِنْ أَبْوَابٍ  
مُتَفَرِّقَةٍ ط وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ط إِنَّ الْحُكْمَ  
إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَوَعَلِيهِ قَلْبِي تَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ (پ ۲۷)

ترجمہ :- اور یعقوب علیہ السلام نے کہا اے میرے بیٹو! (مصر میں) ایک ہی  
دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ جدا جدا دروازوں سے اندر جانا تاکہ نظر بد سے محفوظ  
رہو اور میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا جو مقدر ہے وہ تدبیر سے ٹالا نہیں جاسکتا  
حکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اسکا پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر  
بھروسہ کرنا چاہیے وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمُ أَبُوهُمْ ط مَا كَانَ يُغْنِي  
عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا ط وَ  
إِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لَمَّا عَلَّمْنَاهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ط

ترجمہ :- اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے حکم دیا تھا وہ کچھ  
انہیں اللہ سے بچا نہ سکتا۔ ہاں یعقوبؑ کے جی کی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کر  
لی اور بے شک وہ صاحب علم ہے۔ ہمارے سکھائے سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

### وجہ استدلال

حضرت یعقوب علی نبیا وعلیہ السلام پہلے تو اپنے گیارہ بیٹوں سے ارشاد فرماتے ہیں  
کہ جب مصر شہر میں داخل ہونے لگو تو ایک دروازے سے اکٹھے داخل نہ ہونا بلکہ جدا جدا  
دروازوں سے اندر جانا یہاں مفسرین لکھتے ہیں کہ ایسا اس لئے فرمایا تاکہ وہ نظر بد سے  
محفوظ رہیں اور اس کے سوا اس کا کچھ اور مطلب ہو بھی کیا سکتا ہے کیونکہ بخاری و

مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ ”نظر حق ہے“ اور ساتھ ہی یعقوب علیہ السلام یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایسا کہنے سے یہی تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا کیونکہ جو مقدر ہے وہ تدبیر سے ٹالا نہیں جاسکتا کیونکہ حکم سب اللہ کا ہی ہے۔ میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں اور سب بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

اُپلی آیت میں اللہ تعالیٰ بھی اس کی تصدیق فرما رہے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو ایک دروازے سے داخل نہ ہونے کا اور جدا جدا دروازوں سے اندرون شہر جانے کا اپنے بیٹوں کا حکم فرمایا جس کی تعمیل انہوں نے کی وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی خواہش تھی جو پوری کر لی وہ اس کے ذریعہ کچھ انہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا۔ نہ تو یعقوب علیہ السلام نے باوجود اس علم کے کہ وہ ان کو اللہ سے بچا نہیں سکتے تدبیر سے ہاتھ اٹھایا اور نہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تدبیر کو غلط قرار دے کر اسے شرک قرار دیا بلکہ کیا تو یہ کہا کہ اس تدبیر کو ان کا علم قلبی (مشاہدہ و مکاشفہ) قرار دے کر فرمایا کہ بے شک وہ صاحب علم ہے اور یہ علم ہم نے ہی ان کو سکھایا ہے اور اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے گویا قیامت تک آنے والے مشرک گروہوں پر حجت قائم کر دی ہے کہ اسباب و علل اور وسائل کا قائل ہونا اور تکمیل امور کی نسبتیں مجازاً و وسائل اور اسباب کی طرف کرنا صحیح درست اور جائز سے شرک نہیں بلکہ یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ ان کا یہ علم (احتیاط پر عمل کرنا) بھی ہمارا ہی علم ہے کہ ہم نے ہی ان کو سکھایا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آفتوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لئے دفع کی تدبیریں اور مناسب احتیاطیں انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہیں اسی لئے مولانا روم فرماتے ہیں

گفت پیغمبر باواز بلند

باتوکل زانوئے اشتر بہ بند

مولانا فرماتے ہیں کہ اونٹ کا گھٹنا باندھ کر توکل کرو۔

ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور اپنے

اونٹ کو بغیر گھٹنا باندھے ہی بٹھا کر حاضر ہوا آپ نے دریافت فرمایا کہ اونٹ کا کیا کیا۔

عرض کیا کہ تو کلاً علی اللہ ایسے ہی بٹھا کر حاضر ہوا ہوں تو آپ نے فرمایا۔ جا پہلے اس کا گھٹنا باندھ اور پھر اللہ پر توکل کر۔ یعنی آپ نے ظاہر فرمایا کہ اسباب ظاہری کا اختیار کرنا خلاف توکل نہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ ظاہری اسباب کی رعایت کرے اور پھر توکل اللہ پر کرے کہ دنیا عالم اسباب ہے اور خود اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے ہاں سبب پر بھروسہ کر کے مسبب حقیقی کو نہ بھول جائے

### لابئی بعدی

جس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام امور سرانجام کرنے کے اسباب مہیا فرما رکھے ہیں اسی طرح امر رشد و ہدایت کے حصول تکمیل کے لئے بھی مرشد اور مادی بھیج رکھے ہیں قرآن کریم سے شہادت ملتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر یہ مرشد اور مادی، بنی رسول اور اولوالعزم رسل کے ماتحت امی نبی غیر تشریحی نبی کہلاتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے بعد آنے والے مرشدوں اور مادیوں کا نام نبی رکھنا یا ان کا نبی کہلانا باندھ فرمایا جیسا کہ بخاری شریف میں آتا ہے فرمایا۔ لابئی بعدی۔ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہ جو کسی غلط کار نے ”نہ نیا نہ پرانا“ کی دم ترجمہ میں لگا کر غلط ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے اور اپنے لئے حدیث میں آمدہ مسیح موعود بننے کی گنجائش نکالی ہے سراسر بیہودہ اور غلط کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی نے یا پرانے نبی کا تذکرہ نہیں کیا تھا جس کی نفی آپ نے لابئی سے فرمائی فقط آپ سے پہلے اولوالعزم انبیا و رسل (تشریحی) اور ان کے ماتحت امتی ظلی بروزی (غیر تشریحی) انبیا کا وجود قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے ان کے لئے ”لابئی“ میں حضور نے ان ہی کی نفی فرمائی ہے جس پر کتاب و سنت سے بے شمار دلائل و شہادتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ ہاں آپ نے ان آنے والے مرشدوں اور مادیوں کو اپنے خلیفے اور نائب کہا ہے جن کو عرف عام میں اولیائے عظام و صونبائے کرام کہا جاتا ہے اور قیامت تک کوئی وقت بھی ان کے مبارک وجود سے خالی نہیں



ہوگا۔ راہِ حقِ دصراطِ مستقیم پر چلنے والے ان ہی کی خدمتوں اور صحبتوں میں رہ کر مستفیض ہوتے رہیں گے اور جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے قیامت اس وقت آئے گی جب دنیا میں کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ وسیلہ اور ضرورت، شیخ کا انکار خدائے تعالیٰ کی انتہی بڑی قدرت کا لہ کا انکار ہے جس کے ذریعے سے ہی کارخانہ عالم چل رہا ہے چنانچہ حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

ابرو باد و مہ و خورشید ہمہ در کار اند  
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری  
ایں ہمہ بہر تو سرگشتہ و فسد مال بردار  
شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

بادل، ہوا، چاند اور سورج سب کے سب کام پر لگے ہیں تیری روٹی کا سبب بن رہے ہیں۔ تاکہ تجھے روٹی میسر ہو اور اسے غفلت سے نہ کھائے بلکہ جس ذات پاک قادر کریم نے اپنی اس پیدا کردہ کائنات کو تیری روٹی بہم پہنچانے کا سبب بنا رکھا ہے اس کی یاد اور ذکر سے دم بھر کے لئے بھی غافل نہ ہو کیونکہ یہ کارکنانِ قدرت تو تیری خاطر اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل اور فرمانبرداری کر کے تیری روزی کا سبب سامان مہیا کر رہے ہیں۔ اب تو اگر اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کرے اور غفلت میں پڑا رہے تو یہ شرط انصاف نہ ہوگی ناشکری اور کفرانِ نعمت ہوگی۔

### ترکِ غفلت و ذکرِ کثیر

جز یادِ حق ہر چہ کئی عمر ضائع است  
جز در سس عشق ہر چہ بخوانی بطلت است  
سعدی بشوئی لوحِ دل از نقشِ غیرِ حق  
علمی کہ رہ بحق نما ند جہالت است



حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یادِ خدا اور ذکر اللہ کے سوا جو کچھ تو کر رہا ہے عمر ضائع کرتا ہے اور درسِ عشق و حصولِ محبوب کے ذکر اذکار اور علم اسرارِ یار کے سوا جو کچھ تو پڑھتا ہے باطل اور جھوٹ اور غیرِ حقیقی ہے۔ اے سعدی اللہ اللہ کا بکثرت ذکر کر کے اس اسمِ اعظمِ مبارک و مقدس کے نقش سے اپنے لوحِ دل یعنی دل کی تختی کو منقش کر لے۔ حتیٰ کہ دل میں کوئی نقشِ غیرِ حقیقی نہ رہے اور اللہ کے نہ رہے اس لئے کہ وہ علم جو حقیقی کی طرف رہنمائی نہیں کرتا اور غیرِ حقیقی سے چھڑا کر محبوبِ حقیقی تک نہیں پہنچاتا جہالت ہی جہالت ہے بلکہ بدترین جہالت ہے۔

ذکرِ اللہ کا ذکر کثیر و بہت بہت (کارا زانِ پاک بزرگ و مقدس ہستیوں سے پوچھے جو اپنے اپنے زمانہ میں کائنات کے مصداق رہے ہیں اور *وَ اذْکُرْ اِسْمَ رَبِّکَ وَ تَبْتَئِلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا* (پا ۱۳) اور اپنے رب کا نام (اللہ) یاد کرتے رہو دے پیارے محبوب) اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو) کے مخاطب کے صحیح معنوں میں وارث ہیں۔ *لَا یَذُکُرُ دُنَ اللّٰهِ اِلَّا قَلِیْلًا* کے مصداق ان رموزِ ذکر کثیر سے کیسے واقف ہو سکتے ہیں۔ بتسل کے معنی ہیں انقطاعِ تعلقات۔ یہ بتسل کی صفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک دل ماسوا اللہ و تعلقات کی طرف سے نہ ہٹے اور دل ماسوا اللہ کی مشغولی سے باز نہیں آسکتا ادھر سے ہٹ نہیں سکتا جب تک اللہ کی محبت اشد دل میں پیدا نہ ہو۔ چونکہ دل کی محبت کا تعلق ایک سے زیادہ کے ساتھ اشد درجہ نہیں ہو سکتا اس لئے اس کی محبت نہ ہوگی۔ محبوب کی محبت کے غلبہ کے باعث محبوب کا غیر محب کی نظر سے دور ہو جاتا ہے۔ محبوب کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا جس سے ماسوا اللہ کی فراموشی پیدا ہوتی ہے۔ *اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ* (الحديث) آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ اس کی محبت و دوستی ہوگی۔

اس فرمانِ اقدس کی دوست سے محب اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا اور غیر محبوب سے دور بھاگے گا ذکر اللہ بکثرت کہ نادل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہونے کا باعث ہے جتنا ذکر اللہ بکثرت کیا جائے گا اتنی ہی اللہ کی محبت دل میں بڑھتی جائے گی حقیقت یہ ہے کہ ذکر

کرتے رہنے سے مذکور کا حضور ہونے لگتا ہے جوں جوں ذکر میں کثرت اور مداومت ہوگی حضور بھی دوام حاصل ہوتا جائے گا یعنی کثرت ذکر سے ذاکر کو مذکور کا حضور حاصل ہو جاتا ہے اسی اصطلاح کے معنی درہم نشینی با خدا خدا کے ساتھ بیٹھنا وصال خدا وغیرہ کے لئے گئے ہیں اور معیت مع اللہ کہا گیا ہے جوں جوں حسن ازلی لم یزلی کی تجلیاں قلب ذاکر پر بسبب ذکر کے زیادہ پڑتی جاتی ہیں ذاکر کے دل میں مذکور کی محبت بڑھتی جاتی ہے فاذا کسرت ذنوبی اذکسرت کسرتی۔ دل میں میری یاد کر دیرا ذکر کرو۔ میں تمہارا ذکر کروں گا۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے سامنے ہوتا ہوں دیکھ کر کثرت ذکر سے حصول حضور و دوام کی دلیل، اگر مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ویسے ہی یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت (فرشتوں) میں یاد کرتا ہوں۔ آیت کریمہ و حدیث شریف کی ملاحظت و تلاوت تو چکھے کیا محبت کا اظہار ہو رہا ہے۔ باہمی پیار کی باتیں اور محبت کے اشارے۔ سبحان اللہ! بندہ کا اللہ اللہ کرنا اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب اور پسند ہے کہ اس کے عوض میں آپ اس کا فرشتوں میں چرچا کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے جب میرا بندہ ایک بار مجھے پکارتا ہے تو میں اس کو شہ بار یا عبدی کہہ کر یاد کرتا ہوں بندہ کے دل میں ایسے مشفق و مہربان کی محبت کیوں بڑھے اور وہ ایسے مولا کا جاں نثار عاشق کیوں نہ بنے، جو اتنی محبت کے ساتھ ملائکہ میں اس کا چرچا کرے اور اس پر رحمت فرمائے۔ واقعی ذکر اللہ بہت بڑی نعمت ہے جس سے ذاکر محب ہی نہیں بلکہ آہستہ آہستہ مولا کا محبوب بن جاتا ہے اگرچہ اوامر کا بجالانا اور نواہی سے ہٹ جانا ذکر میں ہی داخل ہے لیکن بقول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وہ ذکر جو مذکور کی اسم صفت کے ساتھ واقع ہو وہ سریع الثبوت ہوتا ہے اور مذکور کی محبت زیادہ بخشنے والا اور مذکور تک جلدی پہنچانے والا ہوتا ہے

برخلاف اس ذکر کے جو اوامر کے بحالانے اور نواہی سے ہٹ جانے پر واقع ہے تکلیفات شرعیہ کا اصلی مقصود نفس کو مغلوب کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور عداوت پر قائم رہتا ہے۔

حدیث قدسی میں وارد ہے اپنے نفس کو دشمن جان کیونکہ وہ میری عداوت پر قائم ہے۔ چور چوری نہیں کر سکتا جب تک محاسب یا کو نوال اس کو سامنے موجود نظر آتا ہے۔ شاگرد ہرگز شرارت نہیں کر تا جب تک استاد اس کو سامنے موجود نظر آ رہا ہو اسی طرح نفس بھی مغلوب نہیں ہو سکتا اور شرارت سے باز نہیں آ سکتا جب تک اس کا خالق و مالک اس کو سامنے موجود نظر نہ آئے اور یہ دوام حضور صلی ذکر اسم ذات کی مداومت اور کثرت سے ہی میسر آتا ہے جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو وَاذْكُرْ سَمَّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِلًا کا صحیح مصداق بن جاتا ہے جب کہ ذکر کرتے کرتے مذکور میں استغراق حاصل کرنا اور فنا ہو جاتا ہے جس کی طرف مولانا رومؒ اس شعر میں اشارہ فرماتے ہیں

اللہ اللہ گفتہ اللہ میشود

ابن سخن حق است باللہ میشود

### ترجمہ طالب

اللہ اللہ کہتے اللہ ہو گیا

یعنی وہ باقی رہا تو کھو گیا

مولانا فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم یہ سچ بات ہے ایسا ہو ہی جاتا ہے ہاں تو بات یوں چل رہی تھی کہ کثرت ذکر اللہ سے حضور صلی بکثرت ہونے لگتا ہے اور ان بکثرت طاقتوں سے محبت بڑھتی جاتی ہے اور اللہ کی طرف اس جذب محبت کے سبب ماسوا اللہ تعلقا دوری ہوتی ہوتی انقطاع تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں جو کہ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں باحقوق المسلمین میں ذکر کی ہے آیا ہے کہ کیا میں تم کو وہ عمل نہ بتاؤں کہ جب اس کو کر دو تو باہم محبت کرنے لگو۔ لوگوں نے عرض کیا بہتر یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا آپس میں



سلام فاش کرو۔ یعنی بکثرت سلام کیا کرو اور اکثر ملتے جلتے رہا کرو تو اسپس میں محبت بڑھتی جائے گی الغرض جب تک باتل حاصل نہیں ہوتا کسی عبادت میں بھی حضور قلب میسر نہیں ہو سکتا اور جب تک عبادت میں حضور قلب نہ ہو جیسا کہ فرمایا لا صلوة الا بحضور القلب (الحمدیث) حضور قلب کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی عبادت جدیدے روح کی سی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام و مشائخ عظام مبتدیوں کے لئے بہ نسبت دیگر عبادات نافذہ کے ذکر قلبی پر زیادہ زور دیتے ہیں اور مبتدیوں کے لئے فرائض و سنن مؤکدہ کے بعد اسی ذکر کو ضروری سمجھتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندیؒ اسی کی تائید فرماتے ہیں چنانچہ دفتر سوم مکتوب نمبر ۸ میں جو حافظ عبد الغفور کی طرف صادر فرمایا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ اول اپنے عقائد کو علمائے اہل حق کے عقائد کے مطابق درست کرے پھر فقہ کے ضروری احکام کا علم حاصل کرے اور ان کے مطابق عمل کرے اس کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکر الہی میں مصروف رکھے بشرطیکہ ذکر کو شیخ کامل مکمل سے حاصل کیا ہو کیونکہ قبض سے کامل نہیں ہو سکتا اور اپنے اوقات کو ذکر کے ساتھ اس طرح آباد رکھے کہ فرضوں اور مؤکدہ سنتوں کے بغیر کسی چیز میں مشغول نہ ہو حتیٰ کہ قرآن مجید کی تلاوت اور عبادات نافذہ کو بھی متوقف رکھے اور وضو ہو یا نہ ہو ہر حال میں ذکر کرتا رہے اور کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے اسی کام میں مشغول رہے اور چلتے پھرتے اور کھانے پیتے اور سونے کے وقت ذکر سے خالی نہ رہے اور دوام ذکر میں اس قدر مشغول ہو کہ مذکور کے سوا رب کچھ اس کے سینے سے دور ہو جائے۔

ان حضرات کا خیال بلکہ یقین ہے کہ جتنی عبادات اسلام میں مقرر ہیں ان سب کا مقصود یاد الہی ہی ہے وہ یاد الہی جو حضور دوام حق پر منتج ہو یعنی جس کا نتیجہ حضور قلب، دوام ہو یہ دوام حضور ہی عام مسلمانوں کو گناہوں سے بچاتا اور ان کو پیکامومن اور متقی بناتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ عبادت ہی مقبول نہیں۔ یا وہ عبادت عبادت ہی نہیں جس سے یاد الہی کی صفت حاصل نہ ہو اس لئے نہایت ضروری ہے کہ اس مقصود کے حصول کے لئے صوفیائے کرام و مشائخ عظام کی صحبتوں سے استفادہ کیا جائے۔





اے طالب ہدایت و سائیک راہِ حق شیخِ وقت کا دامنِ تقام لے کہ وہ شیخ اپنے  
 زمانہ میں گویا نبی ہے کہ نبی علیہ السلام کا نور اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ سب سے پہلے خدا تعالیٰ  
 سے بلا واسطہ ہدایت پاک ہادی بننے والے حضرت ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام ایک جب ان  
 کو حکم ہوا۔ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَاءِهِمْ، ان قرآن۔ پت مع۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم فرشتوں  
 کو سب نام بتا دے یعنی فرشتوں کو اپنے حاصل کردہ علوم کہانی کی تعلیم کرو۔ اور آدم علیہ السلام  
 نے ان کو تعلیم فرمادی فَلَمَّا أَنْبَأَهُم بِأَسْمَاءِهِمْ. القرآن، جب آدم علیہ السلام نے ان کو سب  
 نام بتا دیئے تو فرشتوں کو حکم ہوا کہ اپنے پیر و مرشد یا استاد آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔  
 تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا (وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا  
 إِلَّا ابْلِيسَ ه اب مع دا اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ  
 کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے)

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو عالم روحانی و جسمانی  
 کا مجموعہ بنایا اور ملائکہ کے لئے حصول کمالات کا وسیلہ کیا۔ تو انہیں حکم فرمایا کہ حضرت آدم  
 علیہ السلام کو سجدہ کریں کیونکہ ہمیں اپنے محسن کی شکرگزاری اور اپنے معلم و استاد پیر و مرشد کی  
 فضیلت اور تعظیم پائی جاتی ہے اس طرح یہ سلسلہ رشد و ہدایت ہمارے حضور۔ لامع النور  
 شافع یوم النشور امام الانبیاء والمرسلین۔ خاتم النبیین سیدنا و مولانا حبیب کبریا محمد مجتبیٰ  
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا چونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے منصب نبوت کو  
 آپ پر ختم فرمادیا۔ آپ کو آخری نبی قرار دیا اس لئے یہ رشد و ہدایت کا محکمہ اپنے خلفا  
 داویاے امت کو سپرد فرمادیا اور اس نعمت عظمیٰ کو اس طرح عام کر دیا۔ نبی اپنے وقت  
 میں ایک ہوتا تھا جو سرچشمہ ہدایت سمجھا جاتا تھا۔ اب آپ نے اپنے خلفاء کی تعداد بکثرت  
 فرماتے ہوئے ان ہدایت کے سرچشموں کے ذریعہ وہ فیض عام فرمادیا یہ فضیلت محض آپ کی  
 امت کو نصیب ہوئی جس امت نے آپ کے صدقے میں جبرامت کا شرف خطاب پایا۔  
 دتم رب امتوں سے بہتر امت ہو کہ ایک ہی وقت میں سینکڑوں ہادی اولیائے  
 کرام و صوفیائے عظام کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے فیضان الہی حاصل

کر کے مختلف اقطاع ملک میں مخلوق خدا کو مستفیض فرما رہے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک قائم رہے گا اب یہ ہمارا فرض ہے کہ عقیدت صحیحہ کے ساتھ ان کی خدمت میں جائیں اور منشاء الہی کو پورا کریں یعنی ان کی صحبت میں رہ کر معرفت الہی حاصل کریں۔

۲۴ فَمَلْنَا اضْرِبَ بَعْضَكَ الْحَجْرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (پ ۵۷)  
 جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو دانیوں نے ایسا ہی کیا، فوراً بارہ چشمے اُن میں سے بہ نکلے (عزرائل العرفان) یاد رہے کہ یہاں بارہ کا عدد حصر یا حد بندی کے لئے نہیں کہ اس سے زیادہ جاری نہیں ہو سکتے تھے بلکہ اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں بارہ ہی قبیلے تھے اس لئے ان کی اس تعداد کے لحاظ سے ان کے حسب ضرورت بارہ پر ہی اکتفا کیا گیا ورنہ معجزات میں بارہ یا بارہ سو میں کوئی فرق نہیں ہوتا آیت پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قادر مطلق کے حکم سے بارہ چشمے بہ نکلے اگر وہ زیادہ چاہتے تو ایسی ایک ضرب سے زیادہ بھی بہ نکلے۔

پانی ایک ظاہری و مادی نعمت الہی ہے جس کے حصول کے لئے طالب پانی (مانگنے والے) کو پتھر پر کڑی کی لاکھی د مادی ضرب سے ضرب لگانے کا حکم ہوا تو اس ضرب سے حسب بیان قرآن بارہ چشمے جاری ہو گئے اور قوم آسودہ ہو گئی۔

### وجہ استدلال

پتھروں یعنی پہاڑوں سے پانی نکلا ہی کرتا ہے چشمے بہا ہی کرتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وَإِنَّ مِنَ الْجِبَالِ لَمَاءً يُنْفَجِرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَاءً يَشْرَبُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ بِخَضِرٍ وَأَحْمَرَ وَبِهَاطِلٍ فِيهَا عَيْنٌ مُسْتَقِيمَةٌ ۚ (سج ۱۰) وہ ہیں جن سے ندیاں بہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو بھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے لیکن مذکورہ بالا آیت کہ یہ میں الحجر سے ایک خاص پتھر مراد ہے جو بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سر کی مثل مربع تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے توبرہ میں ڈالے لے پھرتے تھے بغل میں دبائے حسب ضرورت کام میں لاتے تھے یہ آپ کا معجزہ تھا جو حق تعالیٰ نے پتھر پر



لاٹھی مار کر بارہ چٹھے جاری فرما کر ظاہر فرمادیا کیونکہ یہ مادی دنیا کا معجزانہ مادی مظاہرہ تھا۔  
بعض سخت دلوں کو پتھر سے مشابہت دی گئی ہے جیسا کہ فرمایا۔ **ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبَكُمْ**  
**مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَصِيَ كَآلِجَارَةِ پَٰءِ**

ترجمہ: پھر سخت ہو گئے تمہارے دل اس کے بعد کہ گویا وہ سختی میں پتھر ہیں۔  
جو قادر مطلق خالق کائنات (خدا) پتھر پر لکڑی کی ضرب لگانے سے بغیر پتھر کے

ٹوٹنے کے بارہ چٹھے طالب آب (پانی) کے ہاتھ سے جاری فرما سکتا ہے کیا وہ ہی قادر مطلق  
دل پر ذکر اللہ کی ضرب طالب عرفان الہی سے لگوا کر اس سے کہیں زیادہ فیض کے دریا  
نہیں بہا سکتا؟ یقیناً بہا سکتا ہے اس فیضان الہی سے کون بے خبر ہے جو آنحضرت صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک دمعدن عرفان الہی سے ایک عالم کو پہنچا اور قیامت  
تک پہنچتا رہے گا وہ فیضان الہی قلب پاک پر اسی ذکر اللہ کرنے یا ذکر اللہ کی ضرب دل

پر ماننے کا ذکر آیت کریمہ **الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا**  
**بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ** پآءِ تع دوہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی

یاد (ذکر) سے چین پاتے ہیں۔ سن لو۔ اللہ کی یاد یعنی ذکر ہی میں دلوں کا چین ہے  
میں اشارہ موجود ہے عوام کی سمجھ میں یہ راز آنا ذرا مشکل ہے خصوصاً جب بے خبری

کے ساتھ حسن عقیدت بھی منظور ہے۔ اہل ذکر حضرات تجربہ جانتے ہیں کہ ذکر لسانی  
سے ذکر قلبی بہتر نتیجہ خیز ہے ذکر لسانی سے مراد زبان سے ذکر کرنا ہے ذکر آہستہ آواز

سے ہو جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے **وَادْوَانَ الْجَهَنَّمَ مِنَ الْقَوْلِ پَءِ** کلمہ داوریے آواز  
نکلنے زبان سے) نہ بلند آواز سے اور ذکر قلبی سے مراد دل کی طرف دھیان رکھ کر دل

میں یعنی جی میں خیال سے ذکر کرنا ہے یعنی دل میں عظمت و جلال الہی کا موجود پانا  
جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے **وَأَذْكُرْ مَا بَكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً پَءِ**

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کر و زاری اور ڈر سے “  
ذکر اللہ کی دل پر ضرب مارنے سے مراد یہ ہے کہ ذکر اللہ دل کی طرف نگاہ رکھ  
کر کیا جائے۔ بلند آواز سے یعنی لسانی ہو جیسے ذکر جہر ذکر کیا جاتا ہے یا آہستہ دل میں



ہو جیسے ذکر خفی قلبی ذکر، کیا جاتا ہے۔ ذکر جہر عام طور پر مبتدلیوں کا ذکر ہے جیسا کہ چھوٹے بچوں کو اپنا سبق زور زور سے دہرانے کو کہا جاتا ہے تاکہ جلدی یاد ہو جائے جب ذکر اللہ جہر سے کرتے کرتے دل کا لٹک ہو جاتا ہے تو پھر عموماً ذکر جہر کی ضرورت نہیں رہتی پھر ذکر خفی ذکر قلبی، پرہیز نگاہ رہتی ہے جس کو حضرات خواجگان نقشبندیہ کثر اسم اللہ تعالیٰ، نگہداشت، کی اصطلاح سے تعبیر فرماتے ہیں اور جب اس سے آگے اور ترقی ہوتی ہے حضور دوام حاصل ہوتا ہے تو اسے وہ حضرات "یادداشت" سے تعبیر فرماتے ہیں اس مقام پر غفلت سے قطعاً نجات حاصل ہو جاتی ہے اور ہر عبادت میں خلوص اور حضور قلب میسر ہو جاتا ہے اور اس طرح ہر عبادت شرف قبولیت حق پالیتی ہے نفس مطمئنہ ہو کر مستحق جنت ہو جاتا ہے یہی وہ طریقہ ذکر اسم رب ذکر اللہ جو اولیائے عظام و صوفیائے کرام نے نسل بعد نسل بذریعہ مشائخ کرام و مرشدان عظام و اذکیر اسم ربک فی نفسک کے مقدس و برگزیدہ مخاطب حبیب کبریا امام الانبیاء سرتاج الاولیاء والاصفیاء حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی و باطنی طور پر حاصل کیا ہے چنانچہ اپنے وقت کے امام و مجدد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب قول الجلیل میں جو عربی میں لکھی ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی شفاء العلیل کے نام سے ملتا ہے چار بزرگ ترین سلاسل صوفیائے کرام و نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ کی اسناد بطریق محدثین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتی ہیں۔ یہی لوگ وہ نواب و خلفائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کی طرف رشد و ہدایت کے لئے آپ نے اپنی امت کو متوجہ فرمایا ہے (بخاری) کیا مشابہت یا مناسبت ہے ضرب بعصاک الحجر اور ضرب ذکر اسم ربک و علی القلب کے درمیان یہ تو جاننے والے یا اس کے کرنے والے ہی جانتے ہیں۔ لیکن اتنا تو صاف ظاہر ہے کہ پتھر سے چشموں کو جاری عصلے موسیٰ علیہ السلام، بدست موسیٰ علیہ السلام ہی باذن اللہ کر سکتا تھا اور وہ فیض اگرچہ ماری تھا تاہم آپ کی دحضرت موسیٰ علیہ السلام، زندگی تک محدود تھا اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے جو رشد و ہدایت اور معرفت الہی کا بحر ذخار بذریعہ ذکر اسم رب اقدس سے باذن اللہ تعالیٰ پیدا و جاری فرمایا قیامت تک لوگ اس سے سیراب و فیضیاب ہوتے رہیں گے اور اہل اللہ (مشائخ عظام) سے ہر زمانہ میں اس کے چشمے بہتے رہیں گے اور طالبانِ مولا کی پیاس بجھاتے رہیں گے۔

۴۵. فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِثُ سَوْأَةَ  
أَخِيهِ الْخ (پ ۸ ج ۹)

ترجمہ: تو اللہ نے ایک کو ابھیجا زمین کریدتا۔ تاکہ اسے دکھائے کیوں کر اپنے بھائی کی لاش چھپائے۔ بولا ہائے خرابی میں اس کو بھیا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپاتا۔ تو پچھتا تارہ گیا۔

مردی ہے کہ دو کوے آپس میں لڑے تو ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر زندہ کوے نے اپنی منقار (چوچ) اور پنجوں سے زمین کرید کر گڑھا کھودا اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا یہ دیکھ کر قابیل کو معلوم ہوا کہ مردے کی لاش کو دفن کرنا چاہیے چنانچہ اس نے زمین کھود کر دفن کر دیا (حضرات العرفان، جلالین و مدارک) اللہ تعالیٰ نے ایک کوے سے یہ کام لیا کہ اس نے ایک نئی زادہ (قابیل) کو جو مردہ کو دفن کرنے کے علم و فن سے ناواقف و بے خبر تھا اپنے علم و عمل سے اسے مردہ دفن کرنے کا فن سکھایا۔ وہ (اللہ تعالیٰ) چاہتا تو قابیل کو براہ راست ایسا کرنا سکھا دیتا جس طرح کوے کو سکھلا دیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہ کیا ایک کوے کو اس کا رہنما بنا یا جیسا کہ اس آیت کے لفظ لِيُرِيَهُ سے ظاہر ہوتا ہے اور سنت اللہ بھی اسی طرح جاری ہے کہ بعض کو بعض کا ہادی در راہ دکھانے والا اور بعض کو بعض کا مرضل یعنی گمراہ کرنے والا بنایا ہے حالانکہ خود اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا اور کرتا ہے لیکن اپنے بندوں کی تسہیل و آسان کرنے اور تفہیم و سمجھانے کے لئے اسباب و علل کو اختیار فرمایا ہے یعنی اپنی قدرت کا سبب و علل کے تحت چھپا دیا ہے اور اس طرح ثابت کر دکھایا ہے کہ اسناد مجازی کا مسئلہ کسی کام کے کرنے کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا صحیح

اور درست ہے اور شرک سے بالکل پاک صاف ہے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو ہی کوہوں کی شکل میں بھیجا ہو۔ اور کوہوں کی شکل و شباهت میں ہونے کے سبب سے ہی اللہ تعالیٰ نے لفظ غراب دگوا، آیت کریمہ میں استعمال فرمایا ہو تاکہ قبائل کو اپنی بے عقلی کم فہمی اور جہالت پر زیادہ سے زیادہ مداومت ہو کہ انسان اشرف المخلوقات ہو کر ایک کالے گھوٹے اور حقیر پرندے کی رہنمائی کا محتاج ہو ایسی عقلیں محال نہیں قرآن کریم میں اس کی نظیر موجود ہے **فَاِنَّ سَلْنَا لِيَكْمُنَّ دُخَانًا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا** پتہ ہم نے اپنا روحانی دجرا بیل (علیہ السلام) اس کی (مریم) کی طرف بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کی شکل میں ظاہر ہوا اس آیت شریف میں جہاں ہادی درہر و مرشد خواہ سید شیخ، مغل، پٹھان ہو خواہ لوہار، ترکھان، جولہ اور گریز ہو اگر کسی کامل مکمل شیخ کا صحبت یافتہ یا اجازت یافتہ و خلیفہ مجاز ہو اور صحیح معنوں میں متبع سنت ہو ظاہر شریعت سے اور باطن طریقت سے آراستہ و پیراستہ اور دل نور معرفت سے منور ہو تو اس کی صحبت و معیت کو اکیر اعظم اور نعمت غیر مرقیہ سمجھ کر اپنے تئیں اس کے حوالے کر دینا چاہیے کیا خوب فرمایا ہے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے۔

چوں تو یابی پیر را تسلیم شو

ہم چو موسیٰ ازید علم حضور

جب تمہیں ایسا کامل مکمل پیر مل گیا اور تم نے اختیار کر لیا تو اب کلی طور پر اس کے تابع فرمان ہو جاؤ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود ایک متم بالشان اور بڑے اولوالعزم پیغمبر ہو کر بھی حصول علم اسرار کے لئے حضرت خضر علیہ السلام جن کی نبوت بھی علماء میں مختلف فیہ ہے کے حکم و ہدایت کے ماتحت چلتے رہے یہ قصہ قرآن کریم و بخاری شریف میں مفصل مذکور ہے شائقین وہاں سے تسلی فرما سکتے ہیں۔

۲۶۔ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَبِّنَا بِالْحَقِّ بِرُوحِ

ترجمہ: اور ہم راہ نہ پاتے اگر ہمیں اللہ راہ نہ دکھاتا بے شک ہمارے رب کے

رسول حق لائے،



اور جو انہوں نے ہمیں دنیا میں ثواب کی خبریں دیں وہ سب ہم نے عیاں دیکھ لیں ان کی ہدایت ہمارے لئے کمال لطف و کرم تھا۔ مومنین جنت میں داخل ہوتے وقت کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں ان کی راہ دکھائی اور عمل کی توفیق دی جس کا یہ اجر و ثواب ہے اور ہم پر فضل و رحمت فرمائی اور اپنے کرم عذاب جہنم سے محفوظ رکھا۔

## وجہ استدلال

آیت کریمہ میں اس موقع کا ذکر فرمایا گیا ہے جب کہ مومنین اپنے آخری اور انتہائی مقام جنت کو پالیں گے اور بطور شکرہ کے پہلے اللہ تعالیٰ ہادی مطلق کی ہدایت کا ذکر کریں گے اور ساتھ ہی بعد میں اپنے رب کے بھیجے ہوئے ہادیوں کی ہدایت کا ذکر کریں گے کہ وہ اپنے رب کے پاس سے راہِ حق و صداقت و صراطِ مستقیم لے کر آئے اور پورے طور پر اس سے مستفیض فرمایا ان کی ہدایت ہمارے لئے کمال لطف و رحمت ثابت ہوئی آیت کریمہ پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو ہدایت کرنا چاہتا ہے تو رسولوں کو ہادی بنا کر بھیج دیتا ہے یہی ہادی یعنی رسول لوگوں کی ہدایت کا سبب اور ذریعہ ہوتے ہیں اور جب کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی سلسلہ رشد و ہدایت کی ضرورت قیامت تک رہے گی اسی لئے آخری نبی و آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی امت کے اولیائے کرام یعنی آپ کے خلیفوں اور نائبوں کی بھی ضرورت رہے گی تاکہ جو گمراہ ہیں وہ ان کی صحبت و معیت میں راہ ہدایت پلٹے رہیں۔

۲۷ - اتَّخَذُوا آجْرَهُمْ وَرُحْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا (پارہ ۱۱)

ترجمہ :- انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو دُعا و مشائخ کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا و حکم الہی چھوڑ کر ان کے حکم کے پابند ہوئے اور مسیح بن مریم کو کہ انہیں بھی خدا بنا لیا اور ان کی نسبت یہ اعتقاد باطل کیا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں یا خدا نے ان میں حلول کیا ہے اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک اللہ ہی کو پوجیں اسی کی عبادت و پرستش کریں۔



یہ آیت کریمہ صاف بتا رہی ہے کہ عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احکام الہی کے خلاف اپنا رب اور معبود بنا لیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے جو حکم ملا تھا وہ بھی تھا کہ ایک اللہ ہی کی پرستش و عبادت کریں انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی یہی نصاریٰ کی گمراہی ہے جس کا ذکر سورہ فاتحہ میں ولا الضالین میں کیا گیا ہے اگر وہ لوگ البتہ کہتے تو وہ الضالین (گمراہ) قرار دئے جاتے اور یہی وہ آیت کریمہ ہے جو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مشائخ کرام و پیران عظام کے خلاف استعمال کی جاتی ہے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ان سے متنفر کیا جاتا ہے بلکہ ان کا وجود ہی حطرناک بنا کر ان کے وجود سے ہی انکار کیا جاتا ہے ہذا ہم اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب کرے آمین (حالا تک یہی آیت کریمہ اگر اس پر ٹھنڈے دل سے تعصب چھوڑ کر غور و فکر کیا جائے ثابت کر رہی ہے کہ ائم سابقہ میں بھی ہادی رسول و نبی بن کر آتے رہے اور ان کے بعد امت کے علماء اور مشائخ بھی ہدایت کا کام کرتے رہے اور یہ سنت الہیہ ابتدائے آفرینش سے جاری ہے اور اسی خدائی سنت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء و مشائخ آپ کے بعد تاقیامت سلسلہ رشد و ہدایت کو تھامے رہیں گے یہاں ایک نقطہ یاد رکھنے کے قابل ہے تاکہ ہم بدظنی اور بدگمانی کا شکار ہو کر اپنے گناہوں میں اضافہ کے مرتکب نہ ہوں وہ یہ کہ ہمیں سورہ فاتحہ کے پڑھنے کا حکم نماز کی ہر رکعت میں (عبادت الہی) دیا گیا ہے جس کے آخر میں ولا الضالین آتا ہے اور ان الضالین سے مراد نصاریٰ و عیسائی ہیں جن کا ذکر آیت کریمہ بالا میں آیا ہے۔ اب خیالی فرمائیے جو مومنین روزانہ نماز میں بیسیوں دفعہ بارگاہ رب العزت سے یہ دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اللہ ہی انبیاء و اولیاء علیہم السلام و رحمۃ اللہ علیہم کی راہ و صراط مستقیم پر چلا بیویوں عیسائیوں اور مشرکوں کی راہ پر نہ چلا کہ وہ مغضوب علیہم اور الضالین ہیں اور یہ دعا بھی وہ ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی حسب منشا سکھائی ہے تاکہ وہ اس مقام اعلیٰ کو حاصل کر لیں یعنی ایک اللہ ہی کی عبادت کریں اور اس کے ہو کر رہیں پھر ایسے مومنین و متقین پر بدظنی کر کے یہ آیت نمبر ۲۱۸ چسپاں کرنا حق تو یہ ہے کہ مومن کا کام نہیں کیونکہ یہ الزام بہتان سراسر خلاف قرآن کریم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا  
 ترجمہ :- اسے ایمان والوں! بہت گمان سے بچو کیونکہ ہر گمان صحیح نہیں ہوتا، بیشک  
 کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب زد ٹھونڈو۔

مومن صالح کے ساتھ برا گمان ممنوع ہے اسی طرح اس کا کوئی کلام سن کر فاسدنی و خراب  
 مطلب مراد لینا باوجودیکہ اس کے دوسرے صحیح معنی موجود ہوں اور مسلمان کا حال ان کے  
 موافق ہو۔ یہ بھی گمان بد میں داخل ہے۔

مسئلہ :- گمان کی کئی قسمیں ہیں ان میں ایک ممنوع یعنی حرام ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے  
 ساتھ برا گمان کرنا اور مومن کے ساتھ برا گمان کرنا ہے (عرفان) مولا تعالیٰ ہمیں مومنوں  
 پر برا گمان کرنے سے بچائے۔ آمین۔

۲۸ - وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَبِهِدْيِهِ لِيُضِلَّ فَلَئِن تَجَدَّ لَهُمْ أَوْلِيَاءُ مِنْ دُونِهِ يُضِلُّوهُ  
 ترجمہ :- جسے اللہ راہ دے وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ان کے سوا کوئی ادیانہ

پاؤگے جو انہیں ہدایت کریں بیشک وہی ہدایت پاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

لیکن عوام الناس کو ہدایت دینے اور کرنے کا وہی طریقہ ہے جس کا ذکر اوپر آیت نمبر ۲۷  
 میں آچکا ہے یعنی انبیاء و رسل علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کو ہادی بنا کر بھیج دیتا ہے  
 جن کے ذریعے وہ ہدایت پاتے ہیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ہدایت دینا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے  
 ان کے لئے ہدایت کرنے والا دلی اللہ انہی پاؤگے مگر یہ کہہ خود چاہے اس آیت کریمہ سے بھی  
 یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو بھی گمراہی سے بچانے اور صراط  
 مستقیم پر چلانے کے لئے امت میں ہمیشہ علماء و متاخرین و مشائخ و بانی راویاء اللہ ہوتے رہیں  
 گے اور اللہ تعالیٰ کی سنت مستمرہ کے مطابق امت کو بھی ایسے پاک نفوس العلماء کا پیدا و متاخرین  
 کی ضرورت رہے گی۔

۲۹ - وَإِنَّهُ لَهْدَىٰ وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ (آیت ۲۹)

ترجمہ :- اور بے شک وہ ہدایت و رحمت ہے مسلمانوں کے لئے

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو ہدایت کا ذریعہ مسلمانوں کے لئے فرما رہے ہیں

اور قرآن کریم واقعی سرپا ہدایت اور رحمت ہے لیکن جب تک کوئی بشر انسان یا ہادی پڑھائے بتائے سمجھائے نہیں اور اس پر عمل کر کے دکھائے نہیں خود کوئی بشر بھی اس کتاب یعنی قرآن کریم سے مستفیض نہیں ہو سکتا ہدایت نہیں پاسکتا کیونکہ کتاب اپنے آپ بول نہیں سکتی یہی وجہ ہے کہ ہدایت کی کتابیں خاص خاص بندوں در سولانِ حق پر نازل ہوئی گو یا اللہ تعالیٰ کے ہدایت کرنے کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ خاص خاص بندوں کو برگزیدہ فرما کر ان کو اپنا رسول (لوگوں کا ہادی) قرار دیتا اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس نازل کردہ ہدایت نامہ کے مطابق لوگوں کو راہِ حق یعنی صراطِ مستقیم دکھاتے۔ اب یہ کون نہیں کہہ سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد شیطان اور اس کی ذریعات ہیں الْجِنَّةَ وَالنَّاسَ (جنوں اور انسانوں سے) بے کار میٹھ گئے ہیں کسی کو گمراہ نہیں کریں گے خود سوچئے کہ آج کل لوگ اسلام سے کتنے دور اور مذہب سے کتنے بے گانہ ہیں ایسا ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور ہوتا ہے گا اگر شیطان یعنی اپنا گمراہی کا کام کرتا رہے گا تو کیا رحمن نے اپنا ہدایت کا کام بند کر دیا ہے یا بند کر دے گا نہیں ہرگز نہیں گمراہ کرنے والے موجود رہیں گے۔ وہ ہدایت کرنے والے ہادی یہی ادیائے عظام و مشائخ عظام ہیں جو ہدایت نامہ قرآن پر عامل اور اسوہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اتباع رسول ہیں موجود ہیں گے کوئی صاحب علم و عقل ان کے پاک وجود اور ان کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا اس مضمون کی اور بھی کئی آیات قرآن کریم میں موجود ہیں ناظرین قرآن کریم میں دیکھ سکتے ہیں۔

۳۰۔ الرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (پ ۷ ع ۱۱)

ترجمہ: رحمن نے اپنے محبوب محمد رسول کو قرآن سکھایا۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول میں کہا گیا ہے کہ کفار مکہ کہتے تھے کہ اس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی بشر سکھاتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ رحمن اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس طرح قرآن سکھایا؟ اللہ تعالیٰ سورہ نجم میں فرماتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۗ هٰذَا عَدُوٌّ لِّلرَّسُوْلِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُنٰنِ (وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے مگر وہی جو ان پر وحی کی جاتی ہے۔)



معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو قرآن سکھایا۔ وحی کیا ہے اور کس طرح آتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے ہی سنئے تجریٰ البخاری اور دیاب اول میں دوسری حدیث اس طرح پر آئی ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عمارت بن ہشام نے حضور سے دریافت کیا یا رسول اللہ! حضور کے پاس وحی کس طرح آتی ہے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی گونج کی طرح آتی ہے اور یہ بہت زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے کچھ دیر کے بعد یہ تکلیف دور ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا فرمان مجھے یاد ہو جاتا ہے کبھی فرشتہ بر شکل آدمی آتا ہے مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور مجھے اس کا کلام یاد ہو جاتا ہے اس سے آگے حدیث نمبر ۲ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضور پر وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوتی ہے خواب آپ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح جو بھول پورا ہو تا اس کے بعد حضور خلوت پسند ہو گئے غار حرا میں یک سوئی اور تنہائی اختیار کی۔ سخت میں مشغول ہو گئے یعنی جذبات متواتر عبادت میں مشغول ہو گئے اور اس دوران میں مکان پر نہ جاتے مدت سخت کا ترشہ دکھانا، ہمراہ لے جاتے جب ترشہ ختم ہو جاتا تو پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لاکر دوبارہ اتنے ہی دنوں کا کھانا لے جاتے تھے یہاں تک کہ آپ غار حرا ہی میں مقیم تھے کہ وحی نازل ہوئی۔ فرشتے نے آکر کہا پڑھیے۔ آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتے نے یہ سن کر مجھے دبوچا جس سے مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ پھر چھوڑ کر کہا پڑھیے! میں نے کہا میں خواندہ نہیں ہوں۔ اس نے دوبارہ پکڑ کر دبوچا اور مجھے بہت زیادہ تکلیف ہوئی میں نے کہہ دیا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس نے تیسری مرتبہ پکڑ کر دیا یا اور کہا اپنے اس پروردگار کے نام سے پڑھیے جو تمام عالم کا خالق ہے جس نے انسان کو بستہ خون سے پیدا کیا اور پڑھیے اور آب کا پروردگار ایسا بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی۔ اس کے بعد حضور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے آپ کا دل دھڑک رہا تھا۔ فوراً آپ نے فرمایا بھیرا اور اڑھاؤ! مجھے چادر اڑھاؤ! لوگوں نے آپ کو چادر اڑھائی جب آپ کی گھبراہٹ جاتی رہی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: خدا کی قسم اللہ تعالیٰ

آپ کو سوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں لوگوں کے لئے تکلیف اٹھاتے ہیں غلصوں اور ناداروں کو کھلانے پلاتے ہیں  
 مہمان کی ضیافت کرتے ہیں اور مصائب دور کرنے کے لئے لوگوں کی مدد کرتے ہیں اس کے بعد  
 خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اپنے چچا زاد بھائی و رقبہ بن نزل کے پاس لے گئیں ورنہ زمانہ  
 جاہلیت میں عیسائے ہو گئے تھے۔ بوڑھے آدمی تھے اور نابینا ہو گئے تھے حضرت خدیجہ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہا نے جا کر کہا اے ابن عم اپنے بھتیجے کی بات تو سنو۔ ورقہ نے آپ سے دریافت کیا  
 بھتیجے کیا بات ہے۔ آپ نے جو کچھ دیکھا تھا بیان فرما دیا۔ ورقہ بولے یہی وہ ناموس یعنی  
 جبریل فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ کاشش! میں ان ایام نبوت میں جان  
 ہوتا۔ کاشش! اس زمانہ میں زندہ ہوتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔ حضور نے فرمایا  
 کیا وہ مجھے نکالیں گے؟ ورقہ نے عرض کیا جی ہاں اب تک جو لوگ تمہاری طرح دین کی  
 کتاب لے کر نئے سب کے ساتھ دشمنی کی گئی۔ اگر میں آپ کے زمانہ نبوت میں موجود ہوتا تو آپ کی  
 انتہائی مدد کروں گا۔ الخ۔

بخاری شریف کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف بذریعہ فرشتہ جبرائیل  
 علیہ السلام سکھایا۔ براہ راست آپ کے قلب مبارک میں نہیں ڈالا گیا جیسا کہ آیت کریمہ سے معلوم  
 ہوتا ہے کہ رحمن نے اپنے جلیب کو قرآن سکھایا یہاں کسی ذریعہ ذکر نہیں فرمایا گیا۔ غالباً  
 آج تک دنیا میں کسی نے بھی انکار نہ کیا ہو گا کہ قرآن کریم ۲۳ سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کر  
 کے حسب ضرورت و موقعہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس لاتے رہے۔ امر واقعہ تو یہ  
 ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات مبارکہ حضور کی طرف لاتے رہے  
 اور سکھاتے رہے لیکن قرآن کریم سکھانے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے خود اپنی طرف فرما رہا ہے اب  
 حقیقت کیا ہے اور مجاز کیا یعنی قرآن کریم حضور کو سکھانے کی نسبت حقیقی کس کی طرف ہے  
 اور مجازی کس کی طرف؟ فیصلہ تو اہل علم حضرات یعنی راہنما فی العلم ہے اور پکے عالم ہی  
 کریں گے لیکن اتنا تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وسیلہ کی حاجت نہ رکھنے یعنی وسیلہ سے بی نیاز  
 ہونے کے باوجود وسیلہ اختیار فرمایا قرآن کریم سکھانے کے لئے فرشتہ جبرائیل علیہ السلام  
 بشکل آدمی بھیج کر آپ کو قرآن سکھایا جیسا کہ حدیث بخاری مذکورہ بالا میں آچکا ہے تاکہ

ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت جلالیہ یہی ہے کہ باوجود خود ہادی مطلق ہونے کے بندوں کی ہدایت کے لئے بندوں کو ہی مقرر فرمایا کرتا ہے نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی شان میں **كَوْلَاكَ سَمَاكِي** مختلف حدیثیں آئی ہیں اور آپ اہلسنت والجماعت کے نزدیک رب مخلوق سے اول اور سب سے افضل امام الانبیاء و سید الاولیاء خاتم نبوت اور سرچشمہ ولایت میں کو بھی راہ ہدایت پلنے کے لئے ایک آدمی ہادی و فرشتہ بشکل آدمی اسے واسطہ پڑ جس نے آپ کے ناخواندہ ہونے کے اعتراف پر تین بار کے بعد دیگرے آپ کو سینے سے لگا کر دبا یا۔ **يا ابا الفاظ** دیگر تین بار معانقہ فرما کر توجہ اتھا دی اتفاقاً فرمائی جس کے سبب قرآن و مخزن علم و سرخان کا پڑھنا اور سیکھنا آسان ہو گیا اور وہ ہدایت آپ کو حاصل ہوئی جس کا ذکر سورہ **وَالْفَخْرِي** کی آیت **وَدَجَّكَ فَاذْهَبْ** میں فرمایا گیا ہے کہ آپ راہ حق کی تلاش میں بے قرار تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ راہ حق یعنی صراط مستقیم انبیاء و اولیاء کی راہ دھادی۔ معانقہ کے ذریعے توجہ دینے کا یہ طریقہ آج تک مشائخ عظام و اولیائے کرام میں متواتر چلا آتا ہے۔ اس بیان سے یہ بات بھی اظہر من الشمس ہوئی کہ جب تک انسان دنیا میں آباد رہے گا ان کو گمراہی سے بچانے اور ہدایت پر لانے کے لئے کسی زکسی ہادی کی ہمیشہ ضرورت رہے گی وہ ہادی ختم نبوت کے بعد صاحب ولایت دلی اللہ ہی ہو سکتا ہے اور ہمیں ہمیشہ ہدایت پانے اور صراط مستقیم پر چلنے کے لئے ایسے بزرگان دین کے قدموں سے رگڑنا ہی پڑے گا۔

### تقدس اولیاء اللہ پر دلائل

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ باب ضرورت شیخ کے خاتمہ پر بطور تہمہ مضمون کے چند آیات شریفہ قرآن کریم سے نقل کی جائیں تاکہ جو لوگ بزرگان دین خصوصاً اولیائے عظام دہو بیائے کرام پر استہزا اور ان پر طرح طرح کے آوازے کتے رہتے ہیں اور ان کے ذکر اذکار و وظائف پر حرف رکھتے ہیں انہیں تنبیہ ہو وہ بصیرت سے کام لیں اور اس عظیم نعمت الہی کی ناشکری اور ان معظمت شعائر اللہ و مقدس و بزرگ ہستیوں کی بے ادبی اور گستاخی کرنے سے باز آئیں آمین



۱۔ وَاذْ قَالِ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ لِقَوْمٍ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلْ فِیْكُمْ  
اَنْبِیَاءَ (پ ۸ ع)

ترجمہ :- اور یاد کرو وہ وقت جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے قوم  
شکر کے ساتھ یاد کرو اس اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو انبیاء علیہم السلام بھیج کر تم پر کی ۔  
اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور حضرت  
موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بطور شکر اس کے ذکر کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہ برکات و انعامات  
کا سبب ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگان دین (ادویائے کرام) بھی رشد و ہدایت کا سبب  
اور ذریعہ ہونے کے باعث اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں ۔

۲۔ یَقَوْمِ ادْحُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ (پ ۸ ع)

ترجمہ :- اے قوم ارض مقدس (پاک سرزمین) میں داخل ہو جاؤ ۔  
اس زمین کو مقدس اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ انبیاء کا مسکن تھی اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء  
اور بزرگان دین کی سکونت سے زمینوں کو بھی شرف حاصل ہوتا ہے جیسا کہ مشہور ہے شرف  
المکان بالملکین و شرف مکان اس میں رہنے والے کے سبب سے ہوتا ہے اور دوسرے  
کے لئے وہ باعث برکت ہوتا ہے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کوہ لبنان پر چڑھے  
تو آپ سے کہا گیا دیکھیے جہاں تک آپ کی نظر پہنچے وہ ارض مقدس ہے اور آپ کی ذات  
کی میراث ہے ۔ سبحان اللہ! اہل اللہ کی نظر زمین دحاک اور مٹی پر پڑے تو وہ بھی پاک  
اور مقدس ہو جاتی ہے اور اگر وہی نظر ارض قلوب یعنی دلوں پر پڑے تو؟

۳۔ یَحْسِرَةٌ عَلٰی الْعِبَادِ

ترجمہ :- رو کہا گیا، اے افسوس ان بندوں پر جب ان کے پاس کوئی رسول آیا ۔  
اس سے استہزا و تمسخر مضحکہ، ہی کرتے رہے ہیں کئی لوگ اس استہزا اور تمسخر  
کے سبب ہلاک ہو گئے ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مبلغین دین النبی انبیاء علیہم السلام اور  
ان کے نواب و خلفاء کے مخالف ہمیشہ خسارہ میں ہیں ۔

۴۔ وَمَا یَأْتِيهِمْ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا کَانُوْا بِہِ یَسْتَهْزِءُوْنَ (پ ۸ ع)

ترجمہ :- اور ان کے پاس جو نبی آیا اس کی ہنسی ہی بنایا کئے اور ہم نے ہلاک کر دیئے جو ان سے بھی پکڑ میں سخت تھے ۔

اس آیت سے وہی نتیجہ ثابت ہے کہ جو لوگ بزرگان دین کا مضحکہ اڑاتے اور ان کے خلاف زہر اگتے رہتے ہیں ۔ انہیں غضب الہی سے ڈرنا چاہیے ۔  
 وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَٱلْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ (پہلے ۶۷)

ترجمہ :- اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ اکثر لوگ ان پر گزرتے ہیں (ان کا مشاہدہ کرتے ہیں) اور ان سے اعراض کرتے ہیں (ان کی طرف ہٹا کر توجہ نہیں کرتے) ۔ استفادہ سے محروم رہتے ہیں (

خالق اور اس کی توحید و صفات پر دلالت کرنے والی نشانیوں سے جو آیت فی الارض یعنی زمین میں نشانیاں ہیں ان سے مراد انبیاء علیہم السلام (اور اہل اللہ و بزرگان دین) بجا طور پر لئے جاسکتے ہیں کہ یہی لوگ توحید و صفات الہی کے بتانے اور بیان کرنے والے ہیں تاکہ لوگ ان پر ایمان لائیں جیسا کہ اس آیت سے اوپر فرمایا ہے ۔ وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَكَوْهُرٍ صُرَّتْ بِمُؤْمِنِيْنَ هَٰٓءِٕنَآءِؕ اور اکثر آدمی تم کو کٹنا ہی چاہو ایمان نہیں لائیں گے اور اس سے آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے ۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اٰمْرِ الْقُرْاٰنِ ؕ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف جسی دشمن والوں میں جتنے رسول بھیجے سب آدمی ہی تھے (کوئی بھی فرشتہ نہ تھا) اور یہ لوگ جو بے فکر ہیں (تو کیا یہ لوگ ملک میں کہیں چلے پھرے نہیں کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیا برا انجام ہوا جو ان سے پہلے کافر ہو گزرے ہیں ۔ یعنی یہ لوگ آثار و مشاہدات سے معلوم کر لیتے کہ پہلے لوگ انبیاء کے جھٹلانے سے کس طرح ہلاک کئے گئے ۔

فَوَيْلٌ لِلنَّفْسِیَّةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِی ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (پہلے ۷۱)  
 ترجمہ :- تو خرابی ہے ان کی جن کے دل یادِ خدا کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں وہ کھلی

مگر ایسی ہیں۔

نفس جب خبیث ہوتا ہے تو قبول حتیٰ سے اس کو بہت دوری ہو جاتی ہے اور ذکر اللہ کے سننے سے اس کی سمجھتی اور کدورت بڑھتی ہے جیسا کہ آفتاب کی گرمی سے موسم نرم اور نمک سخت ہوتا ہے ایسے ہی ذکر اللہ سے مومنین کے قلوب نرم ہوتے ہیں اور کافروں کے دلوں کی سمجھتی اور بڑھ جاتی ہے اس آیت سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنا چاہیے جنہوں نے ذکر اللہ کو رد کیا اپنا شعار بنالیا ہے وہ سو فیوں کے ذکر کو بھی منع کرتے ہیں نمازوں کے بعد ذکر اللہ کرنے والوں کو بھی روکتے اور منع کرتے ہیں۔ (رضوان العرفان)

۷۔ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ - (پ ۲۸)

”اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ، نماز اور نیک کاموں وغیرہ سے روکنا شیطان

کا کام ہے۔  
۸۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ - (پ ۱۰۸)

ترجمہ: یہ ہدایت یافتہ مسلمان وہ ہیں جو ایمان لائے اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔

کیا جان ہے ان کا جو خود بھی ذکر اللہ سے محروم ہیں اور کرنے والوں کو بھی منع کریں۔

۹۔ وَلَا تَطْعَمَنْ أَعْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ وَاوَهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا - (پ ۱۴)

ترجمہ: اس کا کمانہ ماننے جس کے قلب کو ہم نے ناپایداری سے غافل رکھا ہے اور وہ

اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا یہ حال ہے کہ گزر گیا ہے۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں اور اللہ

کے ذکر قلبی سے ان کے دل ہمیشہ غافل رہتے ہیں اس معاملہ میں حد سے گزر گئے ہیں ان

کے اپنے دل بھی ذکر اللہ سے غافل ہیں اور وہ وہی کو بھی ذکر کرنے سے روکنے میں ایسے لوگ

خدا سے بہت دور ہیں اور زیر غتاب بھی آیت کریمہ ذکر قلبی پر صراحت سے دلالت

کر رہی ہے۔



وَهُمْ يَذْكُرِ الذَّحْنَ هُمْ كَفَرُونَ (پ ۳۵)

ترجمہ :- اور خود یہ کافر لوگ حضرت رحمن کے ذکر پر انکار کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ رحمن اللہ کے ذکر کا انکار کفر ہے اگے فرماتے ہیں بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ  
مُعْرِضُونَ ہ بلکہ وہ یعنی کافر لوگ اپنے رب کے ذکر سے روگردان ہیں گویا ذکر اللہ کا انکار اور اس  
سے منہ پھیرنا خود بھی نہ کرنا اور دوسروں کو بھی روکنا، کفار کا طریقہ ہے۔

۱۰ رَجَالَ لَا تُلْفِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ  
ترجمہ :- اللہ کے پاک بندے ایسے بھی ہیں جن کو اللہ کے ذکر (یاد) سے اور نماز پڑھنے  
سے زکوٰۃ دینے سے نہ خرید و غفلت میں ڈالتی ہے نہ فروخت۔ یعنی اللہ کے ذکر قلبی و لسانی  
سے اور اوقات نماز و مسجدوں کی حاضری اور انہیں وقت پر ادا کرنے سے نہیں روکتی۔ (غزائن)

۱۱- وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ يَا غَا

ترجمہ :- بے شک اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے۔

ترمذی کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں وہ  
عمل جو اعمال میں بہتر اور رب کے نزدیک پاکیزہ تر۔ نہایت بلند مرتبہ اور تمہارے لئے سونا چاندی  
دینے سے بہتر اور جہاد میں لڑنے اور مارے جانے سے بہتر ہے۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض  
کیا بے شک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ ترمذی ہی کی دوسری  
حدیث میں ہے کہ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے  
نزدیک کن بندوں کا درجہ افضل ہے۔ فرمایا بکثرت ذکر کرنے والوں کا۔ صحابہ نے عرض کیا اور  
خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا؟ فرمایا اگر وہ اپنی تلوار سے کفار و مشرکین کو یہاں تک مارے کہ  
تلوار ٹوٹ جائے اور دہ خون میں رنگ جائے جب بھی ذاکرین ہی کا درجہ اس سے بلند ہے خوائے  
العرفان، ذکر اللہ سے محض عام عبادات و اعمالی صالحہ مراد لینے والے ان احادیث پر غور فرمائیں

۱۲- فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى ۚ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُدِرْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا (پ ۶۵)

ترجمہ :- تو آپ اس سے منہ پھیر لیں جس نے ہمارے ذکر (یاد) سے منہ پھیر لیا اور

فقط دنیا کی زندگی کا ہی طلب ہوا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ذکر اور اس کی یاد ہے وہی منہ پھیر لیتے ہیں جن کا مقصود محض دنیوی زندگی ہو۔ طلب دنیا میں وہ اتنے منہمک ہو جاتے ہیں کہ خدا یاد ہی نہیں رہتا کہ اس کی نصیحت کا یا اس کے ذکر کا خیال آئے۔ ایسے لوگوں سے سروکار نہ رکھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم پورا ہے۔

۱۳۔ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۗ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۗ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۗ (پ ۲۷ ع ۳۷)

ترجمہ :- ان پر شیطان نے غلبہ پورا تسلط کر لیا ہے سو اس نے انہیں خدا کی یاد بھلا دی۔ لوگ شیطان کا گروہ ہیں سو بکن لو کہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل ہیں شیطان کا ان پر قبضہ ہے اور اسی کے گروہ میں شامل ہیں خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

۱۴۔ وَاذْكُرُوا لِلَّهِ كَثِيرًا مِّنْكُمْ تَفْلِحُونَ ۗ (پ ۲۸ ع ۱۲)

ترجمہ :- اور اس میں بھی یعنی روزی کی تلاش کرتے وقت اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم کو فلاح ہو۔

اس آیت میں فلاح کا انحصار ذکر اللہ کثیر پر رکھا گیا ہے اور کثیر کی تین سے اوپر کوئی حد نہیں ذکر اللہ بھی وہ جو چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے خرید و فروخت اور دنیا کے جملہ کاروبار میں مشغولی کے وقت کیا جائے اور بکثرت کیا جائے۔ کیا یہ وہی ذکر تو نہیں جو صوفیائے کرام کثر ہم اللہ تعالیٰ میں ذکر دائمی کے نام سے مشہور ہے اور جس کا ذکر اوپر آیت منبر میں آچکے ہے کہ اہل اللہ اللہ والوں کو خرید و فروخت ایسی خود فراموشی مشغولی اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔ وہ ایک لمحہ ایک دم کے لئے بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے کسی درگ نے اپنے شعر میں اسی ذکر کی طرف اشارہ فرمایا ہے :-

غافل نہ احتیاط نفس یک نفس مباحش  
شاید ہمیں نفس، نفس آخری بود

## ترجمہ بصورت رباعی

غفلت میں نہ گزار تو اب سانس ایک بھی  
 شاید یہی ہو سانس تیرا سانس آخری  
 طالب جو یاد حق میں گزارتا ہے ایک سانس  
 بہتر مزار سانس سے ہے سانس ایک ہی

اللہ تعالیٰ اس آیت میں مطالبہ فرما رہے ہیں کہ اللہ کا ذکر بہت بہت رہے شہاب  
 کرو اور فلاح کا انحصار اسی پر فرماتے ہیں صونیا کے کرام کے ذکر و اذکار پر چڑھنے والے ٹھنڈے  
 دل سے غور فرمائیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ  
 يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (پہ ۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اولاد اور اس سے مجموعہ دنیا ہے،  
 اللہ کی یاد اور اطاعت سے دمر اور اس سے مجموعہ دین ہے، غافل نہ کرنے پائیں  
 اور جو ایسا کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ انہایت ہی ہمدردانہ و مشفقانہ انداز سے اپنے بندوں کو  
 آگاہ فرما رہے ہیں کہ یہ دنیا اور اس کے مزے دمال اولاد اور جب شہوات و لذات وغیرہ بالکل  
 چند روزہ ہیں ان میں مشغول رہ کر خدا سے غافل نہ ہونا کہ فلاح سے محروم اور ناکام رہ جاؤ گے  
 اگر فلاح دارین اور پوری کامیابی چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے کبھی  
 غافل نہ ہونا۔ ہمیشہ اسی کے ذکر اور یاد میں لگے رہنا کہ اس کا بھونا خسران میں ہے۔

۱۶ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا (پہ ۱۱)

ترجمہ:۔ اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد یعنی ایمان و اطاعت سے دوگردانی  
 کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا ترجمہ مولوی اشرف علی  
 صاحب بھٹائی، اعراض ذکر رب سے سخت عذاب کی وعید سنائی جا رہی ہے۔

۱۷ وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْفُدُقِ



ترجمہ :- اپنے رب کی یاد کیا کر دینے دل میں عاجزی خوف کے ساتھ + روزہ زور کی آواز کی ذرا کم آواز کے ساتھ یعنی بے آواز نکلے زبان سے رکعت الایمان، صبح و شام یعنی علی الدوام، اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔

اس آیت شریفہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں جہلا کہیں ذکر اللہ یا ذکر رب سے غافل ہونے کا ذکر آیا ہے وہاں ذکر اللہ یا ذکر رب یا ذکر اسم رب سے مراد یہی ذکر قلبی ہے جس کو علی الدوام یعنی ہر وقت مسلسل اور متواتر کرنے کا حکم اس آیت پاک میں کیا جا رہا ہے تاکہ ارتفاع غفلت کا مل طور پر حاصل ہو اور حضور دوام حق میسر ہو یعنی اگر اللہ کا ذکر اور اس کی یاد علی الدوام نہ کی گئی تو تمہارا غافلوں میں شمار ہو گا چونکہ غفلت ہے ضد ذکر کی اور ذکر ضد ہے غفلت کی یعنی ارتفاع غفلت کا نام ذکر اور ارتفاع ذکر کا نام غفلت ہے اس لئے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذکر قلبی (اللہ - اللہ) ذکر ہے والا غافل ہے اور غافل حق سے دور اور حق فراموش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس غفلت سے بچائے آمین۔ اور جو یہ بعض مفسرین و مترجمین قرآن کریم۔ ذکر اللہ ذکر رب، ذکر حق یا ذکر اسم رب کے صحیح معنی لکھ کر خطوط و حدیثوں ایمان، اطاعت، اعمال صالحہ، مجموعہ دین وغیرہ کے الفاظ لکھ دیتے ہیں اور ایسا غالباً اس واسطے کرتے ہیں کہ ان کی آیات کے حیر میں سخت عذاب و مکمل تباہی و بربادی کی وعیدیں آتی ہیں۔ تو کیا ان کا گمان یہ ہے کہ ذکر اللہ اور یاد الہی سے غافل رہنا کوئی بڑا جرم نہیں ہے؟ اور خدا کو بھولنے والا کسی اتنے بڑے عذاب کا مستحق نہیں ہو سکتا؟ حقیقت یہ ہے کہ جب تک دل سے بکثرت ذکر اللہ کے یاد الہی کا دل میں حلقہ پید نہ ہو جائے یاد الہی زیادداشت، دل میں متمکن نہیں ہو سکتی اور نہ وہ حضور قلب و حضور دوام حق، ہی میسر آ سکتا ہے جو تمام عبادات کی روح اور جان ہے اور جس کے بغیر نماز روزہ کوئی عبادت شرف مقبولیت حاصل نہیں کر سکتی۔ حدیث شریف میں ہے لا صلوات الا بحضور القلب لا حضور قلب کے بغیر نماز کامل نہیں ہا یعنی ناقص ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ خدا کو بھولنا مومن کا کام نہیں۔ یہ فعل کفار ہے۔ گو مومنوں میں بھی بد قسمتی سے پایا جائے جیسے اور کئی اخلاق کفار و تہذیب افروزگ، مومنوں میں پائے جاتے ہیں مومن کی تعریف قرآن کریم

یہ ایک جگہ ان لفاظِ مقدسہ سے آئی ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدَّ حُبًّا لِلَّهِ پ کے اور مومنوں کو اللہ کی محبت نہایت شدید اور قوی ہوتی ہے اور اشد محبت الہی کا تقاضا ہے کہ مومن کا ایک سانس بھی بغیر یاد الہی کے نہ گزرے۔ دنیا میں ایسا کوئی محب کسی نے نہ دیکھا ہوگا جسے اس کا اپنا محبوب بھی یاد نہ رہے اور دم بدم اس کی یاد میں نہ لگا رہے اگر کسی نے ایسا دیکھا ہے تو وہ اپنے دعویٰ محبت میں سچا نہیں بلکہ جھوٹا، کذاب اور منافق ہوگا۔

حکایت :- ایک عورت نہایت حسینہ جھیلہ گلی میں سے گزر رہی تھی۔ کسی ادبائش کی نظر پڑ گئی۔ دل کھو بیٹھا اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا جب وہ عورت اپنے گھر میں داخل ہونے لگی تو اس کو اپنے پیچھے کسی کے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی۔ پلٹ کر دیکھا۔ تو بولی ارے تم کون ہو اور میرے پیچھے کیوں آ رہے ہو۔ وہ متاعِ دل کھو ہی چکا تھا۔ گھبراہٹ میں ادھر ادھر کی عاشقانہ باتیں اور ہائے وائے کرنے لگا۔ عورت دانا اور متین تھی۔ بولی تم پر افسوس کہ میرے پیچھے میری بہن آ رہی ہے وہ اتنی حسینہ اور جھیلہ ہے کہ اگر تو اس کو دیکھ لیتا تو میرے درپے نہ ہوتا یہ سن کر جو نہی اس بد معاش نے منہ موڑ کر پیچھے دیکھا تو عورت نے جرات کر کے ایک چپت اس کے منہ پر دسید کی اور بولی۔ رہا کسے

گفتت اے ابلہ اگر تو عاشقی  
در میانِ دعویٰ خود صادق  
پس چرا بر غیر افگندی نظر  
ایں بود دعویٰ عشق اے بے ہنر

کہا ارے بے وقوف احمق کہیں کے اگر تو عاشق ہے اور اپنے عشق و محبت کے دعویٰ میں سچا ہے تو پھر کس لئے تو نے اپنی محبوبہ (میری طرف) سے منہ موڑ کر کسی دوسرے کی طرف دیکھا۔ ارے ناکارے کیا دعویٰ عشق ایسا بھی ہوتا ہے۔

ایک عورت کی غیرت کا یہ تقاضا ہے کہ اسے اپنے چاہنے والا اور اس سے محبت کرنے والا اس کے غیر کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے ورنہ وہ دعویٰ محبت میں جھوٹا ہے تو وہ ذاتِ اقدسہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ، و عز شانہ جس کی غیرت ایک عورت کی غیرت سے

کئی ہزار گنا زیادہ ہے جس کا شجر وحدت و توحید لا الہ الا اللہ ہر مومن کے دل میں نور فشان ہے کس طرح گوارا کر سکتی ہے کہ اس کے چاہنے اور محبت کرنے والا دہوین، اس کے ذکر اور یاد سے غافل ہو جائے۔ پیارے کو بھول جائے اور اس کے بغیر کے ساتھ مشغول ہو جائے اور پھر وہ بھی مومن ہی رہے (دعویٰ بدار محبت کہلائے) اور ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ بَدَّلُوا اللَّهَ دِيَارًا اور اسے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔

آیت کریمہ میں خطاب مومنوں کو ہے۔ حکم ہوتا ہے جن لوگوں نے اللہ کو بھلا دیا ہے تم ان کی طرح مت ہو جاؤ تم بھی اللہ کو نہ بھول جانا۔ ورنہ انہیں میں سے ہو جاؤ گے تو معلوم ہوا مومنوں کے علاوہ کوئی دوسری جماعت ہے جو اللہ کو بھول چکی ہے اور مومنوں کو ویسا ہو جانے سے منع کیا جا رہا ہے وہ دوسری جماعت اللہ کو بھول جانے والی، اس وقت کافر ہی تھے چنانچہ اسی آیت میں آگے جا کر ان کو نَصَمُ الْفَاسِقُونَ دوسری فاسق ہیں، کہا گیا ہے۔ اور اہل علم خوب جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں فاسقوں، ظالموں وغیرہ کے الفاظ کفار کے حتیٰ میں بھی آئے ہیں ثنابت ہوا کہ اصلی کفر تو خدا کو بھول جانا اور اس سے منہ موٹنے کا نام ہی ہے۔

ہر آن کو غافل از دے یک زماں است  
در آں دم کافر است آنا نہاں است  
اگر آن غافل پیوست بودے  
در اسلام بودے بستہ بودے

جو شخص خدا سے ایک لمحہ بھیر بھی غافل ہے اسی دم وہ کافر ہے یعنی اس کا قدم کفر میں جا پڑا مگر ابھی یہ کفر پوشیدہ ہے فتویٰ کفر نہیں دیا جا سکتا اگر بہ غفلت اور بھول مسلسل اور متواتر ہو جائے تو اسلام کا دروازہ اس پر بند ہو جائے گا یعنی اعلانیہ کفر کا فتویٰ دیا جائے گا۔ لَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ هَذَا۔

۱۸۔ دَاذْكُرَا سَمَّ رَبِّكَ وَقَبَّلًا إِلَيْهِ تَبْتِلًا ۝

ترجمہ: رہا اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو۔



یہاں بھی ذکر اسم رب سے مراد ذکر قلبی ہے جب تک دل سے ذکر اللہ علی الدوام نہیں کیا جائے گا غیر حق سے دل خالی نہیں ہوگا تعلق بال غیر موجود رہے گا۔ تبسلی نصیب نہ ہوگا تمہیں علم رب نہ ہو سکے گی اگر اس دولت کو حاصل کرنا ہو تو سو فیہا کرام و پیران عظام کے ہی قدم لینے پڑیں گے

۲۰۔ وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُرُودًا وَاسْبِيحًا بِطَنًا

ترجمہ :- اپنے پروردگار کا صبح و شام نام لیا کیجئے۔

صبح سے مراد نماز فجر سے طلوع آفتاب و اشراق تک اور شام سے مراد عصر سے لے کر غروب آفتاب و مغرب تک کا وقت ہے چونکہ ان دونوں وقتوں میں نماز پڑھنا ہوتا ہے اس لئے ان دونوں وقتوں میں ذکر اسم رب کا حکم ہوا جو بروئے حدیث شریف ترمذی سب اعمال سے افضل ہے تاکہ بندے کا کوئی وقت ذکر و طاعت الخ سے خالی نہ رہے حضرت مولانا نواب قطب الدین دہلوی کی تفسیر جامع التفسیر میں زیر عنوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و عادات میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد فجر نماز کے اشراق تک نماز کے مکان میں ذکر اور فکر میں مشغول رہتے تھے اور نماز عصر پڑھنے کے بعد قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھتے اور ذکر فکر میں مغرب تک مشغول رہتے تھے جامع التفسیر ص ۱۹۱، ۱۹۲، حضرات خواجگان تفسیر نے بھی ان ہی اوقات میں مراقبہ کی تاکید فرمائی ہے۔

۱۸۔ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَمًا وَقُعودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ (پہ ع ۱۲)

ترجمہ :- پھر جب تم نماز پڑھو چکو تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر بیٹھے۔

یہاں بھی ذکر اللہ سے ذکر قلبی اور لسانی ہی مراد ہے یعنی ذکر اللہ کی ہر حالت میں مداومت کرو۔ اور کسی حال میں جس اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ رہو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر فرض کی ایک حد مقرر فرمائی سوائے ذکر کے اس کی کوئی حد نہ رکھی فرمایا ذکر کرو اللہ کا کھڑے بیٹھے کروٹوں پر بیٹھے رات میں

یو یادوں میں، خشکی میں یا تری میں، سفر میں اور حضر میں، غنا میں اور فقر میں، تندرستی اور بیماری میں پوشیدہ اور ظاہر (خزائن العرفان) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصریح بھی صوفیائے کرام کے ذکر دائمی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

۲۲ - وَ اذْكُرُوا سَمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (پ ۵ ع ۵)

ترجمہ :- اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو۔

اس آیت کریمہ میں ذکر اسم اللہ سے جس طرح اللہ کا نام لینا اور ذکر کرنا آیا ہے اسی طرح دوسرے مقامات پر بھی جہاں قرآن کریم میں ذکر اسم رب ذکر یا ذکر اللہ کے الفاظ پاک آئے ہیں وہاں عام طور پر دل سے یا زبان سے نام لینا اور ذکر کرنا ہی مراد ہے۔

۲۳ - وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تَفْلِحُوْنَ (پ ۵ ع ۲)

ترجمہ :- اور اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو۔

کیوں کہ ذکر سے قلب میں قوت ہوتی ہے یعنی جب تمہارا کسی جماعت سے جہاد میں مقابلہ ہو تو اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو ورنہ تمہارے دلوں کو اطمینان و قوت حاصل ہو اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو ہر حال میں لازم ہے کہ وہ اپنے قلب اور زبان کو ذکر الہی میں مشغول رکھے اور کسی سختی اور پریشانی میں بھی اس سے غافل نہ ہو۔ (خزائن العرفان)

۲۴ - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَ سَبِّحُوْهُ

بِكُرْبَةٍ وَ اَصِيْرًا (پ ۲ ع ۳)

ترجمہ :- اے ایمان والو! اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو اور صبح و شام

اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہو۔

الفرض قرآن کریم میں بکثرت ذکر اللہ کے ذکر کا ذکر کیا جاتا ہے اور صوفیائے

کرام نے اپنے ذکر و کار و وظائف کی اسناد قرآن کریم کی ان ہی آیات میں پائی ہیں۔

۲۵ - وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَ اذْكُرْتِ اللّٰهَ لَهْم مَغْفِرَةٌ

وَ اَجْرًا عَظِيْمًا (پ ۱ ع ۱)

ترجمہ :- اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی

عورتیں ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے  
 اس آیت کریمہ میں ذاکرین اللہ اور ذاکرات سے صرف بکثرت اللہ کا ذکر کرنے  
 والے بکثرت اللہ اللہ کرنے والے مرد اور عورتیں ہی مراد ہو سکتی ہیں جن سے بخشش  
 اور بڑے ثواب کا وعدہ دیا گیا ہے کیونکہ سب اہل مغفرت کے نام مناسب ان کے اعمال  
 کے آیت کے پہلے حصہ میں ذکر کر کے سب کے پیچھے ذاکرین و ذاکرات کا الگ ذکر فرمایا گیا ہے  
 مثلاً مسلمان مرد، مسلمان عورتیں، مومن مرد، مومن عورتیں۔ فرما بزرگوار مرد، فرما بزرگوار  
 عورتیں۔ سچے مرد سچی عورتیں۔ صبر والے، صبر والیاں، عاجزی کرنے والے عاجزی  
 کرنے والیاں۔ خیرات کرنے والے خیرات کرنے والیاں، روزے رکھنے والے روزے رکھنے  
 والیاں۔ اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور پارسائی نگاہ رکھنے والیاں۔ ان سب کے بعد  
 ذاکرین اللہ کا ذکر فرمایا ہے جس ہمارا مقصد دلالت نص سے ثابت ہے۔

والحمد للہ علی ذالک



باب دوم

اداب مُرید

مُرید پیرِ زمانہ ہو کر مُرید نہیں  
جو رنگ بید رکھتا نہیں فرہ نہیں

مُرید کہتے ہیں کس کو مرو کیاشی ہے  
جو راہِ حق تہنہ کشاں ہو محض لاشی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ -

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از لطف اب  
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در ہمہ آفت آق زد  
ادب تاجیت از فضل الہی بنہ بر سر برد ہر جا کہ خواہی

ترجمہ: —

مانگتے ہیں رب سے توفیق ادب بے ادب نہ پاسکا کچھ لطف اب  
بے ادب تنہا نہ خود ہی بد رہا آگ بلکہ دی جہاں بھر میں لگا  
ادب اک تاج ہے فضل خدا کا جہاں چاہے رکھے سر پر چلا جا

بینجانی ترجمہ: —

بے ادباں مقصود نہ حاصل تہیج درگاز و صوفی

تہی منزل مقصود نہ پہنچا باہج ادب دے کوئی

ان بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ علوم و فنون میں سے کوئی علم ہو یا فن اس کے  
سیکھنے اور حاصل کرنے کے لئے کچھ ہدایات و شرائط اور آداب ضرور ہوتے ہیں لیکن ان  
ہدایات یا آداب کا لحاظ کرنے کے کوئی سیکھنے والا کامل طور پر کامیاب نہیں ہو سکتا سیکھنے  
والے کو استاد معلم یا مرشد کہتے ہیں۔ سیکھنے والے کو شاگرد، طالب یا مرید۔ ہم چونکہ سلسلہ  
رشد و ہدایت کا ذکر کر رہے ہیں اس لئے ہمارا موضوع یہاں آداب مریدی سے سب سے  
پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صوفیوں کے ہر تاج اپنے زمانے کے غوث و قطب، امام ربانی،  
مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی قادری حشتی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ  
کا ایک مکتوب شریف تبرکاً درج کر دیا جائے جس میں آپ نے آداب مریدی پر بالتفصیل لکھا ہے

ترجمہ مکتوب نمبر ۲۹۲ جلد اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَدْبٰنَا بِالْاَدَابِ النَّبَوِیَّةِ وَ هَدَانَا بِالْاَخْلَاقِ

المصطفویۃ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلامات اتمہا و اکملہا۔



اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو آداب نبوی کے ساتھ مؤدب بنایا اور اخلاق مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم کو ہدایت دی جاننا چاہیے کہ اس راہ کے ساکب و حال سے حالی نہیں یا مرید ہیں یا مراد ہیں تو ان کے لئے مبارک باد ہی ہے محبت و انجذاب و جذب کرنا، کی راہ سے ان کو کھینچ کر لے آئیں گے اور مطلب اعلیٰ تک پہنچا دیں گے اور جو ادب ان کے لئے درکار ہوگا۔ بوسیلہ یا بے وسیلہ ان کو سکھا دیں گے اور اگر ان سے کوئی لغزش ہو جائے گی تو ان کو جلدی سے اس سے آگاہ کریں گے اور اس پر ان سے مواخذہ نہ کریں گے اور اگر پیر ظاہر کی ان کو حاجت ہوگی تو ان کی کوشش کے بغیر اس دولت کی طرف ان کی رہنمائی کریں گے۔ غرض حق تعالیٰ کی عنایت ازلی ان بزرگوں کے شامل حال ہوتی ہے یہ سب بابے سبب ان کا کام بناتے ہیں۔ اللہ یجتبیٰ الیہ من یشاء القرآن، پتا اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف چن لیتا ہے۔ اور اگر مرید ہیں تو کامل مکمل پیر کے واسطے کے بغیر ان کا کام دشوار ہے پیر ایسا ہونا چاہیے جو جذب و سلوک کی دولت سے مشرف ہوا ہو اور فنا و بقا کی سعادت سے بہرہ ور ہو اور سیر فی اللہ اور سیر فی اللہ اور سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیا باللہ کو انجام تک پہنچا یا ہو اور اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو اور مرادوں کی تربیت سے تربیت یافتہ ہو تو اس کا وجود سرخ گندھک یعنی کبیر کی طرح ہے اس کی کلام و دوا اور اس کی نظر شفا ہے۔ مردہ دل اس کی توجہ شریف سے زندہ ہوتے ہیں اور مرجھائی ہوئی جانیں اس کی نظر التفات سے تازہ ہوتی ہیں اور اگر اس قسم کا صاحب دولت نہ ملے تو ساکب مجذوب بھی عنایت ہے۔ وہ بھی ناقص کی تربیت کر سکتا اور فنا و بقا کی منزل تک پہنچا سکتا ہے۔

آسمان نسبت بہ عرش آمد فرد  
ورنہ بس عالی است پیش خاک تو د

ترجمہ:

عرش سے نیچا ہے گرچہ آسمان  
اونچا ہے لیکن زمین سے بے گماں

اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کسی طالب کو اس قسم کا کامل مکمل پیر مل جائے تو چاہیے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو ہمہ تن اس کے حوالے کر دے اور اپنی سعادت اس کی رضا مندی میں جلتے۔ عرض اپنی خواہش کو اس کی رضا کے تابع بنائے۔ حدیث نبوی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔ **لَنْ يُوْمِنَ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ نَتِيعًا لِّمَا جِئَتْ بِهِ**۔ دم میں سے کوئی ایمان دار نہ ہو گا۔ جب تک اس کی خواہش اس امر کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لایا ہوں۔

## آداب و شرائط

جاننا چاہیے کہ صحبت کے آداب اور شرائط کو مدنظر رکھنا اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ افادہ و استفادہ کا راستہ کھل جائے ورنہ صحبت سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہو گا۔ طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور پیر کی خدمت میں اس کے اذق کے بغیر نوافل و اذکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں اس کے سوا کسی اور طرف توجہ نہ کرے اور بالکل اس کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے حتیٰ کہ جب تک وہ امر نہ کرے ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں نماز فرض اور سنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔ کسی بادشاہ کی نقل کرتے ہیں کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا اتفاقاً وزیر کی نظر اس کے اپنے کپڑے پر پڑی اور اس کے بند کو اپنے ہاتھ سے درست کرنے لگا اس حال میں جب بادشاہ نے اس کو دیکھا کہ میرے سوا غیر کی طرف متوجہ ہے تو جھٹک کر فرمایا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میرے حضور میں اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے تو سوچنا چاہیے کہ جب دنیا کیلنی کے وسائل کے لئے چھوٹے چھوٹے آداب ضروری ہیں تو وصول الی اللہ کے وسائل کے لئے ان آداب کی رعایت نہایت ہی کامل طور پر ضروری ہوگی اور جہاں تک ہو سکے ایسی جگہ بھی کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑے یا سائے پر پڑتا ہو اور اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو کی جگہ میں طہارت یعنی استنجانہ کرے اور اس کے خالص برتنوں کو استعمال نہ کرے اور اس کے حضور میں پانی نہ

پیسے، کھانا نہ کھائے اور کسی سے گفتگو نہ کرے بلکہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو اور پیر کی غیبت و عدم موجودگی میں جہاں کہ وہ رہتا ہے اس طرف پیادوں دراز نہ کرے اور تھوک بھی اس طرف نہ پھینکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہوا اس کو صواب اور بہتر جانے، اگرچہ بظاہر بہتر نہ ہو کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے اللہ اللہ اللہ سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کام کرتا ہے اس تقدیر پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں اگرچہ بعض صورتوں میں اس کے الہام میں خطا کا ہونا ممکن ہے لیکن خطائے الہی خطائے انسانی کی طرح ہے اور ملامت و اعتراض اس پر جائز نہیں اور نیز جب اس کو اپنے پیر سے محبت ہے تو جو کچھ محبوب سے صادر ہوتا ہے محبت کی نظر میں محبوب ہی دکھائی دیتا ہے پھر اعتراض کی کیا مجال ہے اور کھانے پینے پہننے اور طاعت کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں پیر ہی کی اقتدا کرنی چاہیے اور نماز کو بھی اسی طرز پر ادا کرنا چاہیے اور فقہ بھی اسی کے طریق عمل سے سلکینی چاہیے۔

آں را کہ در سرائے نگار است فارغ است

از باغ و بوستان و تماشا سائے لالہ زار

ترجمہ :-

وہ شخص جس کے گھر میں گلزار خود لگا ہو

غیروں کے باغ دیکھے حاجت نہیں اس کو

شیخ کے حرکات و سکنات میں کسی قسم کا اعتراض نہ کرے اگرچہ وہ اعتراض رائی کے دائرہ کے برابر ہو کیونکہ اعتراض سے ماسوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور تمام مخلوقات میں سے بد بخت وہ شخص ہے جو اس بزدگ گردہ کا عیب بین ہو اللہ تعالیٰ ہم کو اس گناہ عظیم سے بچائے۔ آمین اور اپنے پیر و مرشد سے کرامات طلب نہ کرے اگرچہ وہ طلب دل میں دوسو سو اور خطرہ کی طرح ہی گزے کسی مؤمن نے پیغمبر سے معجزہ طلب نہیں کیا معجزہ طلب کرنا کافروں اور مشرکوں کا کام ہے مشنوی

معجزات از بہر قہر دشمن است بوسے ضیلت بے دل بزن است



موجب ایمان نباشد معجزات بوئے جنیت کند جذب صفات

ترجمہ بر

قہر دشمن کے لئے ہیں معجزے بوئے جنیت دلوں کو پینچ لے

موجب ایمان نہیں ملیں معجزے بوئے جنیت صفت کو کھینچ لے

اگر دل میں شبہ پیدا ہو تو بلا توقف عرض کر دے۔ اگر حل نہ ہو اپنی تقصیر سمجھے اور پیر کی طرف کسی قسم کی کوتاہی یا عیب نہ کرے جو واقعہ ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اسکی سے دریافت کرے اور جو تعبیر طالب پر ظاہر ہو وہ بھی عرض کر دے اور صواب اور خطا کو اسکی سے طلب کرے اور اپنے کشف پر ہرگز نہ بھروسہ کرے کیوں کہ اس جہان میں حق باطل کے ساتھ اور خطا ثواب کے ساتھ ملا جلا ہے اور بے ضرورت اور بے اذن اس سے جدا نہ ہو کیونکہ اس کے بغیر کو اس کے اوپر اختیار کرنا ارادت کے برخلاف ہے اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے اور بلند آواز سے اس کے ساتھ گفتگو نہ کرے یہ بے ادبی میں داخل ہے اور جو فیض اور قوت اس کو پہنچے اس کو اپنے پیروی سے جانے اور جان لے کہ پیر تمام کمالات و فیوض کا جامع ہے۔ پیر کا خاص فیض پیر کی خاص استعداد کے مطابق اس شیخ کے کمال کے موافق جس سے یہ صورت افاضہ ظاہر ہوئی ہے مرید کو پہنچا ہے اور وہ پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جس کے مناسب وہ فیض رکھتا ہے اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ محبت کے غلبہ کے باعث مرید نے اس کو در سرائح خیال کیا ہے اور فیض اس سے جاتا ہے یہ بڑا بھاری مغالطہ ہے اللہ تعالیٰ العزیز سے محفوظ رکھے اور سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طفیل پیر کی محبت اور اعتقاد پر ثابت قدم رکھے۔ آمین۔ غرض۔ الطریق کلثۃ ادب و طریقت سراسر ہی ادب ہے ایش مشہور ہے۔ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا اور اگر مرید بعض اوقات آداب بجالانے میں اپنے آپ کو قصور وار جانے اور کما حقہ اس کو ادا نہ کر سکے اور کوشش کرنے کے بعد بھی اس پر عہدہ برآ نہ ہو سکے تو معاف ہے لیکن اس کو اپنے قصور کا اقرار کرنا ضروری ہے اور اگر لغو ذی اللہ آداب کی رعایت بھی نہ کرے اور اپنے آپ کو قصور وار نہ جانے تو

وہ ان بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے یہ  
 ہر کہ روئے بہ بیہودہ داشت  
 دیدن روئے نبی سود داشت  
 ہدایت نہ بھی جس کی قسمت میں یارو  
 لقاے پیغمبر تھا بے سود اس کو

ہاں وہ مرید جو پیر کی توجہ کی برکت سے فنا و بقاء کے مرتبے تک پہنچ جائے اور الہام  
 اور فراست کا راستہ اس پر کھل جائے اور پیر اس کو مسلم رکھے اور اس کے کمال کی گواہی دے  
 اس مرید کو لائقی ہے کہ الہامی امور میں پیر کے برخلاف اپنے الہام کے موافق عمل کرے اگر اس  
 کا خطن پیر کے نزدیک ثابت ہو کیونکہ وہ مرید اس وقت تقلید سے نکل چکا ہے اب تقلید  
 اس کے حق میں سہا ہے کی نہیں دیکھتے کہ اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے  
 بعض دفعہ امور اجتہاد میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خطن لیں  
 اور بعض اوقات حق بجانب اصحاب ظاہر ہوا ہے جیسا کہ صاحبان علم پر پوشیدہ نہیں  
 ہے پس معلوم ہوا کہ مرتبہ کمال تک پہنچنے کے بعد مرید کو پیر کے خطن کرنا جائز ہے اور بے دلیل  
 سے دور ہے بلکہ یہی ادب ہے ورنہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کبار  
 کے ساتھ مؤدب ہوئے ہیں اور تقلید کے سوا کوئی امر نہیں کیا ہے۔

## آداب کی شرائط

### تہمید

(۱) الحمد للہ رب العالمین۔ اربع سورۃ فاتحہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ  
 الحمد سے لے کر نستعین تک اظہار عقیدت ہے اور اصدنا الصراط سے لے کر آخر تک  
 طلب راہ حق ہے اور ساتھ ہی اس کے صراط الذین انعمت علیہم میں راہ حق پر چلنے والوں  
 کی طرف اشارہ فرما کر اور حسن اذلیک دقیقہ آہٹ ہے جس میں ان کی رفاقت کو بہت خوب  
 قرار دے کر الرفیق ثم الطوبیٰ کی طرف مکمل رہنمائی فرمادی ہے اور نماز میں بار بار سورۃ  
 فاتحہ کا اعادہ کیا جانا اس کی اہمیت کو بہت نمایاں کر رہا ہے چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز

محدث دہلوی نے اپنی تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بندے کو تعلیم فرمائی  
 کہ سیدھی راہ کی ہدایت طلب کرے تو ان لوگوں کا ذکر لازم ہوا کہ جن کے واسطے سے سیدھی  
 راہ بندوں کو پہنچی ہے اور ان کے اعمال دیکھنے اور اقوال کے سننے سے سیدھی راہ، غیر سیدھی  
 راہ سے جدا و متمیز ہو جاتی ہے اور نہیں تو سب مختلف مذاہب والوں میں سے ہر ایک کہتا  
 ہے کہ میں سیدھی راہ پر ہوں ایک جماعت کو مقرر کیا جانا چاہیے کہ سیدھی راہ کے بیان کرنے  
 والے ہوں۔ اس واسطے سیدھی راہ کا بیان اس طرح تعلیم فرمایا۔ ”صراط الذین انعمت  
 علیہم“ یعنی ان لوگوں کی راہ کہ انعام کیا تھے جن پر۔ اس نقطہ کو قرآن مجید میں دوسری  
 جگہ تفسیر فرمایا کہ وہ چار فرقے ہیں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ سو معلوم ہوا کہ سیدھی  
 راہ انہی چار فرقوں کی ہے اور بندے کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کے وقت میں  
 ان چار فرقوں کو اپنی نظر میں رکھے اور ان کی راہ طلب کرے جیسا کہ قرآن پاک سورۃ نسا میں  
 فرمایا ہے ”وَمَنْ يَطْعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ  
 النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ مَنْ قِيَاسُهُ“  
 یعنی جو کوئی اطاعت خدا اور رسول کی بجالائے گا اور دونوں کے کلمے پر عمل کرے سو وہ  
 راہ میں ان لوگوں کے ساتھ جاتا ہے کہ انعام کیا اللہ نے ان پر اور وہ چار فرقے ہیں انبیاء  
 اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے۔ یہ گروہ اچھے رفیق ہیں۔ پس ”اهدنا الصراط  
 المستقیم“ میں راہ حق کا ڈھونڈنا ہے اور صراط الذین انعمت علیہم میں رفیق کا طلب  
 کرنا ہے کہ الرذیق ثم الطریق دپیلے رفیق یعنی راہ پر اور پھر راہ۔ آگے جا کر شاہ صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس واسطے اہل اللہ کے طریقوں میں داخل ہونا اہل اسلام کا  
 مقصود ہوا۔ انتہی آدم برسر مطلب۔ گویا مولا تعالیٰ سورۃ فاتحہ میں ہمیں تعلیم فرما رہے  
 ہیں کہ جس سے تمہیں کام لینا ہو۔ کچھ بانگنا ہو۔ کچھ حاصل کرنا ہو، کچھ سیکھنا ہو۔ خواہ وہ  
 کوئی ہی ہو۔ خدا ہو یا نبی ہو، ولی، مرشد ہو، استاد ہو، پہلے اس کی ذات و صفات سے پورا  
 تعارف چاہیے تاکہ صحیح عقیدت پیدا ہو جائے جب اس پر اعتقاد اور یقین درست  
 ہو جائے تو پھر اپنا احساس کہتری کا اظہار کرے جو ”ایاک نعبد وایاک نستعین“ سے



مستفاد ہو رہا ہے کیونکہ جب تک کوئی شخص اپنے آپ کو حاجت مند و طالب شے، اور اس کو اس شے کے دینے یا سکھانے کا اہل نہ جانے وہ طلب شے کے معاملے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ شے اس کے منہ میں بھی گھولی کر ڈالنا چاہیں لیکن ان کا عقیدت کا منہ بند ہے اعتقاد نہیں۔ **يَقُولُونَ يَا فَوَاقِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ بِيَعْرَافِيهِمْ** سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں، کے مصداق بنے ہوئے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ مریدِ دسائیک، اگر اپنے ارادہ و طلبِ راہِ حق میں کامیابی چاہتا ہے تو پہلی شرط یہ ہے کہ وہ شیخِ کامل کی تلاش کرے شیخِ کامل کی پہچان مضمون کے ابتدائی حصہ میں دی جا چکی ہے وہاں سے دیکھیں اور جب وہ اس دولت کو پائے تو پوری عقیدت کے ساتھ اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دے جیسا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوب مذکورہ بالا میں تحریر فرمایا ہے اور ساتھ ہی اپنی نچنگی عقیدت اور صدق ارادت کا اس کو یقین دلادے اور جب اس کی خدمت میں حاضر ہو تو جب تک اس کے ساتھ باادب تمام ملاقات نہ کرے کسی دوسرے کی طرف رخ نہ کرے یعنی مجلس میں کسی دوسرے سے اس سے پہلے مخاطب نہ ہو اور جیتک شیخ کی خدمت میں بیٹھا رہے اپنی توجہ اس کی طرف مرکوز رکھے۔ **ایاک** کے کلمہ پاک سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور جب وہاں سے فارغ ہو تو پھر دوسروں سے علیک سلیک کرے جیسا کہ اختتام نماز پر دائیں بائیں کے فرشتوں اور نمازیوں پر سلام کیا جاتا ہے اور جب شیخ سے اجازت لے کر جدا ہونے لگے تو پہلے دوسرے دستوں اور شیخ کے متعلقین سے علیک سلیک کرے۔ اور آخر پر اپنے شیخ سے علی کر رخصت ہو اور جہاں تک ممکن ہو گھر پہنچے تک اس توجہ کی دولت کو ضائع نہ کرے جو شیخ نے اس پر القا فرمائی ہے۔

وَاِذَا قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤىۤسٰ

(۲) اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔ یہ ذکر غالباً اس مضمون

میں اس سے پہلے آچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام موجودات کا نمونہ اور علم روحانی اور جسمانی کا مجموعہ بنایا اور ملائکہ کے لئے حصول کمالات کا وسیلہ بنایا تو انہیں حکم فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ کیونکہ اس میں شکر گزاری اور حضرت آدم علیہ السلام کی فیضیت کا اعتراف اور اپنے مقولہ کی معذرت کی شان پائی جاتی ہے

مسئلہ:۔ سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک سجدہ عبادت جو بقصد پرستش کیا جاتا ہے دوسرا سجدہ تہمت جس سے مسجود کی تعظیم منظور ہوتی ہے نہ کہ عبادت۔ سجدہ عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے کسی اور کے لئے نہیں ہو سکتا۔ نہ کسی شریعت میں کبھی جائز ہوا کیونکہ یہ شرک ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کلمہ رد شرک **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** یعنی سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ وہی ایک مستحق عبادت ہے) یہی سکھانے پڑھانے چلے آئے ہیں۔ اگر ہر سجدہ سجدہ عبادت ہی ہوتا اور سجدہ تہمت کا وجود نہ ہوتا تو نہ اللہ تعالیٰ ہی آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کر دیا اور اس شرک کی خود ہی تعلیم دیتے جس کے رد کے لئے لاکھوں انبیاء علیہم السلام بھیجے اور نہ اس کے بعد کی امتوں میں تہمت کا سجدہ رد رکھا جاتا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو آپ کے بھائیوں نے سجدہ کیا۔ جیسا کہ **وَسَخَّرَ أَبُو يُوْسُفَ عَلَى الْعُيُوتِ وَخَسَّرَ وَالَهُ سَجْدًا** آیت ۱۰۱ اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب بھائی اس کے لئے سجدے میں گرے سے ثابت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو سجدہ کیا گیا۔ تعظیم کے لئے تھا یعنی سجدہ تہمت زمین پر پیشانی رکھ کر تھکانہ کہ صرف جھکنا۔ حتیٰ کہ سجدہ تہمت پہلی شریعتوں میں جائز تھا اس لئے سجدہ کے معنی جھکنا لینا اور شرعی اصلاحی معنوں سے انکار کی گنجائش ہی نہیں اور نہ ہی اس کا سوال پیدا ہوتا ہے البتہ ہماری شریعت محمدیہ صلی صابہا الصلوٰۃ والسلام میں سجدہ تہمت منسوخ کیا گیا۔ اب یہ کسی کے لئے جائز نہیں کیونکہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مخلوق کو نہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرے **ذُرَّائِمُ لِعُرْنَانٍ** بحوالہ مدارک، مذکورہ بالا مضمون سے معلوم ہوا کہ سجدہ مسجود کی انتہائی تعظیم اور ساجد کی

انتہائی ذلت اور عجز کا نشان ہے اور پہلے تعلیم کے لئے جائز تھا لیکن چونکہ اس میں سجدہ عبادت کے ساتھ مشابہت کامل ہے اور سجدہ عبادت سولے خدا کے کسی کو جائز نہیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشابہت کی وجہ سے اس کو تعظیماً بھی جائز نہیں رکھا اور حرام قرار دے دیا۔ نہ شرک۔ اس آیت کریمہ اور اس بیان سے برہمی ظاہر ہوتا ہے کہ طالبانِ راہِ خدا و مریدانِ باوفا کو اپنے مشائخ کی بہت بڑی تعظیم کرنی چاہیے مثلاً ان کی تشریف آوری پر قیام اور ملاقات پر مصافحہ، دست بوسی وغیرہ سب جائز ہیں کیونکہ یہ افعال نہ ہی افعالِ عبادت ہیں اور نہ خدا تعالیٰ کے ساتھ منحصر عبادت۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جو اپنے بزرگوں اور مشائخ کی جائز تعظیم بھی کسی غرور یا کھمنڈ میں آکر نہیں کرتے وہ نہ فقط یہ کہ فیض سے محروم رہتے ہیں بلکہ ایسے مردود ہو جاتے ہیں کہ پھر راہِ نجات نہیں ملتی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ص ۲۹

(۳) سے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

مشانِ نزول: اہل کتاب میں عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد شریعت موسوی کے بعض احکام پر قائم رہے۔ شبہ کی تعظیم کرتے اس روز شکار سے اجتناب لازم جانتے۔ اونٹ کے دودھ اور گوشت سے پرہیز کرتے اور خیالی یہ کرتے کہ یہ چیزیں اسلام میں تو مباح ہیں ان کا کرنا ضروری نہیں اور توریت میں ان کا اجتناب کیا گیا ہے۔ تو ان کے کرنے میں اسلام کی مخالفت بھی نہیں ہے اور شریعت موسوی پر بھی عمل ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ اسلام کے سب احکام کا پورا پورا اتباع کرو اور اب توریت کے احکام منسوخ ہو گئے ان کا وقت جاتا رہا، اب ان سے تمک نہ کرو۔ دُخْرَانُ الْعُرْفَانِ بَحْوَالِ خَازِنِ) تمام انبیاء علیہم السلام رشد و ہدایت کے لئے تشریف لائے اور اسی میں



سعی کرتے رہے اور اپنے اپنے زمانہ میں جس قسم کے احکام انہیں ملے ان کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے اور ان پر عمل کراتے رہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں آپ کے حلفائے کرام یعنی علمائے ربانی و مشائخ حقانی جن کی شان میں علماء اقصیٰ کا بُدِیَاکُو بنی اسرائیل والحدیث افرمایا گیا ہے۔ یہ رشد و ہدایت کا کام سنبھالے ہوئے ہیں ان میں چار سلسلے نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بھی اپنی کتاب قول الجہیل میں ایسا ہی ذکر فرمایا ہے اور ہر ایک سلسلے کے مشائخ نے اپنے اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر فقہائے مجتہدین کی طرح الگ الگ وظائف کتاب و سنت سے اخذ کر کے مقرر فرمائے ہوئے ہیں جن کی تعلیم وہ اپنے عقیدتمندوں طالبانِ حق کو دیتے رہتے ہیں مذکورہ بالا آیت کریمہ کے شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں اشارۃً موجود ہے کہ ان سلسلوں میں سے کسی ایک میں اگر کوئی داخل ہو جائے تو اس کو اسی سلسلے کے شیخ کا جس کو اس نے راہِ حق طے کرنے کے لئے جن لیا ہے۔ پورا اتباع کرنا چاہیئے اور اس کے بتائے ہوئے وظائف سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے اور دوسرے سلسلوں کے وظائف کے ساتھ خلط ملط نہ کرنا چاہیئے اگرچہ وہ اپنی اپنی جگہ پر صحیح اور کامیاب ہیں لیکن اس کو اب ایک خاص شیخ اختیار کر لینے کے بعد توجہ دوسری طرف نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ انتشارِ طبع اور توجہ کا مرکز ایک نہ رہنے سے کامیابی میں خلل پڑ جاتا ہے (مشنوی)

چوں گزیدی پیرا تسلیم شو

ہم چوں موسیٰ زیر حکم خضرد

جب تو نے ایک شیخ کو چن لیا ہے اور اختیار کر لیا ہے تو پھر سیر تسلیم خم کر دے

اور جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے حکم کے ماتحت چلتے رہے ہیں ویسے ہی تو بھی اپنے شیخ کے حکم کے ماتحت بغیر کسی چوں و چرا کے چلتا رہ تاکہ تو

کامیاب ہو جائے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ BE THE MAN OF ONE BOOK.

یعنی یک درگیر و محکم بگیرد ایک دروازہ پکڑ اور منطیوطی سے پکڑ ایک اٹھ اگر

مختلف مرعبوں کے نیچے رکھا جائے تو گندہ ہو جائے گا اور کچھ نہیں نکلے گا۔ ایک ہی اذیت میں دو کشتیوں پر قدم رکھنے والا غرق ہو کر ہی رہے گا حضرت خواجہ محمد موسیٰ نقشبندی اپنی کتاب کنز الفوائد میں لکھتے ہیں کہ مرید شیخ کے حکموں کے ظاہر الفاظ پر قائم رہے اور ان کی تاویل ہرگز نہ کرے تاکہ خدا تعالیٰ مرید کے صدق اور عقیدے کی رکت سے اس کو مدارج حقائق تک ترقی بختے اور دقائق اور معانی کے سمجھنے کی اسے قابلیت عطا فرمائے شیخ نے مرید کو جو ذکر فکر اور مراقبہ وغیرہ ارشاد فرمایا ہے اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے عمل کی طرف متوجہ نہ دے۔ اگرچہ مشائخ نے اس دوسرے عمل کی بہت سی خوبیاں اپنی تصانیف میں درج کی ہوں کیونکہ مرید کی بھلائی اس امر میں ہے جس کا اس کے شیخ نے اپنی نور فراست سے اس کی استعداد ملاحظہ فرما کر اسے حکم دیا ہے شیخ کی فراست انوار الہی میں ہے ایک نور ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اَتَقْوَانِ مِنْ ذُرَا سَةِ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ مُدْمِنِ كِي فِرَاسَتِ سِے ڈر دکو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے مرید اپنے شیخ کے احکام میں کسی میں خیانت نہ کرے اور جس ذکر کا اسے حکم ملا ہے وہ جان سے کوشش کر کے اسے انجام تک پہنچائے۔ انہی حضرت موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام کا قصہ قرآن کریم میں (آخر پارہ ۱۵ اور شروع پارہ ۱۶) اسکی پر دلالت کرتا ہے

فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ بَيِّنَاتِي حَتَّىٰ أُحَدِّثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا بِأَعْيَانٍ

(۲) تو مجھ سے اسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں نہ دو اس بات کا ذکر نہ کروں " اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد اور مستر شد مرید کے آداب میں سے ہے کہ وہ شیخ کے افعال پر زبان اعتراض نہ کھولے اور منتظر رہے کہ وہ خود ہی اسکی حکمت ظاہر فرمائیں دُخْرَانِ اَزْ

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا يَا أَيُّهَا

(۵) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ۔ جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے، کیونکہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پکارتیں اس پر اجابت و تعمیل واجب ہو جاتی ہے اور ادب سے حاضر ہونا لازم ہوتا ہے اور قریب حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کرے اور اجازت سے ہی واپس ہو۔ اور ایک معنی مفسرین نے یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا کرے تو ادب و تکریم اور توقیر و تعظیم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معزز القاب سے نرم آواز سے عجز و انکسار کے لہجہ میں یا نبی اللہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ کہہ کر پکارتیں۔ (خزانة العرفان) اس سے معلوم ہوا کہ بزرگان دینی علماء و مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوں تو چاہیے کہ ان سب آداب کو ملحوظ رکھا جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ دَسَاسًا وَلَا تَسْوَأُوا لَهُ  
بِأَيْمَانِكُمْ أَنْ تَبَدُّوا لَهَا فَأَكْبَدُ وَتَعْتَدُوا لَهَا فإِنَّهَا عَصَانَةٌ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ

(۶) ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نہ بڑھو۔ تمہیں لازم ہے کہ تم سے تقدیم (پہلے) نہ ہو نہ قول میں نہ فعل میں۔ کہ پہلے کرنا (تقدم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب و احترام کے خلاف ہے۔ بارگاہ رسالت میں نیاز مندی و آداب لازم ہیں۔

شان نزول: چند صحابہ نے غیبا صحیحی کے دن سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں (خزانة العرفان) نقطہ یاد رہے کہ یدئ اللہ دس سولہ میں اللہ کا لفظ مبارک محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و جلالت شان کو لوگوں کی نظر میں بڑھانے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ سے تقدیم قول یا فعل انسانی کا واقعہ ہوتا تو فی معنی نہیں رکھتا اور بندوں کا اللہ تعالیٰ سے پہلے کوئی کام بھی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ ڈریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی اور بے ادبی اللہ تعالیٰ کی ہی گستاخی اور



بے ادبی ہے دفرمایا اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سنتا اور جانتا ہے۔ اسے ایمان والوں اپنی آوازیں ادب کی نہ کر دینی لیم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے جب حضور کی خدمت میں کچھ عرض کر دو تو بہت آہستہ آواز سے غرض رد کہ یہی دربار رسالت کا ادب و احترام ہے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کریں جیسے آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہیں۔ اس طرح نہ پکاریں بلکہ کلمات ادب و تعظیم و توصیف و تکریم و القاب عظمت کے ساتھ عرض کریں جو عرض کرنا ہو تاکہ ترک ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا خدشہ سے بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دربارہ ادب و تعظیم وہ ہیں جن کا دل اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ بیشک وہ جو آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں یعنی اس طرح سے حضور کو پکارنا جہالت اور بے عقلی ہے اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ ہیں وہ آداب جو اللہ تعالیٰ نے بادلوں اور رہبروں کے حق میں رواد رکھے ہیں ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے مشائخ کی بارگاہوں میں ان کو ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی کی لعنت سے بچیں یاد رہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی اور بے ادبی خدا کی نافرمانی اور بے ادبی ہے اور بے ادبی ہے چنانچہ بخاری شریف میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی اور جو شخص اپنے امام یا امیر کی تابعداری کرتا ہے وہ میری تابعداری کرتا ہے اور جو شخص امام یعنی اولوالامر کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔

۴۔ صاحب خزائن العرفان۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا کے تحت حاشیہ پر خازن و روح البیان سے نقل فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اصحاب کے عمرہ کے قصد سے حدیبیہ پہنچے حدیبیہ ایک کنواں ہے مکہ مکرمہ کے نزدیک، تو اس کا پانی ختم ہو گیا ایک قطرہ باقی نہ رہا گرمی بہت شدید تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنویں میں کلی فرمائی۔ اس کی برکت سے کنواں پانی سے بھر گیا۔ سب نے پیا۔ اونٹوں کو پلایا۔ یہاں کفار قریش کی طرف سے حال معلوم کرنے کے لئے کئی اشخاص بھیجے گئے سب نے جا کر یہی بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے لئے تشریف لائے ہیں جنگ کا ارادہ نہیں ہے لیکن انہیں یقین نہ آیا آخر کار انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو جو طائف کے بڑے سردار اور عرب کے نہایت متمول شخص تھے۔ تحقیق حال کے لئے بھیجا انہوں نے آکر دیکھا کہ حضور دست مبارک دھوتے ہیں تو صحابہ تبرک کے لئے غسالہ یعنی دھوون تشریف حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں اگر کبھی تھوکتے ہیں تو لوگ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کو وہ حاصل ہو جاتا ہے وہ اپنے چہرے اور بدن پر برکت کے لئے ملتا ہے کوئی بال جسم اقدس کا گرنے نہیں پاتا اگر ایسا ناجدا ہوا تو صحابہ اس کو بہت ادب سے ساکتہ بیٹے اور جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام فرماتے ہیں تو سب ساکت ہو جاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب و تعظیم سے کوئی شخص نظر اوپر کو نہیں اٹھا سکتا عروہ نے قریش سے جا کر یہ سب حال بیان کیا اور کہا کہ میں بادشاہانِ فارس و روم و مصر کے درباروں میں گیا ہوں میں نے کبھی کسی بادشاہ کی یہ عظمت نہیں دیکھی جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ان کے اصحاب میں ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم ان کے مقابل کامیاب نہیں ہو سکو گے۔

اک واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں یعنی عروہ کو مشرتابہ اسلام کیا۔ مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین کی مستعملہ اشیاء کو برکات حاصل کرنے کے لئے استعمال

کرنا اور ان کا ادب و تعظیم کرنا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت و طریقہ ہے اور یہ شیوہ اہل محبت ہے کہ وہ محبوب کی ہر شے کو محبوب سمجھتے ہیں اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ و پیر و مرشد کی مجلس میں بیٹھے ہوں تو مستتر شدوں و دریدوں کو ایسے میں بات چیت نہ کرنی چاہیے خصوصاً جب شیخ کلام فرما رہے ہوں تو بالکل خاموش اور ساکت ہو کر ان کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔

جو محبوب اپنے کی کم شان سمجھے اور اوصاف میں ان کے نقصان سمجھے  
وہ فاسق ہے عاشق نہیں ہے کسی کا وہ جھوٹا ہے، دعویٰ محبت کا جھوٹا

۸۔ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ پ ۱۰  
”اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنا اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم ہو“  
اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ جس وقت قرآن کریم پڑھا جائے۔ نماز میں یا خارج نماز میں وقت سنا اور خاموش رہنا واجب ہے دخترائن العرفان قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جب کوئی اس کو پڑھ رہا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کی زبان سے کلام فرما رہا ہے اس کا غور سے سنا اور اس وقت خاموش رہنا کلام الہی کی تعظیم واجب کے سبب سے ہے اور یہ کہ ترجمہ سننے اور ادب سے خاموش رہنے والے کے لئے باعث رحمت بھی ہے اور جب کہ پڑھنے والا اور کلام الہی سے تقریر کرنے والا خود بھی بزرگان دین اور صالحین سے ہو جن کو اللہ تعالیٰ کے نشانات و آیات اکھا گیا ہے تو ان کو غور سے سننے اور خاموش رہنے میں زیادہ ادب و تعظیم ہوگی اور دوہری رحمت کا موجب۔ تَتَوَلَّى الرَّحْمَٰنُ السِّنْدَ ذِكْرُ وَالصَّالِحِينَ ه صالحین کے ذکر و اذکار کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے غالباً اسی لئے فرمایا گیا ہے اور یہی آیت کریمہ مشائخ کے ادب و تعظیم کا ماخذ معلوم ہوتی ہے۔

۹۔ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ پ ۱۱  
”جس کو غسل کی حاجت ہو یا جس کا وضو نہ ہو یا حائضہ یا نفاس والی۔ ان میں سے کسی کو قرآن



عجیب کا بغیر غلات وغیرہ کسی کپڑے کے چھونا جائز نہیں ہے وضو پاؤں کیلئے ازبانی قرآن شریف پڑھنا جائز ہے لیکن بے غسل اور حیض والی کو یہ بھی جائز نہیں۔ اس آیت میں غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ظاہر قرآن کو بے وضو ناپاک اور پلید آدمی، چھو نہیں سکتا۔ اسی طرح باطن قرآن و حقائق و معارف قرآن کو بھی باطنی پلیدی اور خباثت یعنی گنہ عقیدہ و ناسد اعتقاد رکھنے والا انسان چھو نہیں سکتا قرآن کریم کی تمام تر باطنی نعمتیں یعنی حقائق و معارف و اسرار الیہ اللہ کا ہی حصہ ہیں کیونکہ **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ** اس نے فلاح پائی جو پاک اور سچرا ہوا، کے مصداق یہ حضرات تزکیہ نفس کی تمام کھالیوں سے گذر کر مزکی و مصفی اور پاک ہو جاتے اور الہام الہی کے مورد بن جلتے ہیں اور متولہ پاک **عَرَفْتُ رَبِّي بَرِّي** میں نے اپنے رب کو اپنے رب یعنی اس کی توفیق و مدد سے ہی پہچاننے کے مصداق ہو جاتے ہیں قرآن کریم کا یہ تقدس و بزرگی اور تعظیم و ادب اس واسطے ہے کہ وہ کلام اللہ ہے اور تمام تر نور و ہدایت و شفا و رحمت ہے چنانچہ **كَلِمَاتُ الْمَلِكِ الْكَلِمَاتُ** ایک مشہور ضرب المثل ہے یعنی بادشاہ کا کلام تمام رعایا کے کلام کا بادشاہ ہوتا ہے اہل اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ سے وہی نسبت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ بھی اپنی رضا اس کی رضا میں فنا کر کے فنا فی اللہ ہو کر اس کے انوار سے منور و نورانی و نور بخش ہو کر نور و ہدایت و شفا و رحمت بن جاتے ہیں مضمون میں پہلے ایک حدیث قدسی بیان ہو چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نوافل سے میرا بندہ مدام مقرب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں پس میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں یقیناً اس کو دیتا ہوں۔ **دُسْكَوَاتُ شَرِيفٍ** غالباً اسی آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرید جب اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں جائے تو بے وضو نہ ہو بلکہ ظاہری اور باطنی دونوں وضو کرے۔ ظاہری طور پر بھی پوری طہارت حاصل کرے اور باطنی طور پر بھی اپنے دل کو ہر قسم کی بدظنی و اعتقادی کی خباثنوں اور نجاستوں سے پاک و صاف کر کے جائے تاکہ وہ ظاہری و باطنی نعمتوں سے فیض یاب ہو

سکے ذاکران اللہ کو ہمیشہ با وضو رہنے کی ہدایت جو مشائخ اکثر فرماتے رہتے ہیں اس میں بھی یہی راز معلوم ہوتا ہے۔

(۱۰) فَلَا وَبِئْسَ لَكَ لَاقِيُوهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَكْفُؤُوا بِمَا شَجَرِ بَيْنَهُمْ فَكُرَا  
 بِعَدُوِّ قَوْمِي الْأَقْسَمِ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيَسْلَمُوْا إِلَيْكَ مَهْرًا  
 تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے  
 آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں اور جی سے مان لیں یعنی جب تک آپ کے  
 فیصلے اور حکم کو صدق دل سے نہ مان لیں مسلمان نہیں ہو سکتے اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا  
 کہ مریدانہ مسترشدین کو لازم ہے کہ وہ اپنے معاملات اور جھگڑوں میں اپنے بزرگان دین  
 (سوائے ربانی و مشائخ حقانی) کے فیصلوں اور حکموں کو صدق دل سے مان لیا کریں اور اگر  
 وہ ایسا نہ کریں تو مرید و مسترشد کہلانے کے مستحق نہیں اعلیٰ حضرت امیر ملت شاہ صاحب  
 قیامہ محدث علی پوری نور اللہ مرقدہ کا بوقت تلقین فرمایا کرتے تھے کہ مریدوں کو پیر کا حکم  
 ماننا بھی فرض ہے غالباً یہ ارشاد مبارک اس آیت کریمہ سے مفاد ہوا ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ ۝

(۱۱) یہ کتاب و قرآن کریم، پیر پیغمبروں و خدا سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے جو غیب  
 دہشی ہونی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں۔ متقی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو اس چیز سے  
 پاک رکھے جو اسے آخرت میں ضرر رساں اور تکلیف دہ ثابت ہو اگر وہ مصرت وہ چیز شرک  
 ہے اور اس سے آدمی بچتا ہے تو یہ تقویٰ کا ادنیٰ مرتبہ ہے اور گناہ اور معصیت سے بچنا ہے  
 تو تقویٰ کا وسطیٰ درجہ مرتبہ ہے مگر اعلیٰ درجہ کا متقی وہ ہے جو یعنی چیزوں سے منہ موڑ  
 کر ذکر الہی میں مستغرق ہو اسی تقویٰ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

اَسْمَاءُ الْقَوِيَّةِ حَقٌّ عَلَيْهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ پے اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا خوف ہے اور ہرگز نہ مرنے تک مسلمان تقویٰ و ولایت کو لازم ہے اور ہر متقی بشرطیکہ وہ کامل اور پورا متقی ہو۔ ولایت کے موتی تو ہر تک ضرور پہنچتا ہے ان ہی متقیوں کی بابت خدا نے فرمایا ہے اِنَّ الْاٰمِلِيْنَ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ پ ۹ ص ۱۸۷ یعنی خدا کے ولی تو صرف پرہیزگار لوگ ہیں و منظر ہی یہاں تین کے عنوان کے ماتحت ان خاص مومنوں کی صفات بیان فرمائی گئی ہیں جو زبان اور دل سے ایمان لائے ہیں بیان بالا سے معلوم ہوا کہ بلحاظ تقویٰ مومنوں کے تین درجے ہیں اول وہ مومنین جو کہ صرف کفر و شرک سے بچتے اور بچنے کی کوشش کرتے ہیں دوسرے وہ مومنین جو اس کے ساتھ گناہ اور معیبت سے بھی بچتے ہیں تیسرے وہ جو کفر و شرک و گناہ و معیبت سے بھی بچتے ہیں۔ اور لایعنی چیزوں سے منہ موڑ کر ذکر الہی میں مستغرق رہتے ہیں اس تیسرے درجہ والوں کو تصوف کی اصطلاح میں صوفیائے کرام و پیران عظام کہا اور سمجھا جاتا ہے اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن کا لفظ عام ہے اور مرید کا خاص جو اس مومن پر بولا جاتا ہے جو کفر و شرک اور گناہ و معیبت سے سچے دل سے تائب ہو کر تقویٰ کے اعلیٰ درجہ میں قدم رکھتا اور ہزلیات اور لایعنی چیزوں سے منہ موڑ کر ذکر الہی میں مشغول ہو جاتا ہے اس لئے جو صفات و اخلاق و آداب مومن کے کتاب و سنت میں بیان ہوئے ہیں وہی مریدوں کے حق میں بھی سمجھنے چاہئیں۔ مثلاً اسی آیت کریمہ میں مومنوں کی صفت بیان ہوئی ہے۔ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ یعنی مومن وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے اور بتانے سے ایسی پوشیدہ اور چھپی ہوئی چیزوں پر بھی ایمان لاتے ہیں جن کے دیکھنے اور سمجھنے میں ان کے حواس اور عقل کام نہیں آتے بلکہ جواب دہ بیٹھتے ہیں اسی طرح مرید بھی وہی سچا مرید ہے جو اپنے شیخ کی فرمودہ باتوں پر اگرچہ وہ اس کی عقل و فکر و سمجھ میں نہ آئیں یقین کرے اور انہیں سچا سمجھے کہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ سے خبر پا کر غیب بتاتے ہیں اور شیخ کتاب و سنت سے علم پا کر مرید کی تربیت کرتا ہے یہ



گفتہ اور گفتہ اللہ بود

گرچہ از خلق موم عبد اللہ بود

اس کا بولنا اور فرمان خدا کا بولنا اور فرمانا ہوتا ہے اگرچہ آواز خدا کے بندے کے گلے یعنی زبان سے نکل رہی ہو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۗ لِمَنْ كَانَ مِنَ الرِّبَا ۗ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۗ (سورہ بقرہ ۲۱۷)

۱۲۔ تمہارے لئے دیر دی کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اقدس و زندگی پاک، میں جامع خصال نمونہ ہے یعنی صورتاً و سیرتاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمدہ نمونہ اپنے سامنے رکھو اور اپنی زندگی اس کے مطابق بسر کرو تاکہ تم بھی محبوب خدا کا نمونہ بن کر یعنی فنا فی الرسول ہو کر محبوب خدا بن جاؤ۔ اس آیت کریمہ سے مدد لیں جو کہ مرید کو چاہیے کہ اپنے شیخ کو بطور نمونہ اپنے سامنے رکھے اس کا نمونہ سراپا بنائے اور صورتاً و سیرتاً وہی بن جائے یعنی فنا فی الرسول ہو جائے چونکہ شیخ خود فنا فی الرسول بنا بیٹھا ہے اس لئے فنا فی شیخ ہونا ہی فنا فی الرسول ہے۔ دونوں مقاموں میں تفادیت نہیں۔  
علی حیدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

او ہویار کلو کڑی رات دالاج بھیس دٹا کے وت آیا

علی حیدر اچھنگ سیال دالاکنیں میہ دیاں منڈراں گت آیا

کسی نے شیخ کی تعریف میں کیا خوب کہا ہے۔

جو نبی پیکر نہیں وہ شیخ کیا

شیخ ہے گو یار رسول حق نما

صورت و سیرت میں گویا مصطفیٰ

دیکھنا اس کا نبی کا دیکھنا

۱۳۔ وَمَا كَانَ مِنَ دَلَالٍ مَّوْهِنَةٍ إِذْ أَقْبَضَهُ اللَّهُ وَمَا سَأَلَ أَنْ يَكُونَ

لَهُمُ الْخَيْرَاتُ مِنْ أَمْرِهِمْ طَيِّبَاتٌ

اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو حتی پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہے۔

**شان نزول:** زید بن حارثہؓ نے جن کو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد کیا تھا اور وہ حضور ہی کی خدمت میں رہتے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے زینبؓ کے لئے ان کا پیام نکالا۔ دیا اس کو زینب اور ان کے بھائی نے منظور نہ کیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضرت زینبؓ اور ان کا بھائی اس آیت کو سن کر راضی ہو گئے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ آدمی دھرم (مومن) کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے اور نبی علیہ السلام کے مقابلہ میں کوئی اپنے نفس کا مختار نہیں رہتا۔ شان نزول پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو اہمیت نہ دیتے ہوئے نکاح سے انکار کر دیا لیکن جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور کے حکم کو حکم خدا جان کر راضی ہو گئے ان کو یقین ہو گیا کہ نبی علیہ السلام خدا کے حکم سے انہیں نکاح کے لئے فرما رہے ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ آیت کریمہ میں لفظ مبارک و مقدس "اللہ" کا ہوتا۔ نبی علیہ السلام کے حکم کا انہوں نے انکار کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ بھی آپ کے حکم کی تائید و تصدیق میں اذا قضیٰ من سویل اللہ کے الفاظ پاک فرمادیتے لیکن ایسا نہیں کہا گیا معلوم ہوتا ہے کہ لفظ اللہ آیت میں لانے سے مراد یہ ہے اور یہی بتانا منظور الہی ہے کہ رسول اللہ کا حکم خدا تعالیٰ ہی کا حکم ہے اس کی تفسیر قرآن کریم میں موجود ہے۔ **مَثَلًا وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَبِغْ غِيَابًا صِرَافًا وَهُوَ كَافِرٌ بَعِيدٌ مِّنْ مَّوَدَّةِ اللَّهِ وَالرَّسُولِ** اور اللہ تعالیٰ نے یہ اسلوب صحیح ہوا کہ آدمی دھرم (مومن) کو نبی علیہ السلام کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے خواہ وہ امر دنیاوی جلی سے ثابت ہوا ہو خواہ وحی خفی سے بہر حال اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگی

تک نبی علیہ السلام کے منہ اور زبان سے ہی پہنچا ہے اور یہ اتنا واضح اور روشن ہے  
کہ دلائل کی حاجت نہیں دشمنوں!

گرچہ قرآن از لب پیغمبر است  
ہر کہ گوید حق نگفتہ کا فر است

ترجمہ: حضرت مولانا روم فرماتے ہیں کہ بلا شک و شبہ قرآن کریم پیغمبر علیہ  
السلام کی زبان یاں اور لب پاک سے ہی نکلے لیکن جو یہ کہے کہ یہ خدا کا کلام نہیں تو وہ  
کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے حضور علیہ السلام کی تکذیب کی آپ کو سچا نہ جانا۔

### وجہ استدلال

جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت مومنوں پر فرض ہے اسی  
طرح مشائخ کی اطاعت بھی مریدوں پر فرض ہے جس طرح نبی علیہ السلام واجب الاتباع  
ہیں کہ وہ خدا کے حکم سے حکم فرماتے ہیں اسی طرح شیخ بھی مریدوں کے لئے واجب الاتباع  
ہے کہ وہ جو کچھ رشد و ہدایت کے سلسلے میں کہتا ہے کتاب و سنت سے کہتا ہے اس کا حکم  
بھی اس لحاظ سے خدا اور رسول کا حکم ہی ہے اور جس طرح نبی علیہ السلام کے مقابلہ میں  
کوئی مومن اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں اسی طرح شیخ کے ارشادات کے سامنے مرید  
بھی اپنے نفس کا خود مختار نہیں رہتا۔

چوں کہ بدی پیرا تہ لیم شو  
ہم چو موسیٰ زیر حکم خضرو

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔ جب تم نے ایک پیر جن لیا اور سچے دل سے اس  
کے مرید ہو گئے تو اب چون و چرا کیوں اور کس طرح کی گنجائش نہیں رہی تسلیم  
کردا اور جس طرح بغیر جیل و حجت، اور بغیر چون و چرا کرنے کے موسیٰ علیہ السلام کو  
حضرت خضر علیہ السلام کے ماتحت چلنا پڑا۔ مرید کو بھی اسی طرح اپنے پیر کے ماتحت ہے چون  
چرا چلنا ہو گا اور اس کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بے اختیار سمجھنا ہو گا حضرت امام ربانی



مجدد الف نئی سرہندی اپنے مکتوب نمبر ۲۹۲ جلد اول میں جو آداب مرید پر مشتمل ہے اور جس کا ترجمہ تیرگا اسی باب کے شروع میں تحریر کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کسی طالب کو پیر کامل مل جائے تو چاہیے کہ اس کے وجود شریف کو عنایت جانے اور اپنے آپ کو اب اس کے حوالے کر دے۔

اپنے آپ کو پیر کے سامنے مردہ بدست غسال دیت نہلانے والے کے ہاتھوں کی طرح سمجھے۔ غالباً اسی آیت کریمہ سے یہ مضمون اخذ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۳۔ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ بِإِ

ترجمہ: اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب آپ پر اترا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا۔

اس آیت کریمہ میں اہل کتاب سے وہ مومنین مراد ہیں جو اپنی کتاب اور تمام پھیل کتابوں اور انبیاء علیہم السلام کی دعووں پر ایمان لائے اور قرآن پاک پر بھی اور وما اُنزِلَ إِلَيْكَ سے تمام قرآن پاک اور پوری شریعت محمدیہ ہے وخرائن العرفان، صرح قرآن پاک پر ایمان لانا ہر مکلف پر فرض ہے اسی طرح کتب سابقہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائیں البتہ ان پر عمل کرنا درست نہیں۔ عمل فقط قرآن کریم اور آپ کے ارشادات پر ہی کیا جائے گا چنانچہ حدیث پاک میں ایک روایت آئی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے کہ آپ حضرت عمر کی طرف متوجہ ہوئے حضرت عمر کے ہاتھ میں تدریت شریف کے چند ورق تھے اور ان کو دیکھ رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان پر پڑی چہرہ مبارک پر جلالت کے آثار ظاہر ہو گئے حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرؓ سے کہا عمر کیا کر رہے ہو حضور کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھو جب حضرت عمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو ڈر گئے

اور عرض کیا میں خدا کے رب بننے اور آپ کے نبی ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں۔ حضور سلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر موسیٰ صاحب توریت بھی اس وقت موجود ہوتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے اور تم میری موجودگی میں میری طرف سے توجہ بٹا کر ان کی کتاب کے چند اوراق کی طرف متوجہ ہو۔

## وجہ استدلال

اس آیت کریمہ میں بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ موجود ہے جو نمبر ۲ آیت کے ماتحت اوپر بیان ہو چکا ہے یعنی جس طرح مومن کے لئے فرض ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی آردہ کتابوں اور دینوں پر ایمان لائے اور عمل فقط اپنے نبی علیہ السلام اور ان کی شریعت پر کرے اسی طرح ایک صادق مرید کو چاہیے کہ وہ تمام دیگر مشائخ اور ان کے اسباق و وظائف پر اعتقاد رکھے کہ وہ حق ہیں لیکن عمل شیخ کے فرمودہ وظائف پر ہی کرے چنانچہ مولوی عبدالمجید صاحب دریا بادی اپنی تفسیر قرآن الحکیم میں صفحہ ۳ پر اسی آیت کریمہ کے ماتحت لکھتے ہیں۔ مرشد تھا نوری مدظلہ العالی نے فرمایا کہ طالب کو اعتقاد تو تمام شیوخ اہل حق کے ساتھ ایسا ہی رکھنا چاہیے جیسا اپنے شیخ کے ساتھ لیکن اتباع صرف اپنے شیخ کی کرنی چاہیے جیسا بعینہ ہی حکم انبیاء علیہم السلام کے باب میں ہے۔

۱۵- لَوْلَا بَعْضُهُمُ الْوَابِلِيُّونَ وَالْأَحْبَابُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِسْلَامَ وَالْكَلِمَةُ السُّنَّةُ  
لَيْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ هِيَ ۳

ترجمہ: انہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے بیشک بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔ یعنی کہ لوگوں کو برے کاموں سے نہیں روکتے۔

مسئلہ :- معلوم ہوا کہ علماء اور مشائخ کے لئے ضروری ہے کہ عوام کو برائی سے ودکھیں اور نیکی کی ترغیب دیں اور جو شخص ریایات سے منع کرنے کو ترک کرے اور نہی منکر سے باز رہے وہ بمنزلہ مرتکب گناہ کے ہے (خزائن) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رشد و ہدایت کے سلسلے میں علمائے ربانی و مشائخ حقانی کا حکم ماننا بھی واجب ہے مستقر شہدین و مریدین کو انکار کی گنجائش نہیں کیونکہ وہ ذرا تعدی کا حکم ہی سناتے ہیں اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مشائخ احکام شریعت کے مطابق خود بھی عمل نہیں کرتے اور اپنے متوسلین و مریدین کو ان پر عمل کا حکم نہیں دیتے وہ دونوں گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ایسے پیر، پیر کہلانے کے مستحق نہیں طالبان حق کو جہاں سے بیعت کرنے سے پہلے ہی دیکھ لیا کریں کہ وہ اپنا ہاتھ کسی کے ہاتھ میں دے رہے ہیں (مثنوی)

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست  
پس بہر دستے نباید داد درت

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے طالبان مولا ذرا ہوش سے کام لینا۔ اور سوچ سمجھ کر ہاتھ بڑھانا۔ اس آنری زمانہ میں بہت سے شیطان انسانی شکل میں پھر رہے ہیں۔ شیطانوں نے رسمایوں کا لباس پہن رکھا ہے ہر کسی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دینا۔ ورنہ دو خفتہ را خفتہ کے کند بیدار، کا معاملہ درپیش ہو گا۔ یہی نہیں کہ سونے ہوئے کو سویا ہوا جگکا نہیں سکے گا بلکہ وہ خود معصیت و فضیلت میں گرفتار ہے اس کی صحبت تجھے بھس سیاہ کار اور گمراہ بنا دے گی اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب قول الجہیل میں تکرار بیعت کا مسئلہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر غلطی سے کسی ایسے برے بیعت ہو گیا جس کا عمل خلاف شرع شریف ہے اتباع سنت نہیں کرتا و ممنوعات کا مرتکب ہوتا ہے، تو اس کو پھوڑ کر کسی با شرع مرد کامل سے بیعت کرے اور مرید ہونے کی اصلی غرض و غایت بھی یہی ہے کہ بزرگان دین کی معیت میں راہِ حق پر چل کر قرب حق حاصل کیا جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو راہِ حق پر چلانا نصیب کرے آمین۔



۱۶۔ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَيَّ سَوْولِنَا الْبَلَاءُ يَا أَيُّهَا الْمُبِين ه پ ۱۶

پھر اگر تم پھر جاؤ اطاعت رسول سے، تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے یہ دغیب و تہدید ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم الہی نجات صاف پہنچا دیا۔ تو ان کا جو فرض تھا وہ ادا ہو چکا۔ اب جو اعتراض کرے اور تعمیل حکم الہی سے منہ پھیرے وہ مستحق عذاب ہے اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مشائخ سے طریقہ ذکر نہ کر سکتے ہیں ان کو چاہیے کہ مشائخ کرام کے ارشادات کے مطابق جدوجہد کریں اور منزل مقصود کی طرف بڑھیں اور اخذ طریقہ کا شکر یہ ادا کریں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم سے کچھ ہو نہیں سکتا۔ آپ کی توبہ سے بڑا پار ہو گا اور اس طرح سستی اور غفلت کا شکار ہو کر محروم رہ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے طرف آپ نے توبہ نہیں کی جس نظر سے فلاں کو دیکھا ہے ہم پر بھی وہ ایک نظر ڈالیں کہ ہم بھی فلاں کی طرح ہو جائیں۔ ان کو اس آیت کریمہ میں خوب غور کرنا چاہیے اور اپنی غلط فہمی کا احساس کر کے جاہد واقعی سبیلہ داک کی راہ میں کوشش کرے۔ پر عمل پیرا ہو جانا چاہیے۔ علامہ اقبالؒ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت جس جہنم بھی  
یہ خاک اپنی فطرت میں نہ لوری ہے نہ ناری ہے

رباعی

پیر کیا شے ہے کہ با حکم خدا  
اتما علی س سولنا البلاء  
تم کو لے جائے سوئے رب العالی  
حکمت دین محمد مصطفیٰ

۱۷۔ وَلَقَدْ اسْتَهْنِیْ بِرَسُوْلِیْ مِّنْ قَبْلِکَ فَخَانَ بِالَّذِیْنَ مَسَخَرُوا مِنْهُمْ  
مَا کَانَ وَاوَابَهُ یَسْتَهْنِیْ وَاِن ه پ ۱۷

”اور ضرور اے محبوب! تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹھا کیا گیا۔ تو وہ جو ان سے ہنستے تھے ان کی سنسی انہیں کوڑے بھٹی با، یعنی وہ مبتلا۔ عذاب ہوئے اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی و تسکین کی خاطر ہے کہ آپ ربخیدہ و رسول نہوں کفار کا پہلے انبیاء کے ساتھ بھی یہی دستور رہا ہے اور اس کا وبال ان کفار کو اٹھانا پڑا ہے نیز مشرکین کو تینہہ ہے کہ پھلی امتوں کے حال سے عبرت حاصل کریں اور انبیاء کے ساتھ طریق ادب ملحوظ رکھیں تاکہ پہلی امتوں کی طرح مستحق عذاب نہ ہوں (خزائن)

اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اہل اللہ بزرگان دین پر پھتیاں اڑاتے ہیں اور طریق ادب و لحاظ نہیں رکھتے۔ وہ ان کی فوٹو سٹاٹ سے ہی محروم نہیں رہتے بلکہ اکثر عذاب الہی میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں وہ خود اس حقیقت کو سمجھیں یا نہ سمجھیں چنانچہ آیت ذیل کا آخری فقرہ اس پر وال ہے۔ وَهُمْ يَنْظُرُونَ عَنْهُ وَيَنْوُونَ عَنْهُ وَإِنْ يُفْلِحْ لَنْ يَأْتِيَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ہٹے اور وہ یعنی کفار کو اس سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں اور ہلاک نہیں کرتے مگر اپنی جانیں، اور ان کو شعور نہیں شان نزول: یہ آیت کفار کے حق میں نازل ہوئی جو لوگوں کو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی مجلس میں حاضر ہونے اور قرآن کریم سننے سے روکتے تھے اور خود بھی دور رہتے تھے کہ کہیں کلام مبارک ان کے دل پر بھی اثر نہ کر جائے (خزائن) اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ روشنی طبع سے اے روشنی طبع تو برمن بلا شدری

کے مرض میں مبتلا ہو کر مشائخ عظام کے پاس جانے سے دوسروں کو روکتے اور خود بھی ان سے دور رہ کر بدگمانی کے تیراندھاد صندان پر چلاتے رہتے اور دوسروں کی گمراہی کا بھی باعث بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ آمین۔

۱۰۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سُبِّحُوا لِلَّهِ وَلِلَّهِ سُبْحَانَ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

سے ایمان والا اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جیسا کہ رسول نہیں اس چیز کے لئے  
بلایا جو نہیں زندگی بخشنے کی۔

بخاری شریف میں حضرت سعید بن معنی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں  
نماز پڑھتا تھا مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلایا میں نے جواب نہ دیا پھر  
میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز  
پڑھ رہا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں  
فرمایا کہ اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو، ایسا ہی دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت  
ابی بن کعب نماز پڑھتے تھے حضور نے انہیں بلایا انہوں نے جلدی نماز ختم کر کے سلام  
عرض کیا حضور نے فرمایا تمہیں جواب دینے سے کون بات مانع ہوئی عرض کیا کہ  
حضور میں نماز پڑھ رہا تھا حضور نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن پاک میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ  
رسول کے بلانے پر حاضر ہو عرض کیا بے شک آئندہ ایسا نہ ہو گا۔ (خزائن العرفان)  
اس آیت کریمہ اور احادیث شریف سے معلوم ہوا کہ شیخ اگر اپنے مرید کو بلائے تو  
سب کام چھوڑ کر حاضر ہو۔ اگر یہ وہ نفل ہی پڑھ رہا ہو کیونکہ شیخ کی خدمت اور معیت  
نوافل پڑھنے سے زیادہ روحانی زندگی دترقی بخشتی ہے۔

## اقسام مرید

تین قسمیں ہیں مریدوں کی عیالی	مختصر کرنا ہوں میں ان کا ہاں
طالبان دنیا و عقبے و حق	اپنے شغل میں رنگ الکافی
طالب دنیا موت مست ذر	پھر رہا ہے اک کی خاطر در بدر
طالب عقبے محنت بے گماں	شکل مرداں ہے روئے زناں
طالب مولا مذکر مرد حق	دے رہا ہے سب کو وحدت کا سبق

لے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بلانا اللہ ہی کا بلاتا ہے۔



طالب دنیا ہے، دنیا کا مرید  
طالب عقبے ہے زاہد زن پرست  
زینت دنیا کی کرتا ہے خرید  
ہو رہا ہے جو جنت پر وہ دست  
روز و شب خواہش پرستی کا جوں  
کر دیا شہوات نے اسکو فردل  
طالب لاہے عشق حتی میں محو  
ماسوا کائے اسے نسباں و سہو  
عشق نے اس کو پڑھایا کیا سبق  
بھول بیٹھا یاد تھا جو ماسبق

طالب مولا مرید با صفا

طالب عاجز کو بھی مولا بنا

## آدابِ مرید صادق

جانتا ہے کون ہے صادق مرید  
نرک کر دے اپنی مرضی وہ فنا  
وہ صفت میں جس کی آیا لایرید  
شیخ کی مرضی میں ہو جائے فنا  
انتہا را پناہ رکھے زینت سار  
بے خبر ہو جائے اپنے حال سے  
یہ شیخ کے آداب سے غافل نہ ہو  
گر کہیں سے فیض کچھ اسکو ملے  
شیخ اک، اک کے لطائف بشمار  
حتی نے بخشی ہے کرامت یہ نہیں  
یہ شیخ ہی سب کچھ ہواں کے واسطے  
منظر حتی شیخ کو مانے ضرور  
مال و اولاد و جہاں و جان سے  
وہ صفت میں جس کی آیا لایرید  
شیخ کی مرضی میں ہو جائے فنا  
یہ شیخ کے آداب سے غافل نہ ہو  
گر کہیں سے فیض کچھ اسکو ملے  
شیخ اک، اک کے لطائف بشمار  
حتی نے بخشی ہے کرامت یہ نہیں  
یہ شیخ ہی سب کچھ ہواں کے واسطے  
منظر حتی شیخ کو مانے ضرور  
مال و اولاد و جہاں و جان سے

لے پہلی یاد

ہونے حسب شیخ جب تک مزید بن نہیں سکتا کبھی صادق مرید  
 ظاہر و باطن رکھے اپنا صفا اور ہے ہر حال میں وہ باوفا  
 میں آئے نظر شان خدا تاکہ وہ اکت کبھی نہ ہو جدا  
 شیخ کو دیکھا کرے صبح و مسا ہے مقدر یہ فنا فی الشیخ کا  
 شیخ کا رنگ جو کمرے نہ اختیار نہ مرید با صفا نہ جان نثار  
 مولانا فی الشیخ کا سودا سے ظاہر و باطن میں مثل اُسکے بنے  
 شیخ کو سمجھے رسول حق منہ طے ہو پیر راستہ فنا فی اللہ کا  
 مومنوں کی جو صفت ہے قرآن میں ہے مرید کی ہی سچے شان میں  
 کہ نہ ہو مومن مرید با صفا یا نہیں سکتا کبھی قرب خدا  
 مومن صادق ہی ہے سچا مرید واقعی ہے المرید لا یرید

ہو نہ طالب میں طلب، طالب نہیں

گر طلب بے سوز ہو، اب نہیں

آداب مرید کا یا بہ تمام کرنے سے پہلے دل جانتا ہے کہ حضرت مولانا الحاج مولوی  
 امام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اعلیٰ حضرت امیر ملت شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری  
 نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ مجاز اور علمائے سلسلہ میں ممتاز اور در دل رکھتے والے بزرگ تھے ان  
 کے مضمون "آداب شیخ سے" (جو آپ نے ۱۹۱۳ء میں لکھا تھا اور ماہ جون جولائی اور  
 اگست کے درج رسالہ انوار الصوفیہ ہے) چند اقتباساً استفادہ یارانِ طریقت کے لئے  
 یہاں پیش کئے جائیں تاکہ یارانِ رفیقان کی یاد بھی تازہ ہو جائے اور انہیں بھی دعائے  
 خیر سے یاد کیا جائے۔ فرماتے ہیں۔

ادب ایک نہایت ضروری امر ہے اور اس کے سوا انسان کسی درجہ کو نہیں پہنچ  
 سکتا اور نہ اپنی شرافت اور کرامت کے درجہ کو حاصل کر سکتا ہے یہ وصف جو انوں میں  
 بھی اکثر پایا جاتا ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ حیوانات اپنے مربی پرورش کنندہ کو  
 دیکھتے وقت محبت و آداب کا ایسا بڑا مذاکرتے ہیں جو غیر مربی کے ساتھ نہیں کرتے

گرچہ نیکو وہ حیوان غیر ناطق ہیں اس لئے ان اذنیاء اطوار سے حیوان ناطق معلوم کرتا ہے کہ یہ اس وقت اپنے مربی و محسن کے واسطے غایت درجہ کا تذلل و انکساری کر رہے ہیں حیوان ناطق یعنی انسان کو جو باقی حیوانات سے ممتاز کیا گیا اور اس کو معرفت کے فیضان سے مستفیض کیا گیا۔ اور یہی امانت و معرفت، اٹھانے کی وجہ سے اس کو تاج کریم پہنایا گیا ہے یہ معرفت، اس کو بجز و صفیاء اور اس کے حصول کے حاصل نہیں ہو سکتی لہذا اس کا حاصل کرنا ضروری ہے جس کے مفید اثر کے سبب انسان مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے جس قدر اس میں مفید اثر زیادہ ہوگا اسکی قدر زیادہ مستفیض ہوگا کسی نے سچ فرمایا ہے

کردم از عقل سولے کہ بگو ایمان چسیت  
عقل در گوشش ولم گفت کہ ایمان ادب است

ادب تا بصیت از لطف الہی

بند بر سر برو ہر جا کہ خواہی

پس ادب ہی ایمان ہے اور یہی لطف الہی کا تاج ہے جو انسان کے سر پر رکھا گیا ہے۔ الحاصل راہ سلوک بالکل ادب ہے جو حتی الوسع انسان کی رعایت ملحوظ رکھے گا اور برتقید یہ رعایت کامل نہ ہونے کے لئے آپ کو سدر دار نہ سمجھے گا تو وہ بزرگوں کے فیض و برکت سے محروم رہے گا حضرت مولانا مرحوم و مغفور آیات خریفہ کے حوالے دیتے ہوئے آئیر پر رقم فرماتے ہیں۔

قرآن کریم نے جو آداب حضرت علیہ التعمیہ و التسلیمات کے اصحاب کو سکھلائے وہی آداب مرید کو شیخ کے کرنے ضروری ہیں کیونکہ حضرت شیخ الطریقیت اسی حضرت علی و اقدس کے فیضان سے مستفیض ہیں اور اسی مدرس برحق سرکار والا حضرت محمد الرسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے مدرسہ عالیہ کے سنیادانہ ہیں اور شیخ کا فرمان اپنی امت میں دیا ہی درجہ کتاب ہے جیسے فیہ کا حکم اپنے مریدوں کے

مطالب رشیدی میں مذکور ہے۔ مرید را محافظ آل با بدواست کہ پیر بجا ہے



زیادہ ازیں چہ گوئم۔ اگر درخانہ کس است یک حرف بس است۔  
 حضرت قید و کعبہ سرتاج الادیب مقبول بارگاہ رب العلاء شیخ الشیوخ حضرت  
 امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں اور دیگر بزرگوں  
 کے کلام سے بھی اسی طرح ثابت ہے کہ مرید کو اپنے پیر کا مل کی بیعت کے بعد ان آداب  
 کا خیال رکھنا نہایت ضروری امر ہے خدا ہم کو طاقت عمل عطا فرمائے۔ آمین۔ یارب  
 العالمین بحرمت سید الکاملین۔ آداب یہ ہیں۔

اول یہ کہ اعتقاد کرے کہ میرا مطلب اسی مرشد سے حاصل ہوگا اگر دوسری طرف  
 توجہ کرے گا تو فیض و برکت سے محروم رہے گا آج کل یہی سبب ہے کہ عوام  
 الناس فیض سے محروم رہتے ہیں جس فیض کو دیکھا چار روز کے واسطے ان کے پیچھے لگ گئے  
 ۲۔ ہر طرح مرشد کا مطیع ہو اور جان و مال سے اس کی خدمت کرے کیونکہ بغیر  
 پیر کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور محبت کا ترازو بھی سے سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اگر عاشقی دامن او بگیر

وگر گویدت جان بدہ گو بگیر

۱۔ اگر تو عاشقی ہے تو اس کا دامن بگڑے اور اگر تجھے کچھ جان دو تو عرس کر کہ رہیے  
 صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنا مال و جان، اولاد اور والدین کس طرح قربان  
 کئے ہزاروں مثالیں کتب احادیث و سیر میں موجود ہیں  
 ۳۔ مرشد جو کچھ کہے اس پر عمل کرے۔ بے تامل فوراً بجالائے روگردانی نہ کرے  
 سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دریغ است رو از کسے تافتن

کہ دیگر نشاید چنیں یا فتن

کسی ایسی ہستی سے منہ پھیرنا افسوسناک ہے کیونکہ اس کی طرح دوسری ہستی کا پانا ممکن نہ ہو  
 ۴۔ جو ورد و وظیفہ مرشد تقدیم کرے اس کی کوڑھے اور تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اس  
 نے اپنی طربت پر ٹھنڈا ترس کیا ہو یا دوسرے نے بتایا ہو۔

۵۔ مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہنا چاہیے یہاں تک کہ سوائے فرض و سنن نماز نفل یا کوئی اور وظیفہ بغیر اس کی اجازت کے نہ پڑھے کیونکہ پیر کامل کی صحبت و رود و طائف پر مقدم ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یک زمانہ صحبت با اولیا  
بہتر از صد سالہ طاعت ہے بیا

اولیاء اللہ کی ایک گھڑی کی صحبت سو سال کی بے ریا خالص عبادت یعنی بندگی سے بہتر ہے۔

۶۔ اس کے رد و بر و کسی سے بات نہ کرے بلکہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔  
۷۔ جو کچھ مرشد کہے یا کرے اس پر اعتراض نہ کرے۔۔۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کا قصہ یاد کرے۔ معترض انبیاء کی صحبتوں سے خالی رہے۔۔۔ مولانا مرحوم آگے لکھتے ہیں کہ مرشد کے آداب و حقوق استاد اور والدین سے کہیں زیادہ ہیں اس کی تائید میں مطالب رشیدیہ میں سے عبارت فارسی نقل فرماتے ہیں جس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے، استاد اور پدر بزرگ کے آداب و حق برابر ہیں مگر پیر و مرشد کے آداب اور مقام سب سے بلند ہیں کیونکہ پیر اس کو کہتے ہیں کہ اس سے بیعت کرے اور تربیت پائے اور اس کی بدولت خدا رسیدہ بنے مگر یہ ان پیروں کے بغیر نہیں ہو سکتا جن کو مشائخ کہا جاتا ہے۔ بظہان دوسروں کے کہ ظاہری علم کی تعلیم عربی یا فارسی وغیرہ میں کرتے ہیں یا کوئی ہنر سکھاتے ہیں پس مشائخ کے مرتبہ کو وہ کیسے پہنچ سکتے ہیں نیز پیر کا مرتبہ اس لئے بھی باپ سے زیادہ ہے کہ باپ بدن کی پرورش کرتا ہے اور پیر روح کی پرورش۔ باپ دنیاوی خدمت کا بہت خواہشمند ہوتا ہے اگر بیٹا ذرا بھی قصور کرے تو ناراض ہو جاتا ہے اور اس کو عاق کر دیتا ہے اور پیر کی تمام تر شفقت مرید پر ہوتی ہے اس سے خدمت کا طالب نہیں ہوتا اور اس کے حال کی طرف مٹو بہرہ ہوتا ہے نیز چاہنا ہے کہ دنیا میں بھی اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے اور ساقبت میں بھی۔ لہذا شیخ کے آداب و حقوق مرید کے لئے لازم ہیں۔

کرتا ہے ممنوع زاہد تو اس کے عشق سے  
معذوب ہے کہ تُو نے دیکھا نہیں اُسے



باب سوّم

تصویر

آداب مریدین سے ایک اہم مسئلہ تصور شیخ کا ہے جس کی برکت سے سالک فنا فی الشیخ کا مقام حاصل کر کے منزل فنا فی اللہ کی طرف گامزن ہوتا ہے اس لئے اس کا بیان بھی نہایت ضروری ہے چونکہ بعض لوگ تصور شیخ پر زکوٰۃ جلتی کرتے اور اس کو شرک و بدعت وغیرہ سمجھتے ہیں اس لئے اس پر خاص فرسائی کرنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق حضرت مولانا محمد شریف صاحب محدث حنفی نقشبندی مجددی کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو عالمانہ جواز تصور شیخ کا رقم فرمایا ہے استفادہ ناظرین کے لئے اس کا ضروری حصہ یہاں درج کر دیا جائے۔

تصور آنکہ در منزل رساند بمنزل چوں رکی پس اصل ماند  
تصور منزل مقصود پر پہنچانا ہے۔ تو جو منزل پر پہنچ گیا تو اصل حقیقت کو پایا یعنی مقصود حاصل ہو گیا۔

تعریف : تصور شیخ جس کو رابطہ شیخ یا شغل برزخ کہتے ہیں۔ شیخ کامل مکمل کے ساتھ محبت راستہ ہونے کا نام ہے۔ مرید کو جب اپنے شیخ سے کامل محبت ہوتی ہے تو شیخ کی صورت خیالی کا تے تکلف و سزا آنا لازمی ہے کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا کہ یا وجود محبت راستہ کے محبوب کی صورت کا خیال نہ ہو جو لوگ تصور شیخ کو شرک، بدعت یا حرام کہتے ہیں وہ غلط فہمی کا شکار ہیں اور معذور بھی اس لئے کہ ایک تو انہوں نے تصور شیخ کے مفہوم کو سمجھا ہی نہیں دوسرے وہ اس کو چہ سے ہی نابلد ہیں۔

منع ہم کنی از عشق وے اے زاہد زماں  
معذور دار مت کہ تو اور اندیدہ  
کہتا ہے منع زاہد تو اس کے عشق سے معذور ہے کہ تو نے دیکھا نہیں اے

تصور شیخ کے ماننے والے سلف صالحین

اس میں کوئی شک نہیں کہ بزرگان دین میں اکابر عن اکابر کی تعلیم چلی آئی ہے اور مشائخ علیہ الرحمۃ نے اس کو وسیلہ ہدایت سمجھا ہے اور یقیناً اکثر طالبان حق کو اس

طریق سے فیض پہنچا ہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ صاحب  
 محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی شاہ عبدالقدوس  
 صاحب گنگوہی شاہ کلیم اللہ صاحب جہاں آبادی حضرت تاج الدین صاحب خلیفہ  
 حضرت باقی باللہ صاحب دہلوی وغیرہم نے جن کی ولایت مسلم ہے بڑے زور سے تصویح  
 کو جائز فرمایا ہے اور نہ صرف جائز بلکہ اقرب الوسائل دکامیاب ترین وسیلہ فرمایا ہے پس ایک  
 طالب حق کے لئے صرف یہی ایک دلیل کافی دانی ہے۔ اگر تصویح شرک یا بدعت ہوتا تو حضرات  
 مشائخ علیہ الرحمۃ کبھی اس کو جائز نہ فرماتے۔ بالخصوص حضرت مجدد الف ثانی جہنوں نے اتباع  
 سنت اور اجتناب بدعت میں کوئی ریفقہ فروگذاشت نہیں فرمایا ہرگز اس کے مجوز نہ ہوتے اتباع  
 سنت میں شیخ کے خیال کا دامن گیر رہنا تصویح کھلاتا ہے۔

بزرگان دین کا متبع سنت بوی ہونا

امام شعرانی زین المیزان میں فرماتے ہیں اولیاء اللہ جب مرتبہ کمال کو پہنچ جاتے ہیں  
 تو شرع کے احکام و ہاں سے انحراف کرتے ہیں جہاں سے آئمہ مجتہدین نے انحراف کے بلکہ فراتے  
 ہیں "وَجَسَّامَ عَلَيْهِ اِنْ يَخْطَا اَخْطَاةً فِى شَيْءٍ لَا يَدْرِى اَقْدَمَ نَبِيَهُ اِمَامَهُ نَبِيَهُ"  
 یعنی اس دلی کمال پر حرام ہو جاتا ہے کہ ایک قدم بھی ایسے مقام پر چلے جہاں حضور علیہ السلام  
 کا قدم مبارک اس کے سامنے نہ ہو یعنی حضور علیہ السلام کے بظلمات ایک قدم چلنا بھی اس  
 کو حرام ہو جاتا ہے۔

### اطاعت "اولی الامر" کی تشریح

نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعت اولی الامر کا ارشاد فرمایا ہے اور امر و قسم کا بے  
 دینی اور دنیاوی۔ دنیاوی امور میں اولی الامر حکام ہیں جس کی اطاعت اس آیت  
 کی رو سے واجب ہے بشرطیکہ شریعت محمدیہ کے خلاف نہ ہو۔ پھر دینی امر و قسم کے بے  
 ظاہری اور باطنی۔ دینی باطنی امور میں اولی الامر مشائخ طریقت ہیں۔ ان کی اطاعت  
 بھی اس آیت کریمہ کے حکم سے لازم ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں اور



مولوی خرم علی بلہوری نے ایسا ہی لکھ ہے تو اسی صورت میں جب کہ اکابر اولیاء اللہ اس کے جواز میں صراحتاً ارشاد فرماتے ہیں اور ان کا ارشاد حسب فرمودہ امام شعرانی مستنبط من القرآن والسنة ہوتا ہے تو منکر کے لئے کوئی وجہ موجود نہیں ہے اگرچہ حضرات موفیائے کرام کا فرمانا ہی ہمارے لئے کافی دلیل ہے مگر چونکہ منکرین کی تسلی صرف اسی پر اکتفا کرنے سے نہیں ہو سکتی اس لئے ان چند سطور میں تصویر شیخ کا اصول کے رد سے جائز ہونا اور اس کا جواز قرآن و حدیث سے مستنبط ہونا عرض کرتا ہے۔

### کسی مسئلہ کے غلط یا صحیح پر کھنے کا قاعدہ کلیہ

دائع ہو کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے جب تک دلیل کراہت یا فساد نہ ملے۔ علامہ علی مکیؒ رسالہ اقتدایا بالخالف میں فرماتے ہیں من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلة هو المحبة و ما القدر بالفساد والکراهة ینحتاج الی اجماع۔ امام نووی شرح مسلم صحیح جلد اول میں فرماتے ہیں فالاصل ان لا یمنع حتی ینبت یعنی قاعدہ یہ ہے کہ کوئی چیز منع نہیں جب تک ممانعت ثابت نہ ہو جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے خدا تعالیٰ نے سکوت فرمایا وہ معاف ہے یعنی اس میں کچھ مواخذہ نہیں ہے اس حدیث کی تصدیق قرآن کریم میں بھی موجود ہے یدبھا الذین امنوا الا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسوکم وان تسئلوا عنھا حین ینزل القرآن تبدلکم عفا اللہ عنھا واللہ غفور حلیم ۵ پ ۷

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر نہیں اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اللہ بخشنے والا اور حلیم ہے اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن کریم و حدیث میں نہیں وہ منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں۔ دارقطنی میں مرفوعاً آیا ہے۔ ان اللہ تعالیٰ فرض فریض فلا تضيعوها و حرّم محرمان فلا تتکلموا بها احد احد و داء فلا تعدواھا

وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبختوا عنها الحدیث (۱)  
 اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں ان کو ضائع نہ کرو۔ دھپوڑو نہیں، اور کچھ  
 چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے پس ان کے پیچھے نہ پڑو نزدیک نہ جاؤ، اور حدیں مقرر فرمائیں ہیں  
 پس تم حدود سے تجاوز نہ کرو۔ اور بعض چیزوں سے بغیر بھول و نسیان کے خاموشی فرمائی ہے  
 ان کو بحث میں نہ لاؤ۔

**الحدیث صحیح مسلم** میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ آیا ہے "وذر فی ما ترکتم فانما  
 هلك من كان قبلكم بكثره سوالهم واختلافهم علی انبیاءهم فاذا نصیتکم من  
 شیئی فاجتنبواھا فاذا امرتکم باھد فالتوا منه ما استطعتم۔ دھپوڑو مجھے اگر میں  
 ترک کرو تمہیں نہ بتاؤں یہ شک تم سے پہلے لوگ سوال بکثرت کرنے اور اپنے انبیاء علیہم السلام  
 میں اختلاف کرنے کے سبب ہلاک ہو گئے پس جب تم کو کسی چیز سے منع کر دوں تو اس سے پرہیز  
 کرو۔ بچ جاؤ اور جب کسی چیز کا حکم کر دوں تو صحتی الوسع اس کی تعمیل کرو۔

بخاری و مسلم میں بروایت سعد بن ابی وقاص آیا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 "ان اعظم المسالین فی المسلمین خبر ما من سأل عن شیئی لم یجدهم علی الناس  
 فخر من اجل مسئلۃ مسلمانوں میں بڑا گنہگار وہ مسلمان ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے جو  
 لوگوں پر حرام نہ تھی۔ پس اس کے سوال کرنے سے حرام ہوئی، معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث  
 میں نہیں وہ اصل جواز پر ہیں ورنہ مطلقاً ذکر نہ ہونے سے اگر ممنوع ہو تو اس سائل کی کیا خطا؟  
 وہ بغیر پوچھے ہی ممنوع رہتی۔ الغرض یہ علم پورا رکھنا چاہیے کہ قرآن کریم و حدیث شریف سے جس کی  
 بھلائی ثابت ہو۔ وہ بھلی اور جس کی برائی ثابت ہو وہ بری اور جس کی نسبت کچھ بھی ثابت نہ ہو  
 وہ جائز اور مباح رہے گی اس کو حرام یا ممنوع یا بدعت وغیرہ کہنا شریعت پر افترا ہوگا اللہ  
 جل شانہ فرماتے ہیں۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكُذِبَ هَذَا حَلَالٌ  
 وَ هَذَا حَرَامٌ لِنَسْنَأُ وَعَلَى اللَّهِ الْكُذِبُ إِنَّ الَّذِينَ يَقْتُرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ  
 لَا يَفْلَحُونَ ہاں اے اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبان بھوٹ بیان کرتی ہے یہ حلال ہے اور  
 یہ حرام ہے کہ اللہ پر بھوٹ باندھو۔ بے شک جو اللہ پر بھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔

علامہ قسطلانی شارح بخاری مؤاہب لدنیہ میں فرماتے ہیں **الْفِعْلُ يَدُلُّ عَلَى الْجَوَازِ دَعْمَهُ الْفِعْلُ لَا يَدُلُّ عَلَى الْمَنْعِ** یعنی فعل جواز پر دلالت کرتا ہے اور عدم فعل منع پر دلالت نہیں کرتا جب یہ ثابت ہو گیا کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے جب تک دلیل کراہت یا فساد نہ ہو کوئی شے مکروہ یا حرام نہیں ہو سکتی تو اب اس اصل پر اس مسئلہ کو حل کر لیجئے۔  
تصویر شیخ کی بمالعت میں نہ کوئی آیت ہے نہ حدیث۔ اس لئے اپنی اصل پر بے گامی اس کے جوازیں کوئی کلام نہیں جو لوگ اس کو حرام سمجھتے ہیں ان کی خوش فہمی ہے۔

### تصویر کی حقیقت

طالب صلاحتی جب اپنے شیخ کا تصور کرتا ہے تو نہ اس کو شریک فی الالوہیت سمجھتا ہے نہ شریک فی العبادت نہ اس کا ذکر کرتا ہے نہ اس کا نام لیتا ہے۔ بلکہ خدا کا ذکر کرتے ہوئے اپنے پرانگندہ خیالات کو ایک طرف باندھ لیتا ہے تاکہ اس کو یکسوئی حاصل ہو تو اس صورت میں کسی طرح اس پر شرک کی تعریف صادق نہیں آتی پس جو لوگ تصویر شیخ کو شرک کہتے ہیں سخت غلطی پر ہیں ہاں بعض ابنائے زمان تصور شیخ کو بدعت کہتے ہیں اور اس پر **كُلُّ بَدْعٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّاسِ كَهَرَجٍ خَوْشٍ كَرِيْتٍ** لیں مگر یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح انہوں نے تصور کے مفہوم کو نہیں سمجھا اسی طرح انہوں نے بدعت کے مفہوم کو بھی نہیں سمجھا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس جگہ مختصر طور پر بدعت کی بھی تفصیل کر دوں کیونکہ اس مضمون کے ساتھ کئی مسائل کا حل وابستہ ہے اس مضمون کو اچھی طرح سمجھ لینے سے نہ صرف تصویر شیخ کا مسئلہ حل ہو گا بلکہ مجالس میلاد شریف، عرس شریف، ختمات اور شبینہ ڈیزو کئی مسائل کا فیصلہ ہو جائے گا۔

### بدعت کی تعریف

بدعت شرعی وہ ہے جو قرآن شریف یا حدیث صحیح یا اجماع یا کسی اثر کے برخلاف دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جائے اسی کو حضور علیہ السلام نے ضلالت فرمایا اور جو



و بعد اہل بدعت کے حتیٰ میں ہے اس سے یہی بدعت مراد ہے لیکن کوئی ایسا امر جو قرآن شریف یا حدیث شریف یا اجماع کے خلاف نہ ہو نیا شروع کیا جائے تو وہ حکماً سنت ہو گا اس کو بدعت سمجھنا غلط ہے۔

### رہبانیت کے جواز و عدم جواز کی دلچسپ بحث

نصاری نے رہبانیت خود بخود ایک بدعت رکالی جس کا حکم حق تعالیٰ نے نہیں دیا تھا لیکن مخالفت بھی نہیں تھی اور انہوں نے محض خدا کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے رہبانیت ایجاد کی پھر انہوں نے اس کو اچھی طرح نہ نبھایا اس پر خدا تعالیٰ نے ناراضگی ظاہر فرمادی چنانچہ فرمایا **وَ مَا هَبَانِيَّةٌ اَبْتَدَعُوْهَا حَقٌّ سَّ عَابَتْهَا الْحَقُّ** اور راہب بنا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے رکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نبھایا جیسا اس کے نبھانے کا حق تھا تو ان کے ایمان والوں کا ہم نے اس کو ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہتے ناسی ہیں اس آیت شریفہ سے ثابت ہوا کہ کوئی نیا طریقہ ایجاد کر کے پھر اس کو چھوڑ دینا اور اس کی رعایت نہ کرنا بہت برا ہے پس اگر ہر ایک بدعت بری ہوتی تو رہبانیت کی عدم رعایت پر حق تعالیٰ ناراضگی ظاہر نہ فرماتے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی **فتح الباری** شرح صحیح بخاری جز خامس ص ۵۹۶ میں فرماتے ہیں **كَمَا التَّزَمَ نَاسُ الْمَوْهَبَانِيَّةِ مِنْ قَبْلِ النَّصَرَةِ ثُمَّ عَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ التَّقْصِيرَ فِيهَا فَقَالَ مَا سَعَوْهَا حَقٌّ سَّ عَابَتْهَا** جس طرح لوگوں نے رہبانیت پہلے اپنے پر لازم کر لی پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں قصور کرنے کا عیب ان پر رکھا پس کہا اللہ نے، پس نہ رعایت کی انہوں نے اس (رہبانیت) کی جیسا کہ اہل کی رعایت کرنے کا حق تھا حضرت ابو امامہ باہلی فرماتے ہیں **اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ وَ كَذٰلِكَ يَكْتُبُ قِيَامَهُ وَ اِنَّ مَا الصِّيَامِ شَيْءٌ اَبْتَدَعُوْهُ فَاَمَّا عَلَيْهِ وَ لَا تَتْرُكُوْهُ فَاِنَّ النَّاسَ مِنْ بَنِي اِسْرَائِيْلَ اَبْتَدَعُوْا بَدْعَةَ اِسْتِغَاةٍ سَّ ضَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَمَا تَتَّعَمُّوْا**

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ماہِ رمضان کے روزے تم پر فرض کئے اور اس کا قیام فرض نہیں فرمایا یہ قیام تم نے خود ایک بدعت ایجاد کی پس اس پر ہمیں رکھو اور مت چھوڑو کیونکہ بنی اسرائیل کے چند لوگوں نے خدا کی رضا مندی کے لئے ایک بدعت نکالی پھر خدا تعالیٰ نے ان کو اس کے ترک پر ملامت فرمائی۔ پھر ابوامامہ نے آیت دَسَّ صِبَا نِيَّةً اُبْتَدَعُوْهَا پڑھی۔ حافظ ابن حجر فتح الباری جزو ۲ ص ۲۱ میں بھی فرماتے ہیں دَسَّ بِذَلِكَ اِلَى طَرِيقِ الْمَدَّ صِبَا نِيَّةً فَاَنْتَهُمُ الَّذِيْنَ اُبْتَدَعُوْهَا التَّشْدِيْدُ كَمَا وَصَفَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى دَقْدَبًا مَّا وَجُوْهُ بِهَا التَّرَمُوْهُ يَعْنِيْ اِلَى لُوْغُوْنَ نَعْنِيْ رَهْبَانِيَّةٍ اِسْبَادُكَرْ كَعِ اِيْكَ شَدَّتْ اِيْنَةَ لَفْسُوْنَ پَر لَازِم كَرْنِيْ پَعْر خَدَا تَعَلَّى نَعْنِيْ اِن لُوْغُوْنَ كَا عِيْب بِيَان كِيَا كَا اِنھُوْنَ نَعْنِيْ جِس حِيْز كُو لَازِم پَكْرَا نَحْنَا پَر رَا نَعْنِيْ اِس حَدِيْث وَا قْوَالِ ابْنِ حَجْرٍ سَعْنِيْ ثَابِتٌ هُوَا كَمَا كَاللّٰهُ حَلَّ شَا نَهُ نَعْنِيْ اِن كَعْنِيْ تَرْكَ رَعَا يَتِ پَر نَارَ فَعْلٍ ظَا هِرَ فَرْمَانِيْ دُو سَرِيْ جَمْعٌ اَرْشَادٌ هُوَا تَابِعٌ جِس كَا تَرْجَمَهُ ذِيْلٌ مِيْ يَسَعْنِيْ تَرْجَمَهُ : رَهْبُوْدٌ اَوْ مَشْرِكِيْنٌ اَهْلُ اِيْمَانٍ كَعْنِيْ مَبْتَدِئِيْنٌ اِيْنِ اَوْ رَهْبَانِيْنِ اِن كِيْ نَسْبَتُ كَمِ يَسَعْنِيْ دَجْمٌ يَسَعْنِيْ اِن مِيْ يَسَعْنِيْ سَعْنِيْ بَرَّ سَعْنِيْ عَالَمٌ (بَعْضُ رَهْبَانِيْنِ) مِيْ يَسَعْنِيْ اَوْ رَاهِبٌ (كُو شَهْ نَشِيْنِ) تُوَا كِيْ اِيْتِ سَعْنِيْ ثَابِتٌ هُوَا كَمَا رَهْبَانِيَّةٌ اِكْرَهٌ بَدْعَةٌ مَعْنِيْ نَعْنِيْ اِس وَا سَطْلُ حَقِّ سَعْنَانِيْ نَعْنِيْ رَهْبَانِيْنِ كَعْنِيْ اَوْ صَافِيْنِ سَعْنِيْ رَاهِبٌ هُوَا بِيَانٌ فَرْمَا يَسَعْنِيْ .

### راہبوں کے قتل کرنے کی ممانعت

مسند امام احمد میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام جب برادہ جنگ گھر سے نکلے تو فرماتے: بسم اللہ کفار سے لڑو۔ لیکن راہبوں اور بچوں کو قتل مت کرو۔ اس حدیث سے بھی رہبانیت کی خوبی ثابت ہوئی۔ اگر بدعت مذکورہ ہوتی تو راہبوں کو جو بقتول ان کے بدعتی تھے پہلے قتل کا ارشاد ہوتا۔

### اسلام میں رہبانیت کیا ہے؟

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ اس امت کی رہبانیت ہجرت ہے ایک





اتَّبِعَهُ كَان مَسْبُوقًا عَلَيْهِ يَعْنِي دَه نِيكَ يَا بِرَاطِرِ لِقَةِ جَوَاكُنْ لِي اِيْجَادِ كِيَا هِي بَرَابَرِ هِي  
 كِه اِسْ نِي اِبْتَدَا نِكَا لِي بِرِيَا اِسْ سِي پِي كِي سِي اِدْر نِي نِكَا لِي هُو.

### بدعتِ حسنہ کا ثبوت

اس تحقیق سے کما حقہ ثابت ہو گیا کہ ہر ایک مومن کو حضور علیہ السلام کی طرف سے ابازت حاصل تھی کہ وہ نیک طریقہ نکالے پھر قیامت تک جو کوئی اس پر عمل کرے گا اس سے پہلے موجود کو ہر ایک کے موافق ثواب ملتا رہے گا یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے وصال مبارک کے بعد صحابہ کرام نے کئی طریقے نکالے اور ثواب حاصل کئے اور بعض صحابہ نے خود حضور علیہ السلام کے سامنے اپنی طرف سے نیک امور ایجاد کئے تو حضور علیہ السلام نے دیکھ کر پسند فرمائے۔

### نماز جمعہ کا موجد

نماز جمعہ خود صحابہ کرام نے مدینہ شریف میں ایجاد کی اور سعد بن زرارہ نے پڑھائی پھر جمعہ کی فرضیت نازل ہوئی دلفعلہ ابن حجرنی الشیخ دایمل) اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک دن سورۃ بقرہ نماز عشاء میں پڑھی ایک صحابی نے جماعت چھوڑ کر علیحدہ پڑھ لی۔ جب یہ واقعہ حضور علیہ السلام کے سامنے پیش آیا۔ تو حضور نے معاذ کو فرمایا یا معاذ افتاک انت؟ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جس صحابی نے جماعت چھوڑ کر علیحدہ نماز پڑھی اس کو حضور علیہ السلام سے ایسا کرنے کی اجازت تھی ہرگز نہیں بلکہ اس حدیث سے اجازت ہوئی۔ کیا اس صحابی کو ایک امر خود بخود کر لینے سے حدیث مَن اَحَدَتْ بِيْ اَسْرَفَا كَا خِيَالٍ نَهْ اَيَا۔

الحديث :- ابوداؤد میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک صحابی کو فرمایا کہ تو شہد میں کیا پڑھتا ہے؟ اس نے عرض کی کہ شہادت کہتا ہوں اور جنت مانگتا ہوں۔ دوزخ نہ پناہ چاہتا ہوں حضور نے فرمایا سَوْطُهُمَا ذَنْبَانِ ہم بھی اسی کے

گرد پڑتے ہیں یعنی اسی طرح کہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور جو دعا پڑھتے تھے وہ اور بھی اور جو اس صحابی نے پڑھی وہ اس کی اپنی ایجاد کردہ تھی مگر حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے اپنی دعا کیوں ایجاد کی اور میری کیوں نہیں پڑھی یہی طرح امام بخاری نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن ہم حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور سمیع اللہ لمن حمد فرمایا تو ایک مقتدی نے کہا میں بتانا کہ الحمد اکثیراً طیباً ہبائے گا فیہ جب آپ فارغ ہوئے تو پوچھا من المتکلم، اس نے کہا انا فرمایا من ایت بصدقة وثلثین صلکما یتلہ وھما الیھم ینکتھا اول۔ اس حدیث کے تحت میں حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں۔ استدلال بہ علی جوان احداث ذکر فی الصلوة غیر ما لقسای اذا کان غیر مخالف للماثوس۔ دیکھو اس صحابی نے حمد اکثیراً اپنی طرف سے پڑھا ابھی آپ نے جواز کا حکم نہیں فرمایا تھا کہ اس کلمہ کو ملائک لیتے آگے پس اگر مطلقاً احداث منع ہوتا تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صحابی کو بجائے پسند فرمانے کے منع کرتے پس جب نماز میں احداث ذکر جائز ہے تو غیر نماز میں بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

الحديث بہ بخاری شریف میں آیا ہے ایک صحابی جب نماز پڑھتا تو قل شریف سے شروع کرتا پھر اور سورۃ ملاتا۔ اس کے مقتدیوں نے کہا کیا تجھے یہ سورۃ کافی نہیں یا تو صرف اسی کو پڑھا کر دیا دوسری سورۃ پڑھا کر داس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا اگر تمہاری مرضی ہو تو جماعت کراؤں گا ورنہ نہیں پھر یہ واقعہ حضور علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا ما یمنعک ان تفعل ما یا صدک بہ اصحابک وما یمنعک علی الزوم هذا السورۃ فی کل ماکعة فقال انی اجمعا قال حبک ایاھا اذ خلک الجنتۃ کس چیز نے تجھے منع کیا کہ وہ کرے جو تیرے سامنے تجھے کہتے ہیں اور ہر رکعت میں اس سورۃ کو تو نے کیوں لازم پکڑا ہے۔ اس نے جواب دیا میں اس سورۃ کو بہت محبت کرتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اس سورت کے ساتھ تیری محبت ہے یہ تجھے جنت میں داخل کرے گی۔ اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ سرور عالم نے اس

صحابی کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی تھی بلکہ فرماتے ہیں کہ تو نے اس صورت کو کیوں لازم پکڑا ہے اور کیوں اپنے مقتدیوں کا کہنا نہیں ماننا معلوم ہوا کہ اس صحابی نے حضور کی بغیر اجازت کے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ تاہم حضور ناراض نہیں ہوئے بلکہ ایسے خوش ہوئے کہ اس کو وعدہ جنت فرمایا تو معلوم ہوا کہ جو شخص کوئی نیک طریقہ خدا و رسول کی محبت سے نکالے اس پر حضور علیہ السلام خوش ہیں بلکہ وہ انشاء اللہ ضرور جنت میں داخل ہوگا اس حدیث میں ایک اور لفظ بھی قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ صحابی نے وجہ زدم سورہ اِخْلَاص کی محبت فرمائی اور حضور علیہ السلام نے اس محبت کے سبب اس کو وعدہ جنت فرمایا اسی طرح حضرت بلالؓ کی پاپوش کی آبرٹ جو حضور علیہ السلام نے معراج کی رات بہشت میں سنی اور واپس آکر بلالؓ سے دریافت فرمایا تو اس نے تجتہ الوضوء کا پڑھنا عرض کیا پس یہ نفل تجتہ الوضوء خود حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شروع کئے ہوئے تھے جو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز رکھے۔

اذان جمعہ کا موجد۔ حضور علیہ السلام کی وفات شریفہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی اذان اول زائد کی جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ تھی آپ کے زمانہ میں صرف اذان حرمہ تہ پہلے ہوتی ہے وہی ہوتی تھی۔

شراب کی حد شرعی، اسی طرح حضور علیہ السلام کے زمانہ میں شراب کی حد جو تینوں سے بڑھانا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی رہی لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چابیس کوڑے سے انہی تک زیادہ کئے۔ کیا یہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر زیادتی نہیں؟

عید گاہ میں منبر۔ اسی طرح عید گاہ میں منبر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بنوایا گیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر چڑھ کر عید کا خطبہ پڑھا اگر بدعت ہوتی تو کیوں نہ گرایا جاتا، اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا حضور علیہ السلام نے کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی بعد میں یہ رواج ہوا اور کون کہہ سکتا ہے کہ تصنیف و تالیف بدعت سیئہ ہے؟ اسی طرح محدثین کے قواعد و اصول و اقسام حدیث صحیح



حسن شاذ۔ منکر۔ مدس وغیرہ سب بعد میں ایجاد ہوئے۔  
 بہر حال یہ ماننا پڑے گا کہ جو بات نئی قرآن و حدیث کے برخلاف ہوگی وہ گمراہی اور  
 ضلالت ہوگی اور جس کام کا قرآن کریم میں اور حدیث شریف میں نہ امر ہو نہ ممانعت، اس کا  
 ایجاد کرنا، اس پر علی سبیل الدوام عمل کرنا موجب از دیات حسات ہے سرور عالم صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم جس عمل کو شروع فرماتے اس پر دوام رکھتے اور یہی ارشاد فرماتے عمل اگرچہ  
 مختور ہو اس کا دوام رکھنا چاہیے۔

پس تصویر شیخ اگر اکابر دین کا خود ایجاد کر دیا عمل ہے تو بھی حسب تحقیق بالا چونکہ اس  
 کی ممانعت قرآن و حدیث میں نہیں ہے اس لئے اس پر لازمی طور پر عمل کرنا موجب سعادت  
 اور اس کا ترک کرنا حکم ساس عوہا حق سے عایتھا موجب شقاوت ہے۔ یہاں تک علی سبیل  
 التشریح بیان کیا گیا ہے یعنی بالفرض ہم مانتے ہیں کہ اس کا حکم نہ قرآن میں ہے نہ حدیث  
 میں۔ لیکن اس کی ممانعت بھی نہیں۔ اور جس چیز کی ممانعت با امر قرآن و حدیث میں نہ  
 ہو وہ اپنے اصل جواز پر رہے گی۔ کما یذکرہ <sup>رہا</sup> اور ہم نے یہ بھی مانا کہ متاخرین نے تصویر شیخ  
 کو ایجاد فرمایا ہے تو بھی ہم اس کو شرعی بدعت ہرگز نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ بدعتیں  
 مخالفت قرآن و حدیث ضروری ہے اور یہ ایسا نہیں۔ نہ کسی آیت کے خلاف ہے نہ کسی حدیث  
 کے، نہ اجماع کے۔ پس بدعت بھی نہ ہوا۔ اللہ الحمد! لیکن میں کہتا ہوں کہ ہمارے پاس اس  
 کے جواز کے ثبوت میں قرآن شریف اور احادیث صحیحہ بھی موجود ہیں اگر نہ نظر انصاف دیکھے  
 تو انشاء اللہ بجز نسیم کرنے کے کوئی چارہ نہ پائے گا

شیخ کی محبت باعث لزوم تصویر شیخ ہے المدونہ منہ من احث

تصویر شیخ کا مسئلہ حدیث بالا سے طے ہو گیا کہ شیخ کی محبت باعث لزوم تصویر  
 شیخ ہے جس طرح قتل شریف کی محبت باعث لزوم قتل شریف ہے اور قتل شریف کی  
 محبت سبب دخول جنت ہے پس اسی طرح شیخ کی محبت سبب دخول جنت ہے۔ فافہم  
 دیکھیں کیا بڑھنا

محبت آدمی رکھتا ہے جس سے  
قیامت میں وہ ہوگا ساتھ اس کے

### دلائل منقولی تصویر شیخ کے اثبات میں

اگرچہ حضرات صوفیہ صافیہ کثر ہم اللہ نے اپنی اپنی تالیفات میں تصویر شیخ کو بڑا ضروری اور موصل الی المطلوب لکھا ہے مگر ان کے ارشادات سے وہی شخص نامدہ حاصل کر سکتا ہے جو خود اس فرقہ عالیہ سے تعلق رکھتا ہو اور اس گروہ کا صدق دل سے معتقد ہو لیکن جو لوگ اس گروہ سے ارادت نہیں رکھتے ان کے واسطے حضرات مشائخ علیہم الرحمۃ واکارمت کافریان کچھ وقعت نہیں رکھتا۔

چو دل بھرنگائے زیستہ ای ماہ

تراز حالت عشاق بے نوا چو خبر؟

مشائخ طریقت کے ارشادات اور ان کے الفاظ طیبہ

جو انہوں نے تصویر شیخ کے جوازیں بلکہ ضروری ہونے میں ارشاد فرمائے ہیں یک لخت ترک کر کے صرف قرآن و حدیث سے ان کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے مگر مخالفین کو انکار کی گنجائش ہی باقی رہے یہ

ہر کہ ز دل دامن پیراں گرفت

گنج بقا زین وہ ویراں گرفت

### تصویر شیخ رابطہ شیخ ہے۔

پچھے ذکر ہو چکا ہے کہ شیخ کے ساتھ مرید کی کامل محبت ہو جانے کا نام رابطہ یا تصور ہے کامل محبت کے ساتھ لازم ہے کہ محبوب کا خیال لازم حال رہے اس محبت کے سبب شیخ کے کلمات طالب کے دل میں منجذب ہونے لگیں یہی رابطہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود تھا اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہاں تک محبت غالب تھی کہ جان و مال حضور پر ہر وقت قربان

کر دینے کو تیار رہتے تھے منافقین باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بھی رہتے تھے مگر اسی واسطے حضور کے فیض سے محروم تھے کہ ان میں یہ رابطہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۰۱﴾

اس آیت شریفہ میں جو رَابِطُوا ہے اس سے مراد یہ رابطہ بھی ہو سکتا ہے حضور علیہ السلام

نے انتظارِ الصلوٰۃ وغیرہ اعمالِ صالحہ کو رباط فرمایا ہے چونکہ یہ بھی عملِ صالح ہے اس لئے اس

میں داخل ہے علاوہ اس کے اس شغل میں بھی انتظارِ فیضان ہوتا ہے پس عبادتِ الہی میں

دل کو یک سو کرنا بھی رباط ہے اور یہ تصور میں حاصل ہے اگر سرحد کفار پر سامانِ حرب

درست رکھنے کو رباط کہتے ہیں۔ تو بھی تصور اس میں داخل ہے کیونکہ نفس و شیطان کے

مخاربہ کے لئے تصور ایک ایسا حربہ ہے کہ ان کا داؤ پیچ چل نہیں سکتا۔ کیا اچھا کہا ہے

مولانا عبدالصمد نے اپنی شوخی میں۔

مانع و سواکس ہے برابطہ ماسوا حتیٰ کے نہ ہے بر راستہ

ہے غزائے باطنی کا یہ امام نفس آثارہ کو کہتے یہ تمام

ہے غزایہ جان و دل سے لے کر وہ غذا ہے مال و تن سے سرسبز

یہ غزائی الوحد ہے اے مرد دیں وہ غزا ہے خنجر و تلوار سے

یہ غزا ہے دست بے ہتھیار سے

ظاہری سامان ظاہر کا معین

باطنی کا باطنی اے مرد دیں

اتباعِ نبوی رابطہ شیخ ہے

۲۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ يُغْفِرْ لَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿۱۰۲﴾

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے اتباع کا ارشاد فرمایا ہے

سید جگ۔ جہاد



اور اتباع بجز محبت کا لہ نہیں ہو سکتی اور رابطہ ہی محبت شیخ ہے نیز اتباع مقبول  
 کی رویت کی مقتضی ہے وہ رویت حسی ہو یا تخیلی اور اسی رویت تخیلی کا نام رابطہ ہے حضرت  
 عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتباع مشہور ہے کہ حضور علیہ السلام اگر کسی درخت  
 کے نیچے سایہ میں آرام فرماتے تو عبداللہ بن عمرؓ اس رائے سے گزرتے ہوئے وہاں ضرور  
 ٹھہرتے۔ گو وہاں سے وہ درخت بھی کاٹا گیا ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو کسی نے ایک  
 میدان میں اونٹنی پھرتے دیکھا تو سبب پوچھا فرمایا میں نہیں جانتا۔ الا انی سمعنا  
 من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. فَعَلْنَا مَا نَرَىٰ جَانِبًا لِآيَاتِهِ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے کرتے ہیں نے بھی ایسے کیا، شفا

پس اگر حضور علیہ السلام کا تخیل ان کے سامنے نہ ہوتا تو اتباع کیسے ہو سکتی تھی  
 تصور شیخ کے بھی یہی معنی ہیں کہ شیخ سے یہاں تک محبت پیدا کرو  
 کہ اس کا حال ملن۔ ذکر فکر عبادت سب کچھ تمہاری نظر کے سامنے رہے جب روٹی کھانے  
 لگو تو شیخ کا تصور تمہارے سامنے رہے کہ کس طرح شیخ تناول فرماتے ہیں اسی طرح کھائے  
 کیا آ رہے دیکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور علیہ السلام  
 کی دعوت کی تو آپ نے کد در کابی میں تلاش کر کے کھا با تو میں اکیلا روز سے کد کو دست  
 رکھتا ہوں۔ پس اسی طرح جب چلے تو شیخ کا تصور سامنے رہے جب مراقبہ ذکر میں بیٹھے تو  
 شیخ کے مراقبہ و ذکر کا تصور رکھے۔ غرض ہر حالت میں اپنے شیخ کو پیش نظر رکھے تب  
 اس کو اتباع کامل نصیب ہوگی اور یہ بجز محبت مقصور نہیں لہذا ہمارے اسی طریقہ کا  
 تمام دار و مدار محبت پر ہے اور کون بوقوت ہے جو محبت سے منع کرے گا۔

### معیت صادقین رابطہ شیخ ہے

۳۔ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا  
 مَعَ الصَّادِقِينَ ۝۱۰۱  
 اس آیت میں حق تعالیٰ نے صادقین کی معیت کا ارشاد فرمایا ہے اور معیت ظاہری و

باطنی دونوں کو شامل کیا ہے حضرت خواجہ عبداللہ احرار نے اس آیت سے تصور شیخ کا استنباط کرنے ہوئے فرمایا ہے۔ **الکینونۃ مع الصادقین** الما مور بھافی کلامی ب العالمین الکنون معہم صوس کا حضرت مولانا جامی رشتحات میں خواجہ احرار سے نقل فرماتے ہیں کینونہ یہ جب معنی آں است کہ ازرہ گذر باطن طریقہ رابطہ و زود التحفۃ العارین، بہر حال اگر معیت سے صرف معیت جسمانی مراد ہو۔ تو وہ دائمی نہیں ہو سکتی اور یہاں دوام مراد ہے چنانچہ بعض تفاسیر میں اس آیت کی تفسیر میں **ولا تفاسی قوہم بھی آیا ہے** یعنی ان سے جدا نہ ہو تو لا محالہ معیت سے مراد معیت باطنی ہے اور ہماری مراد رابطہ سے بھی یہی معیت باطنی ہے **یافہم ولنعم یاقیل** ۷

لفظ کولوا دیکھ لے قرآن میں  
حق نے فرمایا ہے ان کی شان میں  
رابطہ کیا ہے یہ عینک اے پسر  
فور وحدت صاف آتا ہے نظر

۴۔ **اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَنْخِلَآتِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ اٰیٰتٍ لِّاُولِیِّ الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اَللّٰهَ قِیٰمًا وَّسُجُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ**  
**وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِمَّا بَنٰنَا مَا خَلَقْنَا هٰذَا بَاِطْلَآطٍ**  
**سُبْحَانَكَ فَمِنَ اَعْدَابِ النَّاسِ ۝ پ ۷**

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کی باہم تبدیلیوں میں نشانیاں ہیں (صانع قدیم علیم حکیم قادر کے وجود پر دلالت کرنے والی) عقلمندوں کے لئے رجن کی عقل کدورت سے پاک ہو اور مخلوقات کے عجائب و غرائب کو اعتبار و استدلال کی نظر سے دیکھتے ہوں (جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کھڑے پر بیٹھے یعنی تمام احوال میں) مسلم شریف میں مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام اعیان میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے بندہ کا کوئی حال یاد الہی سے خالی نہ رہنا چاہئے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرنے ہیں۔ اے رب ہمارے تو نے بے کار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو میں دوزخ

کی آگ سے بچاے۔

اس آیت میں حق سبحانہ نے ذاکریں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں جو زمین و آسمان کی پیدائش میں دھیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کاملہ کی ظاہر دلیلیں دیکھتے ہیں۔ پس جاننا چاہیے کہ تفکر عبادت تملیٰ ہے اور کسی شے کا تفکر حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا تصور نہ ہو اور ظاہر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے بلکہ بعض نے اس کو عالم کبیر لکھا ہے۔ زمین و آسمان و ما فیہما سب کچھ اس کے اندر موجود ہے پس انسان کامل کا تصور اور تفکر ہی رابطہ ہے جو اس آیت شریفہ سے مستنبط ہو سکتا ہے۔

لفظ فی خلق السماۃ کتا ہے حق عالم راسخ سے پڑھ اس کا سبق

رابطہ کیا ہے دوا ہے اے پسر دے شفا دل کے مرض کو یہ مگر

المحدیث :- فِکْرَةٌ سَانَةٌ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةٍ سِتِّینَ سَنَةً رَّجَاعٌ

صغیر، ایک گھڑی کا تفکر یعنی مراقبہ ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

اس حدیث سے تفکر کی فضیلت ثابت ہوئی۔

المحدیث :- ارشاد ہوتا ہے تَفَكَّرُوا فِي كُلِّ شَيْءٍ وَ

لَا تَفَكَّرُوا فِي ذَاتِ اللَّهِ (جامع صغیر) اس حدیث سے بجز حق سبحانہ

دوسری ہر چیز میں تفکر کرنے کی اجازت حاصل ہے۔ پس بطریق عموم

مشائخ علیہم الرحمۃ بھی اس میں داخل ہیں اور ان کا تفکر و تصور مطابق

فرمان عالی شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ

رابطہ شیخ اعمال صالح

کے اخلاص کا باعث ہے

۵۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ دَابَّغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ



اس آیت میں وسیلہ کی تلاش کا حکم ہے یعنی وہ شے جس کے ذریعے قرب حاصل ہو۔ پس اعمالِ صالحہ بھی وسائل ہیں اور اعمالِ صالحہ نہیں ہو سکتے۔ مگر ساتھ اِخْلَاص کے، اور عملِ خالص تب ہی ہو سکتا ہے جب کہ غفلت کا ثابۃ تک نہ ہو اور تجربہ سے ثابت ہے کہ جب انسان رابطہ میں مشغول ہوتا ہے اس کے اعمالِ ثابۃ غفلت سے الگ ہو جاتے ہیں اور چونکہ عملِ بالغفلت معتد بہ نہیں ہے اس لیے کہ نماز وہی نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہے جو بلا غفلت پڑھی جائے۔ تو ثابت ہوا کہ رابطہ شیخ ان وسائل میں سے ہے جو موجب زوالِ غفلت ہیں اور زوالِ غفلت مقصود ہے اور جو چیز مقصود تک پہنچائے وہ ہی مقصود ہوتی ہے تو نتیجہ نکلا کہ تصور شیخ مقصود ہے۔

### احادیث نبویہ سے تصویر شیخ کا ثبوت

۱۔ عن عبد الرحمن بن غنم و أسماء بنت یزید۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نیاں عباد اللہ الذین اذا مسوا ذکر اللہ (احمد ابن) یعنی خدا کے برگزیدہ لوگ وہ ہیں کہ جب وہ دیکھے باویل خدا یاد آجائے۔ اس حدیث میں تصویر شیخ کے فائدہ کا ذکر ہوا ہے روایت سے مراد عام ہے کہ روایت بصری ہو یا بلی جس طرح مرید اپنے شیخ کو محبت و ادب سے پختہ کر دیکھتا ہے تو اس کا دل اللہ کی طرف راغب اور خشوع و خضوع زیادہ آجاتا ہے ویسے ہی جب مرشد ہ تصور کرتا ہے اور پختہ قلب مرشد کو دیکھتا ہے تو اس مجلس کے ادب و لوازمات سب بعینہ یاد آجاتے ہیں تو فی الفور اللہ تعالیٰ کی طرف بخشوع و خضوع قلب رجوع ہو جاتا ہے اور غیر اللہ کے خطرات سے مرید کا دل محفوظ رہتا ہے۔

۲۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من ولدٍ ينظر الى والديه

نظرًا رحمةً إلا كتب الله له بكل نظرة حجة قالوا وان نظر كل يوم مائة  
مسة قال نعم - الله أكبر والطيب - (المشکوٰۃ)

اس حدیث میں والدین کے چہرہ کو دیکھنا حج کا ثواب فرمایا ہے اور یہ امر مسلمہ ہے کہ  
مشائخ طریقت روحانی باپ ہوتے ہیں اس لئے والدین سے زیادہ درجہ رکھتے ہیں پس  
ان کے چہرہ مبارک کو دیکھنا خواہ رویت بصری سے ہو یا قلبی سے، بطریق اولیٰ اس  
ثواب کا موجب ہوگا۔ فافہم۔

۳۔ قل علیہ السلام اتما الاعمال بالنیات و اتما لكل امرء ما نوى  
یعنی مدار اعمال نیت پر ہے اور اعمال دو قسم کے ہیں۔ بدنیہ اور قلبیہ۔ پس جمع حرکت  
بدنیہ اور تصورات مباحہ کو جب انسان بہ نیت طاعت و تقویٰ عمل میں لاوے گا۔ حکم اک  
حدیث شریف کے ضرور اجر پائے گا۔

۴۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں۔  
کاتی انصر الی بیض الطیب شیء مفارق من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
وصویلیہ گویا کہ میں دیکھتی ہوں حضور علیہ السلام کے مفارق شریف میں خوشبوئی کا جھکا  
درآں تا لیکہ آب تلبیہ پڑھتے پھتے پس معلوم کرنا چاہیے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ  
عنہا حضور علیہ السلام کی اس حالت کا خیال اور تصور کر کے فرماتی ہیں کہ گویا اس وقت وہ  
حالت بھری نظر میں آگئی ہے اور یہی تصور ہے

۵۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قال کان من رج بریدہ عبد اسود  
یتالہ مغیث الیہ یطون خلنہما فی سلك المدینہ یسکی و دھونہ  
علی الحیثم بن ساری

بریدہ جب آزاد کی گئی تو سرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار دیا کہ اپنے خاوند  
غلام کے ماتحت اگر رہنا چاہے تو رہے۔ ورنہ الگ ہو جائے۔ اس نے الگ ہو جانا پسند کیا  
مغیث بسبب سخت محبت کے رڈنا پھرتا تھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بریدہ  
کانادند غلام بطنی تھا جس کو مغیث کہتے ہیں گویا میں اس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ بریدہ کے چہرے

مدینہ شریف کے کوچوں میں روتا پھرتا ہے اور اس کے آنسو اس کی داڑھی پر رواں ہیں اس حدیث میں ابن عباسؓ اس کا خیال رکھتے فرماتے ہیں کہ گویا وہ حالت میرے سامنے ہے۔

۷۔ عن المطلب بن ابی سدا عہ قال لعمامات عثمان بن مظعون انخرج بجماعة فدفن امرأ بنی صلی اللہ علیہ وسلم من جلا ان یاتہ بحجر فلدہ لیسطع حملھا فقام ایھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحسرو عن ذراعیہ قال المطلب قال الذی یتحیر فی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانی انظر الی بیات ذراعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین حسر عنھا شد حملھا فوضعا عنہ من اسہ وقال اعلم بھا قبرا فی وادفن الیہ من مات من اہلی داکی طرح کئی حدیثوں میں آیا ہے۔ ابو داؤد،

۸۔ انخرج ابو نعیم فی حلیۃ الادلیا والخلد فی جامعہ عن عبد اللہ بن عمر قال واللہ لکانی اسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوة تبوک وصوفی فبر عبد اللہ ذی الجادین وابوبکر، وعمر یقول لھما ادینا صنیۃ۔ اس حدیث کے حاشیہ پر مرفوع ستر عن کیفیت ادخال المیت فی القبریں مولانا شیخ عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں بھڈن الحدیث وامثالہ الواسدۃ فی الصحاح استنبطوا جوار تصور الشیخ ولہ وجہ لکن لا یفہم المنکر۔ انتہی منکر کو تو معجزہ شمس القمر بھی مفید نہ ہوا۔ اگر کوئی متعصب خاموش نہ ہو تو اس کا کیا علاج۔

۸۔ عن الحسن بن علی قال سألت خالی صند بن ابی صالح دکان وصافا عن حلیۃ الذبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا اشتطی ان یرصف لی شیئی اتعلق بہہ رشائل ترمذی، اس حدیث سے تعلق بہہ فرانا صاف تصور پر دلالت کرتا ہے اسی تعلق معنوی کا نام تصور ہے علاوہ ازیں صحابہ کرام کا حضور کے چہرہ مبارک بلکہ تمام جسم اطہر کا حلیہ بال باں یاد رکھنا اور بیان کرنا تصور پر مبنی ہے اگر اس حدیث کو دیکھ کر کبھی منکر کو تسلی نہ ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں۔



۹۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔  
 وني يبيع احدكم صدقة - قالوا يا س رسول الله رباتي احدنا شخصته  
 ويكون له فيها اجرا - قال اس يتم لو وضعها في حرام بركان فيه وزنا  
 فكذلك اذا وضعها في الحلال كان له اجرا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میاغات صدق نیت سے طاعات ہو جاتے ہیں نیز اس  
 حدیث سے نیاں عکس کا جواز نکلتا ہے پس جس طرح حضور علیہ السلام نے مرتکب زندقہ  
 گنہگار ہونے پر تپاس کر کے اپنی زوجہ سے جماع کرنے والے کو مستحق ثواب فرمایا۔  
 ویسے ہی جس شخص کا منہیات شرعیہ کی طرف دل وابستہ ہے اور انہی کے خیالی اور  
 فکر میں متفرق ہے اسکے گنہگار ہونے پر تپاس کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس شخص کا اپنے شیخ کے  
 ساتھ تعلق ہے اور اسی کی محبت میں اس کا دل وابستہ ہے اور اسی کے خیالی اور تصور  
 میں متفرق ہے وہ ضرور مستحق اجر و ثواب ہے۔

۱۰۔ قال عليه السلام اذا س ايتهم العبد يعطى من صدق الدنيا و  
 قلة منطوق فاقربوا منه فانه يلقى الحكمة (بيهقي) قال القاسمي في  
 شرحه اى اطلبوا القرب منه والتمسوا في مجالسة القسبي الى  
 المولى دهرقاة)

اس حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ زاہد سے قرب طلب کرو اور اس کی صحبت میں قرب  
 مولا حاصل کرو اور ایسے امت نے تھریج فرمادی ہے کہ یہ قرب مولا کی طلب شیخ کامل سے  
 صحبت ظاہری و معیت باطنی سے ہو سکتی ہے پس تصور شیخ جو کہ معیت و صحبت معنوی سے  
 عبارت ہے اس حدیث کے اطلاق میں داخل ہے۔

۱۱۔ ترمذی میں ہے قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حصلنا من كائنا  
 فيه كتب الله شاكراً صابراً من نظرتي دينه الى من هو فوقه فانتدي  
 به دنظرتي دنيا الى من هو دنيتي يعني وينداری میں جو شخص زیادہ ہو اس کی طرف  
 جو نظر کرے اور اس کی اتباع کرے۔ وہ شخص صابر شاکر لکھا جاتا ہے علی قاری مرقاة

ہیں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ای الی من صواکثر منه علماً وعبادتاً و قناعة وریاضة احياء  
 و امواتا۔ یعنی زیادہ اپنے علم میں عبادت میں قناعت میں ریاضت میں جو شخص ہو  
 اس کی طرف نظر کرے اور اس کی اتباع کرے۔ وہ زندہ ہو یا مردہ۔ علی قاری رحمۃ  
 اللہ علیہ کے احياء و امواتاً فرمانے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں نظر  
 سے مراد۔ نظر ظاہری و باطنی ہے ورنہ مردوں کو نظر ظاہری سے دیکھا نہیں جاتا۔ اور  
 نظر باطنی وہی تصور ہے اور تصور میں وہی فائدہ بھی مد نظر ہے کہ مرید اپنے شیخ کا تصور  
 کر کے اس کی عبادت قناعت اور ریاضت میں اس کا اتباع کرے گا

۱۲۔ عن حدیثہ رضی اللہ عنہ قال قائم فینا من سول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم مقاما ماتک مثیلاً یكون فی مقامہ ذالک الی قیام الساعۃ  
 الا حدث بہ حفظ من حفظ و نسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی صد  
 لاء وان لیكون من شیئی قد نسیہ فاساۃ فا ذکرہ کما یزکر  
 الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثم اذا ساءا عرّفہ و متفق علیہ

اس حدیث میں حضرت خلیفہ مثال کے طور پر فرماتے ہیں کہ جس طرح آدمی دوسرے  
 آدمی کا چہرہ اس کی غیبت میں یاد رکھتا ہے پھر جب دیکھتا ہے اس کو پہچان لیتا ہے  
 اسی طرح مجھے بھی حضور علیہ السلام کے بیان کردہ اشیاء میں سے جب کوئی شے وقوع میں  
 آتی تو یاد آجاتی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی عائب کی صورت کا یاد رکھنا  
 صحابہ میں بھی مروج تھا اور یہی تصور ہے اس حدیث پاک سے مسئلہ مزید واضح ہو جاتا ہے

۱۳۔ من دانام احمد بن ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مشکوٰۃ کتاب

الرقاق میں بھی ہے۔ ان من سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقلح من اخلص اللہ  
 لا یمان وجعل قلبہ سلیمًا لسانًا صادقًا و نفسہ مطمئنۃ و خلیفتہ متیقماً  
 وجعل اذنه متوفیة و عینہ ناظرۃ فاما الاذن فقیح اما العین فمقرۃ لسا

یوخی القلب وقد اخلج من جعل قلبه واعیاً

یعنی اس شخص نے خلاصی پائی جس کا دل خدا تعالیٰ نے ایمان کے واسطے آمیزش نفاق وغیرہ سے پاک کیا اور اس کے دل کو جمیع ذمائم و آفات و ماسوی اللہ سے سالم کیا اور اس کی زبان کو صادق بنایا اور اس کے نفس کو مطمئن کیا اور اس کی طبیعت کو راست بنایا اور اس کے کانوں کو سننے والا اور آنکھوں کو دیکھنے والا کیا کہ خدا کی سنت کے آیت دیکھے۔ کان تو پیک ہیں یعنی جو دل میں سخن حق آتا ہے کانوں کے راستے آتا ہے آنکھ اس چیز کو ثابت رکھنے والی ہے جس کو دل نگاہ رکھتا ہے یا دل کو برتن بنا لیتی ہے پھر فرمایا قد اخلج من جعل قلبه واعیاً اس نے نجات پالی جس کا دل داعی ہو یعنی نگاہ رکھنے والا۔ اس حدیث میں آداب تصور کا بیان ہے۔ دماغ صادق نیت سے مخلص بنے اور دل میں خلاص پیدا کرے (۲) دل میں آمادگی بہم پہنچائے (۳) زبان سے سچ بولے جھوٹ سے پرہیز کرے۔ نفس کو ذکرا الہی سے مطمئن بنائے۔ صاحب استقامت بنے۔ کانوں کو پرانگندہ آواز سے بند رکھے آنکھوں کو غیر کے دیکھنے سے بند کرے اور دیکھنے والی بنائے یعنی آنکھیں تو دیکھنے والی ہیں مراد یہ ہے کہ آنکھوں میں تصور لائے اور اس کو دل میں جمائے حدیث کا آخری جملہ صاف فیصلہ ہے پہلے امور متذکرہ بالا کی رعایت کرے پھر تصور لائے اور اس تصور کو دل میں جمائے پھر اس کا دل اس تصور کا برتن بن گیا اور اس میں تصور جم گیا وہ نجات پا گیا۔

جاننا چاہیے کہ انسان اپنے حرکات ظاہریہ اور تصورات باطنیہ میں مختار ہے شایخ کی طرف سے اس پر کوئی ممانعت نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ حرکات و تصورات معصیت میں ہوں تو گناہ ہیں اگر اطاعت میں ہوں تو ثواب۔ چنانچہ کوئی شخص یہ خیال کرے کہ میں زنا کروں تو ممنوع۔ اگر یہ خیال کرے کہ اپنی زوجہ سے جمنا کر دوں تو درست۔ پس علیٰ ہذا النظام مکہ۔ پس بزرگان دین کی یاد چوتھے عبادت ہے اس لئے ان کا تصور بھی درست ہوا۔ فافہم۔

۱۵ حضرت سیدنا امام اعظمؒ اپنے قصیدہ میں جو انہوں نے روئے شریف کی



زیارت کے وقت نظم کیا اور حضور عالی کی بارگاہ میں عرض کیا فرماتے ہیں۔ ۵

فاذا سکت ففیک صمعی کلہ واذ انطقت فما دما علیاک

واذا سمعت ففیک قولاً طیباً واذ انظرت فما اری الاک

اللہ سے شان امام اعظمؒ پر خاموشی میں خیالی آپ کا گویائی میں ذکر آپ کا شوقی  
میں قول طیب آپ کا۔ بینائی میں تصور آپ کے جمال کا۔ یہ درجہ آپ کے سوا کے  
حاصل ہے (از شرح قصیدہ)

یہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا

میں الزام ان کو دیتا تھا، قصور اپنا نکل آیا

حاصل یہ کہ جو شخص کسی کے پاس بیٹھے گا اگر اعتقاد اور محبت سے بیٹھے تو بالضرور اس کی  
صورت کا نقشہ اس کے ذہن میں جم جائے گا جب اس شخص کو یاد کرے گا اس کی صورت  
کا خیال آجائے گا اگر وہ شخص اللہ کے دوستوں سے ہوگا تو اس کی صورت کا خیال اس کی  
محبت اور اس کے شوق کی طرف داعی ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ خدا کے دوستوں سے محبت اور  
ان کا شوق شرعاً مطلوب اور محبوب ہے۔ تو لامحالہ ان کی صورت کا تخیل بھی محبوب  
ہوگا کیونکہ موصل الی المقصود ہے اور جو موصل الی المقصود ہے وہ ہی مطلوب ہے۔

حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے صاف لکھ دیا ہے کہ نمازی حالت قیام پر سجدہ کی  
طرف نظر رکھے اور حدیث میں بھی آیا ہے یعنی رفع سبایہ کے وقت حضور علیہ السلام  
کے اشارہ کی طرف دیکھتے تھے اور نظر ادھر ادھر نہیں ہوتی تھی یہ کس لئے۔ لانہ جمع  
الظہم و اس فتح للتفرق فکذاک الدایطہ مستعمل من فتح الاغیاس واستجاب  
المخضوم ۵۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ ایسا کرنے سے حضور و خشوع حاصل ہوتا ہے تو اس  
طرح تصور شیخ سے بھی توہمات باطلہ اور خیالات فاسدہ دور ہو کر قلب کو یک سوئی  
حاصل ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

اصطلاح صوفیائے کرام میں تصور کا نام ربط قلب یا صحبت معنوی یا معیت رقی  
ہے اور یہ تصور دو قسم پر ہے۔ (۱) اختیاری (۲) بے اختیاری۔ جب ایک دل کے ساتھ

دوسرے دل کو الفت و محبت کی نسبت پیدا ہو جاتی ہے تو محب کے شیشہ دل پر سورت  
محبوب کا عکس پڑتا ہے۔ یہی تصور ہے گویا تصور بے اختیار ہی خاص محبت حقیقی و کشش  
باطنی کا نتیجہ و اثر ہے۔ باقی رہا اختیار ہی۔ وہ بطور سوز بتایا جاتا ہے یہ تصور سرن فیونس و

برکات الہیہ کا واسطہ اور ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی مشق معیت روحی اور صحبت معنوی  
بطور و دام حاصل ہوتی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ فرماتے ہیں

در راہ عشق مر حلاقتند و بعد نیست

می بنیمت عیال و دغاے فرسنت

عشق کی راہ میں نزدیک اور دور کا جھگڑا نہیں۔ تم کو ظاہر دیکھتا ہوں اور دعا

دینا اور ایک دوسرے کا مہربان اور خوش نصیب بزرگ فرماتے ہیں

شیشہ دل میں کبھی تصویر ببار

جب کبھی گردن جھکانی دیکھ لی

چونکہ بعض لوگ تصور شیخ سے اس کو شرک و بت پرستی سمجھ کر منع کرتے ہیں اور جو لوگ

شرک نہیں ہیں جلتے وہ بھی اس کو غیر ضروری کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شریعت میں اس کی کوئی

سند و اصل نہیں۔ ان کے خیالات باطلہ کے رد کے لئے اور حضرت مولانا محمد رفیع

صاحب کا مدلل اور بانڈ فنوی درج کر دیا گیا ہے معتز ضنین کے جواب دینے کی تو ضرورت

محسوس نہیں ہوتی کیونکہ اعتراض کرنے والوں سے تو کوئی بھی اور کسی زمانہ میں بھی نہیں چھوٹا

لیکن مجوزین میں چونکہ بڑے بڑے علماء اور مشائخ و صوفیائے کرام پائے جاتے ہیں اس لئے

ان کی تائید میں مفید باتیں عرض کی جاتی ہیں نہ اس لئے کہ وہ کسی تائید کے محتاج ہیں

بلکہ اس لئے کہ خاکسار اس مسئلہ حقہ میں بھی انہی کا مقلد ہے اور انہی کی تقلید اور اتباع

میں ہی اپنی نجات اور سعادت دارین جانتا ہے کیونکہ وہ اتباع کتاب و سنت سے ہی

فنائی الرسول اور فنائی اللہ بقایا اللہ کے مقامات عالیہ پر پہنچے ہیں۔

اجماع گرم زیشاں نیستم در کار ایشاں کن مرا

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قول الجہیل میں فرماتے ہیں کہ

تصویر کے جائز ہونے پر مشائخِ چشتیہ و نقشبندیہ کا اجماع ہے۔ اور اجماع کے حق ہونے پر حدیث شریفہ لا تجتمع امتی علی الضلالة د میرامت گمراہی پر کبھی

جمع نہ ہوگی بنا طوق صادق ہے،  
۱۔ مشائخِ چشتیہ نے فرمایا ہے کہ راہ سلوک میں مرشد کے ساتھ محبت و تعظیم کی صفت پر دل لگانا اور اس کی صورت کا ملاحظہ کرنا کفرِ اکبر ہے۔

۲۔ طریق نقشبندیہ میں بیان فرماتے ہیں کہ جب مرشد پاس نہ ہو تو اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان خیال کرتا رہے بطریق محبت و تعظیم کے تو اس کی خیالی صورت وہی فائدہ دے گی جو اس کی صحبت یعنی جسمانی دیتی تھی۔

۳۔ حضرت شاہ کلیم اللہ صاحب جو کہ فاضل اجل و فقیر کامل گزرے ہیں اپنی شکل میں فرماتے ہیں شیخ کی صورت دونوں آنکھوں کے درمیان مانتا کرنا اہم شرط ہے اور ظاہر ہے کہ وجود مشروط بغیر شرط کے ممکن اور مفید مدعا نہیں پس حاصل ہونا قرب الہی اور تقرب بارگاہِ خدائی کا مقصود اصلی ہے۔ بدولت وجہ ساتھ صورت شیخ کے نزدیک اہل عرفان و صاحب ایقان کے متصور نہیں۔

حضرت مولانا شاہ دلی اللہ صاحب محدث دہلوی

۲۔

رسالہ انتباہ میں فرماتے ہیں کہ مرشد کو اپنے پاس بیٹھا ہوا تصور کر کے بعد میں ذکر اللہ کرے جیسا کہ کہتے ہیں۔ پہلے رفیق راہ راہیں چاہیے پھر راہ طے کرنی چاہیے ان ہی کے حق میں ہے اور خطرات یعنی دوسوں کو دگر کرنے میں پورا اثر رکھتا ہے بلکہ حضرت سید جلال الدین مخدوم یہ فرماتے ہیں کہ مرشد کی صورت جو ظاہر میں نظر آتی اور دیکھی جاتی ہے وہ جسم کے پردہ میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرنا ہے پردہ جسمانی میں تجلی حق ہے مگر مرشد کی صورت جو خلوت و تنہائی میں دیکھی جاتی ہے اور نظر آتی ہے وہ بے پردہ جسم جسمانی پردہ کے بغیر مشاہدہ حق تعالیٰ ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو رحمن (اپنی) کی شکل پر پیدا فرمایا ہے اور حدیث جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھا مرشد کے حق میں صحیح اور درست مانی گئی ہے۔



گر تجسلی ذات خواہی صورت انساں بہیں  
ذات حق را آشکارا انداں خداں بہیں

اگر تجلی معنی جلوہ ذات الہی دیکھنا چاہتا ہے تو خلیفۃ اللہ (انسان) کی صورت دیکھ  
اس کی صورت میں ذات حق کو ظاہر اہنتا یعنی چمکتا ہوا دیکھ لے۔  
خلاصہ مطلب یہ ہے کہ مرشد کی صورت اپنے سامنے تصور کر کے پھر ذکرنا شروع  
کرے۔ کہ پہلے ساکتی پکڑ و پھر راہ چلنا اختیار کر دے۔ ان ہی کے حق میں آیا ہے اور نفسانی  
خطروں و شیطانوں کے دور کرنے میں پورا اثر رکھتا ہے بلکہ حضرت قاضی خاں  
یوسف ناصحیح ایسا فرماتے ہیں کہ پیر کی صورت جو ظاہر میں دیکھی جاتی ہے جسے خدا کی پڑھ  
میں مشاہدہ حق تعالیٰ ہے لیکن صورت مرشد تصور شیخ (جو تنہا میں ظاہر ہوتی ہے وہ  
حق تعالیٰ کا مشاہدہ ہے۔ بغیر پردے جسے خدا کی ہے۔ کیونکہ یہ بردوا حدیث کہ تحقیق اللہ  
تعالیٰ نے آدم کو صورت رحمن پر بنا یا اور جس نے مجھے دیکھا پس تحقیق اس نے حق کو دیکھا  
تصور شیخ پر صادق آتی ہیں۔

مکتوب سوم دفتر دوم مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی سرمدی میں ہے  
خواجہ محمد شرف نے لکھا تھا کہ بسبب رابطہ تصور شیخ کی درزش یہاں تک غالب آ  
گئی کہ نمازوں میں اس کو مسجد پاتا ہے اور بالفرض اس کو دور بھی کرنا چاہے تو نہیں ہو  
سکتا جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اسے نسبت کے نشان والے طالب ایسی دولت

میں آتا کرتے ہیں ہزاروں میں ایک کو ملتی ہے ایسے حال والا شخص کامل مناسبات کی استعداد رکھتا ہے اور  
شیخ مہتمم کی کھوڑی سی محبت سے اس کے تمام کمال کو جذب کر لیتا ہے رابطہ کی نفی کیوں کرتے ہو رابطہ مسجد الیہ  
جس کی طرف منہ کے سجدہ کیا جائے، نہ مسجد لہر جسکی خاطر یا جسکو مسجدہ کیا جائے، محرابوں مسجد کی دیواروں کی  
نفی کیوں نہیں کرتے؟ اس قسم کی دولت سعادت مندوں کو عیسر آتی ہے۔ تاکہ عام احوال میں صاحب

رابطہ کو اپنا وسیلہ بنا لیں اور عام اوقات اسی کی طرف متوجہ رہیں نہ ان بد بخت  
لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو مستغنی دلا پرواہ جانتے ہیں اور توجہ کے قبلہ کو اپنے  
شیخ کی طرف سے پھیرتے ہیں اور اپنے معاملے کو درہم برہم کر لیتے ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۸، دفتر اول میں حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔  
 واضح ہو کہ تکلف اور بناوٹ کے بغیر مرید کو پیر کے رابطہ کا حاصل ہونا پیر اور  
 مرید کے درمیان اس مناسبت کے کامل ہونے کی علامت ہے جو نادرہ و استفادہ  
 کا سبب ہے اور وصول الی اللہ کے لئے رابطہ یعنی تصور شیخ سے زیادہ اقرب کوئی  
 طریق نہیں دیکھیں کس سعادت مند کو اس دولت سے بہرہ مند کرتے ہیں حضرت خواجہ احرار  
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رع۔

”سایہ رہبر بہ است از ذکر حق“

یعنی سایہ رہبر تصور شیخ اللہ کا ذکر کرنے سے بہتر ہے۔ بہتر کہنا نفع کے اعتبار سے  
 ہے مرید کے لئے اس کے ذکر کرنے سے زیادہ مفید ہے کیونکہ مرید کو مذکور کے ساتھ  
 ابھی کامل مناسبت نہیں تاکہ ذکر کے طریق سے پورا نفع حاصل کر سکے۔

۶۔ حضرت شہنشاہ نقشبند بخاری فرماتے ہیں کہ کوئی ایسا ولی نہیں جس پر  
 اللہ تعالیٰ کی نظر نہ ہو جب کسی کی ولی اللہ سے ملاقات ہوتی ہے تو وہ اس نظر الہی سے  
 فیضیاب ہوتا ہے پس جتنی دفعہ زیادہ اس کو دیکھے گا اتنی دفعہ زیادہ نظر الہی سے  
 فیضیاب ہوگا۔ مولانا روم اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں ۵

دیدن دانا عبادت ایں بود      فتح ابواب سعادت ایں بود  
 ہر کہ خواہد ہمیشہ بینی با خدا      اوشیند در حضور اولیاء

یعنی اہل اللہ کا دیکھنا بھی ایک بڑی عبادت ہے جس سے دیکھنے والوں کے لئے سعادت  
 اور نیک بختی کے دروازے کھل جاتے ہیں جو خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتے وہ اویا اللہ بیٹھنا  
 بیٹھے۔ ان کے ساتھ بیٹھنا گو با خدا کے ساتھ بیٹھنا ہے۔

مکتوب مسموئہ بداول مکتوب نمبر ۱۸، میں مجدد الف ثانی حضرت خواجہ محمد مسموئہ نقشبندی فرماتے ہیں  
 فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں درجہ کمال حاصل کرنے کا دار و مدار اور انحصار شیخ  
 مقتدی کامل کمال کے ساتھ محبت کا رابطہ تصور شیخ حاصل کرنے پر مقرر اور قائم لیا کہ  
 ہے طالب صادق اس محبت کے ذریعے جو شیخ کے ساتھ رکھتا اس کے باطن سے برکتیں

اور فیض حاصل کرتا ہے اور معنوی مناسبت (تصویر شیخ) کے ذریعے دم بدم اس کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ فنا فی الشیخ فنا ہے حقیقی کا مقدمہ یعنی اس کی ابتدائی منزل ہے۔ ذکر تنہا بغیر رابطہ مذکور اور فنا فی الشیخ کے خدا تک پہنچانے والا نہیں۔ ذکر بلاشبہ خدا تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے لیکن غالباً تصویر شیخ اور فنا فی الشیخ کے ساتھ مشروط ہے۔ البتہ رابطہ تنہا آداب صحبت کی رعایت کرنے اور شیخ کامل کی توجہ و مہربانی کے ساتھ بغیر ذکر کو لازم پکڑنے کے بھی خدا تک پہنچا دیتا ہے۔

جب تک کوئی شخص راہِ حق میں اپنے آپ کو فنا نہ کر دے جس کے لئے فنا فی الشیخ و فنا فی الرسول دو ابتدائی مقامات و منازل کا حصول ضروری ہے اور بغیر تصویر شیخ کے کامل حصول کے بغیر یہ مقامات حاصل ہونے محال ہیں اس لئے جب تک تصویر شیخ کی مشق کر کے فنا فی الشیخ و فنا فی الرسول کے مقامات حاصل نہ کرے۔ خدا کی بارگاہ میں وہ نہیں پہنچ سکتا یعنی مقامات فنا فی اللہ و بقا باللہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔ کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

پہلے عشق پیر ہے اور بعدہ عشق رسول

بعدہ عشق حق اس قاعدہ کو تو نہ بھول

۸۔ جناب مولوی محمد قاسم نانوتوی جیٹی صابری فرماتے ہیں کہ اگر شیخ کو اپنا رابطہ تصور کرے کیا ڈر ہے۔ کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ** کے بعد محمد رسول اللہ کہنا بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ حضرات! مدرسہ عربیہ دیوبند کے بانی و صدر اول کے یہ دو فقرے آپ کے جذبات اور مسک کا پتہ دے رہے ہیں آپ نے جس خوبصورتی سے نہ فقط تصویر شیخ بلکہ جملہ مسائل تصوف مثل ضرورت شیخ۔ توکل استمداد وغیرہم کے ثبوت کی طرف کلمہ طیبہ میں اشارہ فرمایا ہے اس کی لذت اور حظ کچھ اہل عرفان ہی اٹھا سکتے ہیں۔ ۴

ذوق ایں مے نشناسی بجز اتا نخستی

.. اے معترض! خدا کی قسم جب تک تو اس شراب و محبت الہی کو نہ چکھے

گا اس کی لذت کو پا نہیں سکتا۔ جب تک تو لا کی کر، گرم اور طبعی ہوں سلائی سے اپنی ان



ظاہری آنکھوں کو اندھانہ کرے گا جو کہ بڑے ذوق و شوق اور محبت بھری نگاہوں سے  
 غیر اللہ کو دیکھنے اور گھورنے کی عادی ہو چکی ہیں۔ تیری باطنی دل کی آنکھیں نہیں کھلیں  
 گی یعنی جلوہ گاہ حق تعالیٰ کا دروازہ تجھ پر وا ہو کر قلب المومن عرش اللہ تعالیٰ اؤمن  
 کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے، کا نقشہ تیری آنکھوں میں نہیں سمائے گا اور باوجود  
 روزانہ کئی بار یہی کلمہ شریف پڑھنے کی عادت ایمانی و نورانی سے بے بہرہ رہے گا۔  
 ضرورت ہے کہ کسی صاحب عرش اللہ تعالیٰ و فانی الرسول کے جمال پاک میں اپنی خیرہ و تاریک  
 آنکھوں کو روشن و تازہ کرتا رہے اور اس سے رہنما کا کام لے کر شاہد مقصود تک پہنچ  
 سکے کیا اچھا فرمایا ہے مولانا جامی نے۔

برسند فقر کہ بہ بینی شبے

از سر حقیقت بہ یقین آگاہے

گر نقش کنی بلوح دل صورت او

زاں نقش بہ شبند بابی را ہے

داگر تو فقر کی گدی پر کوئی روحانی بادشاہ بیٹھا ہوا دیکھے جو یقیناً حقیقت کے

بھیدوں سے واقف اور آگاہ ہے تو اگر اپنی دل کی تختی پر اس کی صورت نقش کرے گا

تو اس نقش سے نقش بنانے والے کی طرف راہ پائے گا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کا دستور مبارک تھا کہ جب کبھی کوئی صحابی حدیث شریف روایت فرماتا اور کسی

اسوہ حسنہ نبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بیان فرماتا تو اکثر یہ کلمات زبان سے ادا

فرماتا: واللہ رکائی اسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ می

تصور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کو راہ صدق و صفا سے ہر مواد صرا دھر نہیں ہو

دیتا تھا اسی کی برکت سے ان کا ہر قول و فعل بلکہ ہر ادا میں محبوب کے رنگ ہیں رنگے ہوئے

تھے اسی ایک رنگی بہ محبوب کے باعث وہ محب اول و خدائے تعالیٰ کے محبوب بن کر

تمام ظاہری و باطنی روحانی و مادی ترقیوں پر فائز المرام ہو گئے تھے جس نے فحیبت

ان اعراف فخلق الخلق حدیث قدسی، فرمایا تھا اور محبوب نے اول ما خلق

اللہ نوری والحدیث، فرما کر اپنی محبوبیت کی طرف اشارہ فرمایا تھا آج محبوب رب العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پاک سے مسلمانوں کی آنکھیں محروم و بے نصیب ہیں اور آپ کا تصور جو کہ من رانی فقد رانی الحق و حدیث کے مصداق ہے اول تو محال اگر ممکن بھی ہو تو فتویٰ شرک موجود اور جن مقدس ستیوں اور کمال متبعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور ذریعے سے بہ دولت نصیب ہوتی اور ہو سکتی ہے موجودہ طبائع ان کو مذہبی آدمی تنگدل اور اولڈ فیشن و عینہ و عینہ کے خطاب سے کہ ان سے نفور اور دور ہو رہے ہیں ایسے وقت میں اور ایسی حالت میں مسلمان صراطِ مستقیم سے جتنے بھی دور جا پڑیں اور جو کچھ بھی ان سے غلات اسلام و منافی ایمان ظاہر ہو رہے کیوں کہ اب مسلمان بجائے تصور شیخ و تصور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متمتع ہونے کے نازنینانِ فرنگ و بتانِ پیرس کے تصور میں غرق اور محو ہو کر فانی یورپین فیشن و تہذیب ہو رہے ہیں وہ بظاہر اللہ الا اللہ تو پڑھتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کا چلن ظاہر کر رہا ہے کہ وہ اَفْرَأَيْتَ مَنِ اخْتَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ أَوِ الْقُرْآنَ، کیا آپ نے دیکھا ہے مجاہدے محبوب پاک، اس کو جس نے اپنا معبود اپنی خواہشات کو بنا لیا، کے پورے مصداق ہیں۔ اگر مسلمان اپنی مشکلات کا حل چاہتے ہیں۔ ہاں اگر وہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں عزت کی زندگی گزاریں اور اغیار پر حاکم ہو کر رہیں تو وہ یورپین پیرز کے تصورات کو چھوڑ کر اسی محبوب رب العالمین اور آپ کے متبعین کے تصورات اپنی آنکھوں میں جمائیں اور ان کے اسوہ حسنہ کو اپنا نصب العین بنائیں حضرت سرمدؒ کیا خوب فرماتے ہیں۔

سرمدِ نعمِ عشقِ دردِ منداں دانند  
 نہ خود منشانِ دُخودِ پسنداں دانند  
 از نقشِ توراں سوئے نقاشِ شدن  
 ای نقشِ غریبِ نقشِ منداں دانند

اے سرمد! دردِ واسطے ہی عشق و محبت کا دردِ نعم جانتے ہیں خود پسند اور خود میں  
 اس کو کیا جانیں نقش سے نقاش کی طرف پہنچ سکتے ہیں ایسا عجیب و غریب نقش (تعمیر)

نقشبند تصور کرنے والے ہی جانتے ہیں

۹۔ حضرت مولانا مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی رسالہ رفیع ستر میں دَاللہ لکائی  
اسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث  
اور اسی قسم کی صحاح میں اور روایتوں سے تصور شیخ کے جواز کا استنباط کرتے ہیں  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۰﴾  
اسے ایمان والوں! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

۱۰۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ کینونت  
مع الصادقین کے دو معنی ہیں۔ ظاہر اور باطن کینونت یعنی طالب مسل اپنے شیخ کی صحبت  
اختیار کرے تاکہ صحبت دوام سے طالب کا باطن ان کے اتلاق و صفات  
کے انوار سے منور ہو اور کینونت باطنی کے یہ معنی ہیں کہ باطن کی راہ سے رابطہ کا طریق  
کسی شیخ کامل مکمل کے ساتھ متواتر کرے رابطہ کو صحبت پر موقوف نہ رکھے ہمیشہ چشم باطن  
کے ساتھ نظر کرتا رہے بلکہ ایسا رابطہ حاصل کرے کہ صحبت دائمی ہو جائے چونکہ معیت  
ظاہری کہ خلوت، جلوت و سفر میں شیخ کے ساتھ رہنا اور کسی وقت بھی اس سے جدا  
نہ ہونا ایک امر محال ہے لہذا اس فرمانِ ربی کی تعمیل باسانی اسی صورت میں ہو سکتی ہے  
کہ دل سے ہمیشہ صادقین کے ساتھ رہے چونکہ شیخ کامل مکمل بھی بمعنہ صادقین ہے  
اس لئے شیخ کامل کی معیت روحی ضرور ثابت ہوئی اسی کو تصور شیخ کہتے ہیں۔

لفظ کونوا دیکھئے قرآن میں

حق نے فرمایا ہے ان کی شان میں

حضرت احمد مجتبیٰ محد مسطقی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تصور شیخ کی

طرت اشارہ پاک بلکہ اس کے کرنے کی ترغیب نماز جیسی اہم عبادت میں حق موجد نے تصور  
صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کے بغیر نماز بھی ناقص ہے۔

۱۱۔ حضرت امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور عالم و معروف تصنیف  
اجیاء العلوم باب حضور القلب فی الصلوٰۃ میں فرماتے ہیں نماز میں حضرت رسول پاک



صلی اللہ علیہ وسلم کی سورت پاک کا تصور باندھ کر کہو السلام علیک ایہا البنتی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اسی طرح شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف باب الصلوٰۃ اہل قرب میں اور امام ابن حجر کی محدث شرح عناب باب تشہار میں اور شیخ المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ باب التیمات میں اس بیان کی تائید فرمائی ہے اور اسی کی تائید حضرت امام محدث ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اپنے بیان میں کی ہے جس کو ضرورت ہو ان حوالہ جات کی طرف رجوع کرے طالبان مولا وغاشقان الہی کی تو یہی زندگی ہے۔ اور یہی جان۔ نہیں جائز ناجائز کی بحث سے کیا تعلق؟ وہ جب اپنے محبوب کے تصور میں مستغرق ہوتے ہیں۔ تو ماسوائے محبوب کے سب کچھ بھول جاتے ہیں ان کی نظریں لاموجود اذام محبوب و نقشہ جم جاتا ہے کیا خوب فرمایا ہے۔

آزاد ہیں کشاکش دیر و حرم سے ہم

جب سے ہیں ہم تصور جاناں کے ہوئے

وَأَمْسِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَكَ بِالنَّدَاوَةِ وَالْعِشْيِ  
بِرَبِّدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الدُّنْيَا  
اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھا کیسے جو صبح و شام یعنی علی الدوام اپنے رب کو پکارتے (یاد کرتے) رہتے ہیں محض اس کی رضا جوئی کے لئے اور دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں۔

شان نزول :- یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب کہ رؤسا کفار

نے یہ چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیر مسلمانوں مثلاً صہیب، عمار جناب مسلمان و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں اور یہ شرابا بد کی کریہ رزل ہو جائیں ہم ایسی حالت میں آپ کے پاس بیٹھ سکتے ہیں جبکہ یہ اٹھا دیئے جائیں کیونکہ ان کے کپڑوں سے بھیڑ بکریوں کی بو آتی ہے چونکہ ہم قوم کے سردار ہیں۔ ان کے ساتھ بیٹھنا برا معلوم ہوتا ہے۔ آپ انہیں نکال دیں تو ہم ایمان لے آویں گے چونکہ رسول خدا صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ایمان لانے پر عرض تھے اس لئے آپ نے ان کے منورہ پر عمل کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان فقراء کے اٹھانے سے منع فرمایا ہے کفار نے کہا۔ اچھا ایک دن ہمارے لئے مقرر فرمائیے۔ ایک دن ان کے لئے۔ آپ نے فرمایا میں ایسا بھی نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ خیر مجلس تو ایک ہی ہے لیکن ہماری طرف منہ اور ان کی طرف پشت کر کے بیٹھا کیجئے اس وقت آیت مذکورہ و اصر نازل ہوئی (معالم تنزیل)

حضرت قتادہ کا قول ہے کہ یہ آیت اصحاب صفہ کی شان میں نازل ہوئی ہے یہ سات سو درویش تھے جو مسجد نبوی میں رہا کرتے تھے۔ ان کو تجارت سے کام تھا نہ کھیت تیار کرنے سے غرض۔ نہ چوپاؤں سے سرد کار۔ ایک نماز پڑھی اور دوسری کی انتظار میں وہیں بیٹھے (یاد الہی میں مصروف) رہتے جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے ہیں کہ مجھے ان کے ساتھ رہنے کا حکم ہے۔ (معالم تنزیل)

۱۲۔ حدیث پاک میں ہے النظر الی وجہ علی عبادۃ حضرت علی رضی اللہ عنہ  
اللہ وجہ کے چہرہ پاک پر نظر کرنا عبادت ہے۔ النظر الی وجہ العالم عبادۃ  
دعالم کے چہرہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے، خانہ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے  
تو اگر کوئی چشم دل سے خانہ کعبہ کی طرف یا اپنے شیخ کامل کے چہرہ پاک کی طرف دیکھتا  
رہے گا۔ تو وہ دائمی عبادت میں مشغول رہے گا۔ یہی تصور ہے اور مولانا روم فرماتے  
ہیں۔  
بر در پیرے بر در صبح و شام

تا ترا حاصل شود مقصد تمام  
یعنی بکثرت ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرو تا کہ ان کی شکل پاک تمہارے شیشہ  
دل پر منعکس ہو جائے جو تمام مقاصد کے حل کی کنجی ہے  
شیشہ دل میں کبھی تصویر یار  
جب کبھی گردن جھکانی دکھلی

حدیث شریف میں آیا ہے۔ نحیاً عن عباد اللہ الذین اذا سوا ذکر اللہ  
یعنی اللہ تعالیٰ کے یک بندوں کو دیکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے  
۱۲۔ اعلیٰ حضرت امیرات قبلہ عالم شاہ صاحب محدث علی پور  
نور اللہ مرتبہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ اور پیر کی تسلی و تسکین  
سامنے نہیں آتی جب آتی ہے ذکر اللہ کو ساتھ رتی ہے ان کے پاس بیٹھنے سے قلب  
جاری ہو جاتا ہے۔ جتنا زیادہ دیکھتا رہے گا خدا کی یاد میں مشغول رہے گا۔ گویا تصور  
شیخ ہی غفلت سے بچنے کا آلہ ہے۔ یا بالفاظ دیگر تصور پیر کامل ہی ذکر اللہ کی شین  
یعنی دل کی کنجی ہے۔ سبحان اللہ تصور شیخ اور ذکر اللہ کے درمیان کیا خوب موافقت  
رابطہ ہے کہ سمجھ اور فہم سے بالاتر ہے۔ بے شک اسی دل میں کئی ایسے مقام آتے ہیں جہاں  
عقل کام نہیں کرتی ہے

رابطہ کیا ہے یہ عینک ہے پیر

نور وحدت صاف آتا ہے نظر

۱۵۔ اتقوا اللہ کے بعد کونوا مع الصادقین لانا اس امر  
کی طرف اشارہ ہے کہ تقویٰ معیت صادقین میں حاصل ہونا ہے حقیقت میں متقی وہی  
صادقین ہیں کیونکہ تقویٰ کا جزو اعظم صدق ہے پس ان کی صحبت تقویٰ تک پہنچانے  
والی ہے جتنی صحبت جاوید اور معیت روحی زیادہ ہوگی اتنا ہی حصول تقویٰ میں  
کمال حاصل ہوگا۔ کمال تقویٰ کتنی بڑی دولت ہے اور اس سے کیا کچھ حاصل ہوتا ہے  
یہ ایک الگ مکمل موضوع ہے جس کا بیان اس وقت خارج از بحث ہے اسی حقیقت  
کو مولانا روم اپنے ایک دوسرے دلپذیر طریقہ میں ظاہر فرماتے ہیں۔

پس بکش نفس را جز تطلی پر

دامن آن نفس کشش را سخت گیر

یعنی اس سدیق اعظم و عظیم دیر کی معیت روحی (تصور) سے ہی نفس کشی حاصل  
ہو سکتی ہے جو کہ بنائے تقویٰ ہے پس تجھے لازم ہے۔ کونوا مع الصادقین کے قرآن



کی نعمیں میں اس نفس کو بار ڈالنے یعنی حصول تقویٰ کے واسطے پیر کامل کے دامن کو مقبولی سے پکڑے کہ ہر وقت اور ہر حالت میں اس کا سایہ یعنی (تصو) تیرے ساتھ رہے تاکہ تو امن و امان کے ساتھ اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائے۔

۴۔ حضرت امام حسن بن حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہما جیسے کامل و مکمل انسان جن کی شان میں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شباب اہل جنت فرمادیں ابن ابی مالہؓ سے سوال کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت و شمائل یعنی حلیہ مبارک بیان فرمائیں۔ تاکہ میں اس سے تعلق پکڑوں غیرت میں کسی کے ساتھ اس قسم کا تعلق پکڑنا کہ اس کی صورت و شمائل کا پورا نقشہ ذہن میں منقش ہو جائے اسکی کو تصور کرتے ہیں۔ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی کیا ضرورت تھی اور ان کو اس سے کیا حاصل؟ کسی مومن کامل عاشق صادق فن فی الرسول سے پوچھنا چاہیے۔ (ترمذی شریف)

مسلمانی اگر پوچھو محبت مصطفیٰ کی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ جن کی آنکھیں اس جلوہ حق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تماشائی اور منظور نہیں رہتی ہیں ان کا دعویٰ مسلمانی بھی پادریہ تو اسی ہے۔

۱۷۔ الْمُرُوعُ مِمَّنْ أَحَبَّ الْحَدِيثَ، سے واضح ہوتا ہے کہ ہر شخص کا حشر اس کے محبوب کے ہمراہ ہوگا۔

چونکہ تصور بھی محبت حقیقی کا نتیجہ یا اس کی کثرت تکمیل کا ذریعہ اور واسطہ ہوتا ہے۔ اس لئے تصور شیخ سے شیخ کی محبت حشر میں بھی نصیب ہوگی۔ اللہم ادرنا آمین قد آمین۔

گر نقش کئی بلوچ دل صورت

۱۔ زال نقش بہ نقش بند یابی را ہے

۱۸۔ حدیث شریف میں آیا ہے قیامت کے دن وہ شخص بھی عرش کے سایہ میں رکھا جائے گا جس کا دل مسجد کی طرف متعلق ہو جس طرح یہاں مسجد کی طرف متعلق ہونے

سے مراد و مقصود بالذات ہے مسجد کی دیواریں، صحن یا مینار وغیرہ مقصود نہیں بلکہ عبادت  
 حق و یادِ قادرِ مطلق مراد ہے اس طرح تصور شیخ سے مراد مراقبہ ذاتِ حق و یادِ الٰہی ہے  
 مسجد کے یاد رکھنے سے فقط پانچ وقت نماز ہی کی یاد حاصل ہوگی اور شیخ کے تصور و خیال  
 سے ہر وقت حق کی یاد آئے گی۔ گو یا نیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہونے کی بشارت  
 تصور شیخ کرنے والے کو بھی حاصل ہے۔ الحمد للہ علی ذاک اس کی زیادہ مشق سے  
 تو یہاں ہی ان تجلیات الٰہیہ سے محفوظ ہونے لگتا ہے جس کو مومنین کا لینِ جنت  
 میں پائیں گے۔

بند کی آنکھیں تو پتی بن کے وہ پردہ نشین  
 آنکھ کے پردہ میں در پردہ نظر آیا مجھے

۱۹۔ جلد نمبر ۱ مکتوب نمبر ۴۱ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ قدس سرہ فرماتے ہیں۔  
 ”اور طریق افادہ و استفاضہ طرفین کی مناسبت پر مبنی ہے۔ ابتدا میں طالب کو  
 بسبب کمال ناقص اور اپنے ناچیز ہونے کے حق تعالیٰ سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی  
 لہذا دونوں طرف نسبتیں رکھتے والارابطہ درکار ہوتا ہے اور وہ شیخ کامل کا  
 ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی مہربانی و عنایت سے اس قسم کے بزرگ کی صحبت میسر  
 آئے تو اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دے اور ایک دم بھی اس سے جدا نہ ہو۔  
 حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں ایک دم بھی اس سے جدا نہ ہو۔ کو نوافع الصادقین کے تحصیل  
 حکم کی طرح آپ کے ارشاد پاک کی تحصیل بھی تصور کیے بغیر ممکن نہیں چھوڑنا اور دم فرماتے ہیں  
 جائے کن اندر در و نہا خورش را

دور کن ادراک غیر اندیش را

قرآن مجید، حدیث شریف، اقوال بزرگان یک زبان ہو کر پیکار رہے ہیں  
 اور سارے ہیں کہ صادقین کا لینِ صالحین کے ساتھ نسبت رابطہ و معیت روحی  
 حاصل کرو۔ کیوں؟ اس لئے کہ صحبت میں تاثیر ضرور ہوتی ہے۔ بقولان بارگاہِ خداوندی  
 کی صحبت ظاہری و باطنی حاصل کر لو گے۔ تو ان ہی کے رنگ میں رنگے جا کر تم بھی محبوب

مقبول ہو جاؤ گے کیا خوب ظرایب ہے۔

دولتِ جاوید یا بی اے حبیب	صحبت نیرکاں گر باشد نصیب
بہتر از صد خلوت صد طاقت است	صحبت مردان اگر یک ساعت است
گر ملک باشد سیاہ ہستش درق	بے عنایات حق و خاصان حق
زندہ ایسا ہونہ پھر سرگز مرے	ان کی صحبت مردہ کو زندہ کرے
اثر صحبت میں ان کی یاں تک	ان کی صحبت دیو کو کرے ملک
لطف شاں در ہر دے تاثیر کرد	صحبت شاں خاک را اکسیر کرد
بوئے می بخشد رنگ و مشک را	بسنے سازند چوب خشک را
بجھ کو کرے مثل گل از و نغمہ	ایک ساعت صحبت دل سوختہ

دوستی ہے ان کی جنت کی کلید

یہ حدیث مصطفیٰ ہے اے سعید

۱۔ اے حبیب اگر نیکیوں کی صحبت تجھے میسر ہوئی تو ہمیشہ کی دولت پائے گا۔

۲۔ مردانِ حق کی صحبت اگر ایک گھڑی بھی ہو تو سونہلوت اور سونہلوات سے بہتر ہے۔

۳۔ خدا اور اس کے نیک و خاص بندوں کی مہربانیوں کے بغیر اگر فرشتہ سمعت بھی ہو تو اس کا ورق یعنی اعمال نامہ سیاہ ہی رہے گا۔

۴۔ ان کی یعنی نیک و صالحین کا ملین، صحبت نے خاک کو اکسیر بنا دیا اور ان کی مہربانی اور لطف نے ہر دل میں تاثیر کی۔

۵۔ وہ سوکھی لکڑی کو بھی سرسبز کر دیتے ہیں اور رنگ و مشک کو خوشبو دیتے ہیں۔

۲۔ جب تصور اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو ذاتِ پیرمیرید کی ذات میں قائم و ساکن

ہو جاتی ہے حتیٰ کہ یہ معاملہ ہو جاتا ہے۔

من تو شدم تو من شدمی من تن شدم تو جاں شدمی

تا کس نہ گوید بعد از ہل من دیگر م تو دیگر



تو شیخ کی ذات کے کمالات و احوال سب مرید میں ظاہر ہونے لگتے ہیں اور شیخ چونکہ فنا فی الرسول، فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مقامات طے کر چکا ہوتا ہے۔ لاریب مرید بھی ان مقامات عالیہ سے سرفراز فرمایا جاتا ہے۔ المرء مع من احب (حدیث) بھی اسی کی طرف شہر ہے حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

بچوں تو ذات پیرا کر دی قبول

ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

یعنی جب تو نے پیر کی ذات کو قبول کر لیا اور فنا فی اللہ ہو گیا تو گو یا فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ بھی ہو گیا اس لئے کہ پیر فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ ہو چکا ہوا ہے۔

۲۱۔ تصور شیخ کتنی بڑی دولت ہے اور اس سے کیا کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے جہاں طریقت کا دار و مدار ہی اس پر سمجھا گیا ہے وہاں بڑے بڑے دنیاوی اہم امور و مشکلات کا حل بھی اس کے ذریعے سے باسانی ہوتا رہا ہے مشائخ عظام و صوفیائے کرام کے ملفوظات اور تذکروں میں کثرت سے ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ ان کی ایک در مثالیں پیش خدمت ہیں:-

الف: مشکلات نے ہر بند مریم دلہائے در و مندر۔

حضرت خواجہ سید بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ جو کہ نواح بخارا میں خواجہ بلاگرداں کے لقب سے مشہور ہیں کے حالات میں لکھا ہے کہ جہاز سمندر میں غرق ہونے لگا اس جہاز میں ایک شخص صاحب نسبت آپ کے غلاموں میں سے تھا اس نے آنکھیں بند کر کے حضرت نقشبندؒ کا نقشہ آنکھوں میں جما کر پوری توجہ سے فرمایا۔ یا شاہ نقشبندؒ المدد۔ اور دو سو دینار پیش کرنے کی نیت کی۔ اللہ کے فضل و کرم سے جہاز گرداب سے نکل آیا۔ لوگوں نے دور سے خواجہ بلاگرداں کو کنارے پر دیکھ کر کہا السلام علیکم۔ کچھ دنوں کے بعد وہ نذرانے کے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک سو دینار پیش کئے۔ حضرت خواجہؒ نے کندھے مبارک سے کرتہ اتار کر دکھایا اور فرمایا

حضرت کے کندھے مبارک پر تازہ نشان جہاز کو کندھا دینے کا موجود تھا۔ شرمندہ  
ہوا۔ نذرانہ پورا کر دیا اور کہا کہ ہم لوگوں نے آپ کو کنارے پر دیکھ کر سلام کیا تھا  
حضور نے فرمایا ہم نے جواب تو دیا تھا لیکن تم سن نہیں سکے۔

اب، ۱۹۰۹ء کا واقعہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امیر ملت شہنشاہ جہاں پناہ قبلہ و کعبہ سیدی  
مرشدی حضرت شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری قدس سرہ حج مبارک سے تشریف  
لائے چونکہ چورہ شریف میں بابا جی فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف کا موقعہ  
تھا بجائے علی پور شریف کے سیدھے چورہ شریف پہنچے۔ خاکسار کو حلقہ غلامی کا شرف  
حاصل کئے چند ماہ ہی گزرے تھے ان دنوں چھاؤنی چکدرہ علاقہ صورت بیز میں متعین  
تھا حضور کی تشریف آوری کی خبر سن کر چورہ شریف حاضر ہوا میرے معزز و محترم  
پیر بھائی صوفی پہلو ان خاں صاحب مرحوم نے دیگر یارانِ بلطن و طریقت، مثل حوالدار  
علی حیدر خاں مرحوم و ماسٹر علی اکبر خاں حال صوبے دار، علی اکبر خاں صاحب۔ بزرگ  
بھائی باز خاں صاحب مرحوم وغیر ہم کے سامنے بیان کیا کہ جب ہم لوگ حضرت قبلہ  
شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے یارانِ بلطن سے ایک یار یعنی تیار  
کتاب (ڈاکٹر اللہ دتہ صاحب) کی نسبت فرمایا کہ وہ ہر وقت روتا رہتا ہے۔ ہم نے  
اس کے رونے کی چیخیں مگر شریف اور مدینہ منورہ میں سنی ہیں۔

یہ ہے مردانِ خدا کی وارثت جو تصور کامل کا ادنیٰ کرشمہ ہیں اس موقعہ میں  
شریف پر خاکسار کی موجودگی میں بہت سے یارانِ طریقت کے درمیان حضور  
نے اسی نسبت اور محبت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ سوائے فلاں کس کے کسی نے بھی اتنا  
سفر حج میں یاد نہیں کیا اور نہ کوئی خط لکھا۔ منہ پر تو ہر کوئی محبت کا دم بھرتا ہے  
لیکن سچی محبت وہی ہے جو سامنے کی نسبت غیبت میں زیادہ نمایاں و ظاہر ہو۔  
فرمایا اس دفعہ مدینہ شریف سے جو کہ میرا اصلی وطن ہے صرف آپ لوگوں کی محبت  
یہاں کھینچ لائی ہے جتنی محبت میرے دل میں ہے اس کا عشرِ عشر حصہ بھی آپ  
لوگوں کے دل میں ہو تو آپ لوگوں کو کچھ پرواہ نہ رہے ہاں یہی وہ نسبت و رابطہ

محبت ہے جس کے ذریعے یہ بزرگوار حضرات اپنے غلاموں کو غالباً نہ تربیت فرماتے ہیں اور ایسے کام کر دکھاتے ہیں جو بظاہر عقلاً محال نظر آتے ہیں۔

(ح) عالیجناب امیر المومنین سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بابتہ امیر ابی الجبب فرمانا اور حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس پر عمل کر کے دشمن کے ٹکر سے بچنا اور فتح پانا ایک مشہور واقعہ ہے۔ کیا یہ ندائے سفید تھی؟ نہیں بلکہ جناب نے سامنے ان کو خطرے میں دیکھ کر مناسب حکم فرمایا جس پر عمل کر کے وہ کامیاب ہوئے۔ حتیٰ تو یہ ہے کہ طے مکان و طے زمان کے واقعات جو آپ نے اولیاء اللہ کے حالات میں پڑھے سنے ہوں گے یہ سب اسی تصور شیخ کے کوششے ہیں۔ فسور سے نئی روشنی کے مسلمانوں پر کہ انہوں نے سائنس اور فلسفہ کی اتباع اور یورپین ماد پرستوں کی تقلید کرنا اور معجزات انبیاء علیہم السلام سے اپنی ناقص اور نارسا عقل کے خلاف تعجب کرنا انکار کر دیا ہے اور اس انکار کی بددلت اسلام کے روحانی انوار و نبونمات و برکات سے محجوب و محروم ہو گئے ہیں اور غالباً ہی وجہ ہے کہ وہ ظاہر اسلام سے بھی آہستہ آہستہ بے زاری کا اظہار کرتے جا رہے ہیں اور اپنی عادات، قیاسات و معمولات کو بھی جو انہوں نے یورپین تہذیب کے ماحول سے متاثر ہو کر سیکھے ہیں اسلام سمجھ رہے ہیں۔ اور تاہم ان و حاکمان شریعت اسلامی علمائے عظام و صوفیائے کرام کثر ہم اللہ تعالیٰ کو جن کے دم قدم کی برکت سے اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم ہم تک پہنچی اور پہنچ رہی ہے دشمن اسلام جان کر عامۃ الناس کو ان سے بدظن کر رہے ہیں۔ ع

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمان

جب ان مبلغان اسلام سے ہی یقین اکٹھا جائے گا اور روایات کی سچائی مشتبہ ہو جائے گی تو صداقت اسلام کس منہ سے پیش کی جاسکے گی۔ اسی طرح اسلام کی سچ کنی کا کام جو آج تک یورپ کی عیسائی طاقتیں باوجود سخت متفقہ کوششوں کے نہیں کر سکیں یہ یورپین تہذیب کے شیدائی نام کے مسلمان اپنے ہاتھوں سے سرانجام دے



رہے ہیں۔ ۴

اپنی کار از نو آید مرداں چنین کند

انفوس انسانی تصرفات اور مصنوعات، مثلاً ہزاروں میل پر سے بے تاز کے  
خبریں لینا، ہندوستان میں بیٹھ کر یورپ کے تھیٹر سینما وغیرہ دیکھنا اور ان کے گانے  
سنانے سنا۔ مجر اور سامع کا نہ فقط ایک دوسرے کی بات چیت سنا بلکہ ایک دوسرے  
کی شکل و صورت بھی دیکھنا اور سانس کے آنے والے شعبدات پر خواہ ان کی حقیقت  
عقل و سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ آمنا و صدقنا کہہ دینا اور اگے بھی اور اسی قسم کے دیگر خوارق  
عادات و معجزات اگر قرآن کریم و حدیث شریف میں بیان ہو اور اللہ تعالیٰ اپنی  
قدرت کاملہ درست تصرف غالبہ سے اپنے مجبولوں اور مقبولوں کی صداقت و تائید  
میں ظاہر فرمائے۔ تو ان سے انکار گویا کہ اللہ تعالیٰ کو باوجود عینی کل اشئی و تدبیر  
و غالب علی کل اہر ہونے کے ایک انسان سے بھی کمزور ضعیف اور عاجز تر سمجھتے  
ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا دیدہ عبرت واکرے اور ہدایت بخشنے۔ صراط مستقیم پر  
چلنے کی توفیق بخشنے اور الذین انعمت علیہم کے ساتھ صحیح نسبت اور سچا رابطہ محبت  
اور ہمیشہ کی معیت نصیب فرمائے آمین۔ وَالصَّادِقَاتُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ  
وَعَلٰی آلِهِ الطَّاهِرِينَ وَاصْحَابِهِ اٰحْمَدِیْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

### تصور شیخ

تصور کے معنی ہیں دھیان خیال، ذہن میں کسی چیز کی صورت لانا، سنانا یا جمانا اور  
یہ جیسے مضمون ہذا میں بیان ہو چکا ہے دو قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) بے اختیاری (۲)  
اختیاری۔ بے اختیاری پر تو اعتراض کی گنجائش نہیں کیونکہ کوئی فرد بشر اس سے  
بچا ہوا نہیں ہے۔ ایسا کوئی آدمی نہیں ملے گا کہ جس کا دنیا اور اہل دنیا سے کسی قسم کا بچر  
کوئی تعلق نہ ہو اور یہ تعلق ہی اپنے اپنے موقع پر متعلقہ شے کی شکل و صورت یعنی تصویر  
آنکھوں کے سامنے آتا ہے جتنا یہ تعلق زیادہ ہوگا اتنا ہی متعلقہ شے کا تصور زیادہ

صحیح اور کا ۲ ہوگا یاد کا سبب یا محرک کچھ ہی ہو۔ اسی بڑھے ہوئے تعلق کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرمنہدی رابطہ شیخ تصور شیخ کہتے اور وصول الی اللہ کے لئے اسے اقرب طریق دخت تک پہنچنے کا نزدیک ترین راہ سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ ذکر اللہ سے بھی زیادہ اس کو موثر جانتے ہیں۔ پانچہ شروع مضمون میں جلد اول سے مکتوب نمبر ۱۸۷ اس کی دلیل میں آجکا ہے حضرت غرورۃ الموقنیٰ خواجہ محمد معصوم سرمنہدی فرماتے ہیں۔ اے مخدوم شیخ کی صورت مبارک جو مرید کے دل میں از روئے محبت ہر وقت موجود رہتی ہے اس کو رابطہ کہتے ہیں۔ مرید کے لئے بہ ذکر سے زیادہ مفید ہے اور ایک نعمت عظمیٰ جس کے ذریعہ مرید اپنے شیخ سے فیض روحانی نہایت آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔

از تحفہ محمد بشیر میاں پبل بھیتی ۱۳۰۷ ذکر رابطہ مرشد، میں لکھتے ہیں۔

اول شکل تقرب الی اللہ کی ذکر دوام ہے۔ دوسری شکل مراقبہ ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے تیسری شکل تقرب الی اللہ کی رابطہ مرشد مادی ہے طریقہ اس کا یہ ہے کہ مرشد مادی کی خدمت میں ہمہ دم باہر روز با ادب حاضر رہا کرے تو اس کی صحبت بھی بہت جلد اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے گی۔ انشاء اللہ العزیز اور اگر کسی وجہ سے مرشد سے دوری ہو جائے تو مراقبہ ہو کر اس کو یاد کرے اور اس کے رو برو اپنے تئیں حاضر جلنے۔ اور تصور کرے کہ فیض الہی مرشد کے قلب سے میرے قلب میں

آ رہا ہے اور چہرہ مرشد کو یاد کر کے دیکھے کہ مرشد مادی میری طرف متوجہ اور فیض رسال ہے انشاء اللہ تعالیٰ حضور مرشد وجہ حضوری حق تعالیٰ ہو جائے گی صحبت مرشد الہ فیض الہی وسیلہ تقرب الی اللہ ہے شک ہے جیسے کعبہ رابطہ عبد اور معبود کا حالت عبادت میں ویسے ہی مرشد رابطہ ہے مرید کا طرف اللہ کے حالت سیر و سلوک میں۔

جناب محمد بشیر میاں صاحب کے بیان سے معلوم ہوا کہ تصور اختیاری کو بھی شرک نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ صرف آلہ اور وسیلہ ہے عابد و معبود کے درمیان تقرب الی اللہ کے لئے نہ کوئی مستقل آلہ کہ اس کو شرک کہا جائے بلکہ وہ جملہ معبودان باطل اور ماسوی اللہ کی جڑوں کاٹنے والا ہے چونکہ ذکر اللہ کیشہ سے بتل حاصل ہوتا ہے دمزل شریفی

اور تصور شیخ بقول حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرسندی ذکر سے بھی اس معاملہ میں زیادہ مؤثر ہے اسی لئے مولانا روم فرماتے ہیں۔

بسج نکشد نفس راجز نطل پیر  
دامن آل نفس کش محکم بگیر

یعنی نطل پیر تصور شیخ کے سوا کوئی چیز بھی نفس کو پورے طور پر مطیع اور فرمانبردار نہیں بناتی۔ تصور شیخ ہی ہے جس کے سامنے نفس سرکش دب جاتا ہے اور اپنی بری خواہشات سے باز آکر مطمئن بن جاتا اور فدا خلی فی عبادی داد خلی جنتی کا مبارک خطاب اور شرف حاصل کر لیتا ہے مولانا کا فرمانا ہے کہ چونکہ تصور شیخ ہی سے نفس کی خواہشات کشتہ ہو جاتی ہیں اس لئے ایسے نفس کش پیر کے دامن کو مضبوطی سے ایسا پکڑ لے کہ اس کی غیر حاضری میں شیخ تصور کی حالت میں تیرے ساتھ ساتھ رہے حتیٰ کہ سرکشی اور لغزشوں کا احتمال تک باقی نہ رہے لاتعد عینک عنہم پتا میں اس کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔

الغرض تصور شیخ اختیار ہی ہو یا یہ اختیار ہی شرک کا اس میں شائبہ تک نہیں جن چیزوں کی طرف دیکھنا عبادت سمجھا جاتا ہے جیسا کہ بیت اللہ یعنی کعبہ شریف کی طرف دیکھنا مصحف قرآن شریف کی طرف نظر کرنا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور مال باپ کے چہروں کی طرف دیکھنا یا نگاہ تصور سے دیکھنا شرک نہیں ہو جاتا بلکہ عبادت ہی سمجھا جائے گا بلکہ جتنا خیال یاد دھیان و تصویریں ادھر لگائے گا۔ اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا۔ ہاں اگر ان ہی چیزوں کو خدا سمجھ کر ایسا کرے گا تو وہ پھر ضرور شرک ہو جائے گا۔ اذلیس فلیس جب یہ نہیں تو وہ شرک بھی نہیں اللہ تعالیٰ کے محبوبوں اور اولیاء اللہ کو بتوں سے تشبیہ دینا یا بت نیا کرنا نہایت شرمناک ہے اور تجاوز عن حدود الشرعیہ ہے یا الہی ان کو ہدایت دے۔ آمین

تصور کو کہتے ہیں شرک اور بدعت      رہا ہے یہی شیوہ اہل جدت  
تصور کا معنی ہے احضار صورت      خدا کے تصور کی صورت نہ موت



ہو اما سوا اللہ کا جائز تصور  
 تصور نے رکھی ہے بنیاد عالم  
 نہ حجت ان اخرف عیال ہے  
 محبت سے ہوتا ہے پیدا تصور  
 نہ تصویر آنکھوں میں آتے تو اندک  
 تصور ہے علم اور تعظیم کی حال  
 تصور سے تسکین پاتے ہیں عاشق  
 تصویر پتھر کی اک دوا ہے  
 تصور ہی تو ہے مقدمہ طلب کا  
 یہی شوق دیدار کی ابتدا ہے  
 تصور میں تو کچھ برائی نہیں ہے  
 نہ شرک اور بدعت نہ جائے تحیر  
 تصور کا صدقہ ہے ایجاد عالم  
 مشارک الیہ کن کا اکل میں نہاں ہے  
 محبت پر ہوتا ہے شید تصور  
 نہ ہو ذہن میں کچھ تو بے باں گنگلی  
 بغیر تصور سے انسان نادان  
 تصور پر قربان جاتے ہیں عاشق  
 تصور سے ہوتا ہے لواں کو شفا ہے  
 اثر اس میں دیکھتے طالب غضب کا  
 دصال صنم کی یہی انتہا ہے  
 مگر جن کے نفسوں میں وہ جاگزیں ہے

تصور رکھنا سے منزل کا راستہ

جسے پانہیں سکتے ہیں پاشکتہ

### وجہ استدلال

اس آفری قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ذاکران حق کی ایک بڑی جماعت راصحاب صفہ  
 جو مسجد نبوی میں رہا کرتی تھی وہ حضرات دنیوی لحاظ سے پسماندہ نادار اور مفلس تھے  
 اور دینی لحاظ سے مقربان حق۔ کہ ہر وقت ذکر اللہ دیاد الہی میں مصروف رہتے تھے  
 ان کی تسلی اور دلجوئی اور مسلمانوں کی کافروں و مشرکوں کے مقابلہ میں عزت و بزرگی  
 عند اللہ کے اظہار کے لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم الہی ہوتا ہے کہ آپ اپنے  
 آپ کو ان کے ساتھ رکھا کریں یعنی ان کے ساتھ بیٹھا کریں۔ اور وہ آپ کی آنکھوں کے  
 سامنے ہی رہیں۔ داحسبہ الاغفار۔ دونوں صیغے امر اور نہی کے ہیں جو عموماً وجوب اور

اتمرار کے لئے آتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ حضور کی ہم نشینی اور نگہبانی دان پر نظر رکھنا، ہمیشہ اور ہر وقت رہے چونکہ زندگی کے شب و روز میں کئی مواقع ایسے آتے ہیں کہ جن میں ان ذاکرین سے الگ اور جدا بھی ہونا پڑتا ہے اور اس طرح اشارہ دامن الہی کی تعمیل نہیں ہو سکتی اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ ایسے مفارقت و جدائی کے اوقات میں حضور کی دلی توجہ اور خیال ددھیان، ان کی طرف رکھا جاتا تاکہ وہ روحانی طور پر حضور کی آنکھوں کے سامنے (لطف و کرم کی نگاہوں) رہیں۔ یہی تصور کی اصل حقیقت ہے۔

### احادیث میں تصور کے واقعات

بکثرت احادیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور کرنے کے تذکرے موجود ہیں مثال کے طور پر بخاری شریف سے کچھ حوالے نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبیلہ میں جن کو بنو عمر بن عون کہا جاتا ہے۔ مدینہ میں تشریف لائے اور چودہ رات وہاں قیام فرمایا پھر قبیلہ بنی بنجار کے پاس کسی کو بھیجا۔ وہ لوگ تلواریں لٹکائے ہوئے حاضر ہوئے۔ مجھے معلوم ہو رہا ہے یعنی نظر آ رہا ہے کہ آپ سواری پر بٹھے۔ ابو بکر آپ کے پیچھے سوار تھے۔ بنی بنجار کا گروہ آپ کے آس پاس تھا۔ گویا کہ حضرت انسؓ روایت حدیث کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس موقع پر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے یہی تصور ہے۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ احرام کی حالت میں جو حضور کی مانگ میں خوشبو کی چمک (نشان) ہوتی تھی وہ میری نظر میں اب تک ہے یہ تصور رسول یعنی تصویخ کی زندہ مثال ہے۔

۳۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں میں نے حضور کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک روز ایک سو رہتا میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے اتنا پیا کہ مجھے اس کی تری اپنے

ناخنوں سے دکھلتی ہوئی اب تک معلوم ہو رہی ہے گویا کہ حضور خواب کا واقعہ بیان کرتے وقت اپنی آنکھوں سے اس حالت کو دیکھ رہے ہیں۔

۴۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط لکھنے کا ارادہ فرمایا اور اسے عرض کیا گیا کہ وہ لوگ باہر نکلے گا تو نہیں پڑھنے بن اس لئے آپ نے چاندی کی انگٹھری بنوائی۔ مجھے اس کی سپیدی آپ کے دست مبارک میں اب تک معلوم ہو رہی ہے اس میں حضرت انسؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور اس خاص حالت کا کر رہے ہیں۔

۵۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا میرے پیش نظر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام وادی میں داخل ہو رہے تھے اور لیبیک پڑھ رہے تھے اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ کے وادی میں داخل ہونے اور لیبیک کہنے کا تصور فرما رہے ہیں۔

۶۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنا چاہتا تو اپنے اٹا اور نبی کو دیکھ لے۔ وہ ہے موسیٰ علیہ السلام تو وہ ایک گھٹے بوئے گندمی رنگ کے آدمی تھے۔ سرخ اونٹ پر سوار تھے جس کی نگیل کھجور کے پھٹوں کی بنی ہوئی رسی کی تھی گویا میں ان کو دیکھ رہا ہوں۔

۷۔ حضرت ابو ہریرہؓ ایک طویل حدیث میں فرمایا ہے کہ ایک عورت بنی اسرائیل کی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ اس کے پاس سے ایک سوار خوبصورت عمدہ کپڑے پہنے ہوئے گزرا۔ اس عورت نے دعا کی کہ اے خدا میرے بچے کو بھی ایسا ہی خوبصورت اور مالدار کر دے۔ رط کے نے کہا اے خدا مجھے اس طرح نہ کہ پھر وہ عورت کے پستان میں جسکی رگ نے کی طرف مشغول ہو گیا۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی انگٹھت مبارک چوس رہے ہیں۔ اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ



دسلم کا تصور کر رہے ہیں۔

## نظم

مجدد جو ہیں الف ثانی کے سنرت  
 ہے مکتوب میں ان کے ایسی مہارت  
 یہ نعمت عظمیٰ کے اب عطا ہو  
 کہ حاصل تصور سے قسبِ خدایو  
 تصور کی دولت میسر ہے جس کو  
 علی نعمتیں دین و دنیا کی اس کو  
 تصور میسر کہاں بے بصر کو  
 یہ دولت تو ملتی ہے اہل نظر کو  
 تصور کو کہتے ہیں وہ بت پرستی  
 سدا کرتے ہیں جو کہ شہوت پرستی  
 تصور نہ بت ہے نہ ہے بت کی موت  
 پرستش کی اس کی نہیں کوئی صورت  
 پرستش ہے اللہ کی کرنی عبادت  
 نہ محض اتباع اور نہ مطلق اطاعت  
 عبادت میں اظہار ہے عہدیت کا  
 یقین رکھے اللہ کی احیت کا  
 سمجھنا خدا کو ہی معبود اپنا  
 جو ہو لائق اس کے وہی فعل کرنا  
 سے دیدار حق کس نے دنیا میں پایا  
 إِلَّا بَصَارًا لَا يَدْرِكُهَا سَبَّحَ آيَا

تصور میں نادیدنی شے کیے گئے  
خدا کا تصور کہاں پھر سمجھائے  
تصور سے ہوتی ہے حال معیت  
نہ شرک اس میں لازم نہیں کوئی بدعت

معبیت روحانی بزرگانِ دین کی  
ہے تمہیل کو تو اصح الصادقین کی

تصور سے ہی لطفِ زندگی کا  
بھی جزوِ اعظم تو ہے بندگی کا  
تصور نہ ہوتا تو دنیا نہ ہوتی  
عبادت بھی خالص خدا کی نہ ہوتی

تصور کا چرچا ہے عالم میں ہر سو  
کہیں مانے مانے کہیں پر ہے مانو

تصورِ جدائی کے ماروں کو دکھا رکھ

تصورِ مجبوں کو، لوہے کو پار کس

حضرت مولانا مولوی خیر شاہ صاحب حنفی نقشبندی امرتسری اپنے رسالہ فیضان  
کبیر در تصور پیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ مسئلہ تصور شیخ میں بعض اجاب کو کچھ اختلاف ہے  
بعض حضرات تو اس کو فرض قطعی اور اس کے منکر کو کافر خیال کرتے ہیں اور بعض اس کو  
شرک اور بت پرستی قرار دیتے ہیں بعض کے نزدیک اس کی اہلیت نہیں اس لئے وہ  
اس کو امر زاید یا بے نامہ خیال کرتے ہیں مگر میرے خیال میں دونوں طرف سے اس  
کے مفہوم میں کچھ غلطی ہو رہی ہے لہذا یہ مسئلہ محل نزاع و اختلاف ہو گیا ہے ورنہ  
فی نفسہ نہ فرض قطعی ہے نہ شرک ہے اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں۔

میری رائے میں تو یہ آتا ہے کہ تصور شیخ بھی خاص محبت حقیقی و کوشش باطنی کا نتیجہ و اثر ہے۔ کیونکہ ایک دل کو جب دوسرے دل کے ساتھ نسبت استقامت و علاقت ہو جاتا ہے تو آئینہ قلب پر صورت محبوب کا عکس پڑتا ہے یہ عکس اس حد تک ترقی کرتا ہے کہ رات دن چلتے پھرتے سوتے جاگتے برابر یا اکثر روبرو حاضر و موجود نظر آتا ہے چنانچہ صحابہ کرام پر یہی عکس محبت غالب آگیا تھا جس سے ان کی حالت یہ تھی کہ ہر وقت جنگ و جدال وغیرہ میں بھی ان کی زبانوں پر یا محمد یا محمد جاری تھا دیکھو فتوح الشام۔ جنگ یرموک و قبائل السرج اور تاریخ کامل ابن اثیر وغیرہ اور یہی وجہ تھی کہ صحابہ بار بار فرماتے کما فی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہ غلبہ محبت نہ صرف حالت بیداری میں ہی تھا بلکہ عالم خواب میں بھی موجود تھا۔ چنانچہ ایک صحابی نے خواب میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیشانی مبارک پر سجدہ کیا۔ صبح کو حضور علیہ السلام سے خواب بیان کی تو جناب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے روبرو لیٹ گئے اور فرمایا: تو اپنے خواب کو پورا کر۔ فسجد علی حیۃ انبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اس صحابی نے حضور کی پیشانی مبارک پر سجدہ کیا۔ عبادت در حق اور سجدہ کرتے وقت کسی چیز کا روبرو رکھنا نہ تو شرک و کفر ہے اور نہ ہی بدعت و گناہ تا وقتیکہ دل میں گناہ کا خیال اور نیت برسی نہ ہو دیکھو مسجد کی دیواریں بوقت سجدہ روبرو ہی رہتی ہیں۔ امام ہمیشہ سامنے ہی رہتا ہے اور سرہانہ کے مقابل ہی ہوتا ہے۔ پتھر کعبہ کا نمازیوں حاجیوں کے روبرو ہی کھڑا ہے میت بھی بمقام سجدہ ہی رکھی جاتی ہے پھر اگر صورت شیخ روبرو رکھ کر ذکر حق کیا گیا تو کون سی قباحت ہے۔ بلکہ خود پیغمبر علیہ السلام کے روبرو نماز میں جنت و دوزخ حاضر ہو گئی حضور علیہ السلام نے جنت کو دیکھا اور اس میں سے خوشیہ انگور توڑنے کے ارادہ سے ہاتھ بڑھایا۔ مگر آپ رک گئے۔ دیکھو اتنا واقعہ حضور کو نماز ہی میں پیش آیا۔ آپ کو جنت و باقیہا دکھائی دینا اور آپ کے دل میں خوشیہ انگور توڑنے کا ارادہ کرنا پھر ہاتھ بڑھانا اور رک جانا۔ ان تمام باتوں سے تو نماز میں شرک و کفر لازم نہ آیا اور تصور

فسخ سے جو خود بخود حاضر ہو جائے۔ کس طرح شرک لازم آیا؟ اور لطف یہ ہے کہ حدیث میں یہی لفظ "صورت" آیا ہے جو کہ تصور کے معنی پر دال ہے۔ وہ حدیث یہ ہے  
 وفي الحديث صلاة الكسوف صورت الى الجنة والناس وفي لفظ  
 بيني وبين جدار القبلة وفيه انك بسط يده لتناول عنقوداً  
 من الجنة وانك تلطع من الناس وتلع من حرها حجة الله بالغة  
 بحواله الكلام بلددوم اب شرک کہاں سے آگیا۔ اور شرک کی تعریف کتب عقائد میں  
 یوں مرقوم ہے۔

الاشراک هو اثبات الشريك في الاوصية به معنی واجب الوجود  
 کا مجسوس اور بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدة الانعام کذا فی شرح العقاید للنسفی۔ یعنی  
 شرک ثابت کرنا معبودیت میں اور واجب الوجود ہونے میں جیسا کہ مجسوس کا خیال و  
 عقیدہ ہے۔ مستحق عبادت جانتا غیر خدا کو جیسا کہ بت پرست کہتے ہیں۔ حالانکہ تصور میں  
 ایسے کوئی بات مقصود و مرکز خاطر نہیں۔ پھر یہ تصور دو قسم کا ہے۔ اختیارات، بے اختیار  
 بے اختیاری کا مسئلہ تو عبارت مرقوم سے صاف ہو گیا ہے اور باقی رہا اختیاری۔ سو وہ  
 تو بطور سبق بتایا جاتا ہے مقصود اس سے اس وقت صرف یک جہتی و یک سوئی فی الخیال  
 ہوتی ہے نہ اور کچھ۔ طالب کو کہا جاتا ہے کہ یہ تصور مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ اصل مقصد  
 تو حصول فناء اللہ بقا باللہ ہے۔ یہ تصور صرف تحصیل فیوض و برکات الہیہ کا واسطہ  
 اور ذریعہ محض ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے قول الجہیل میں  
 خوب واضح کر دیا ہے اور حرمت و ممانعت کا کہیں ذکر نہیں فرمایا۔

اگر کوئی صاحب فرمادیں کہ جب تصور شیخ مقصود بالذات نہیں تو اس کو قائم رکھنے کی ہدایت کریں  
 کیا ضرورت، کیا فائدہ؟ اس سوال کا جواب کئی مقدمات پر موقوف ہے۔

### مقدمہ اولیٰ

ضرورت اس کی یہ ہے کہ انسان کی خاصیت فطری و عادت جلی ہے کہ جس کو دیکھ



لیتا ہے یا تو اس سے اس کی روح و ضمیر خوش ہوتا ہے یا ناخوش۔ اگر خوش ہو گیا تو اس کی رغبت و خواہش و انتیبات پر دل بھر کر کتاب خواہ میوہ مٹھائی ہو خواہ عورت حینہ جملہ خواہ مکان یا کتاب وغیرہ اور انتہائی کوشش کرتا ہے کہ وہ چیز اس کو مل جائے جب تک ہاتھ نہ لگے۔ ایک تو اور بھی حرص و اننگ بڑھتی جاتی ہے و دم اس کے حصول کے ذرائع زیادہ تر تلاش کرتا رہتا ہے اور ٹھکتا نہیں۔ یہاں تک کہ وہ چیز بشرط قیمت ایک نہ ایک دن اس کو حاصل ہو جاتی ہے اگر ناخوش ہوتا ہے تو اس کا دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ اس کی تلاش کرے۔ اسی طرح جب کوئی شخص کسی نیک پارسا کی طرف دیکھتا ہے تو اگر وہ سچا ایماندار ہے اس کی حرکات و معاملات، طرز اعمال اور تہذیب اخلاق پر دل سے پابند ہوتا ہے اور دل سے کوشش کرتا ہے کہ اس نیک بزرگ کی طرح بن جائے بفضل خدا آخر ایک دن وہ طالب صورتاً و سیرتاً اسی بزرگ کی طرح نمونہ بن جاتا ہے پس جس چیز کا آنکھ سے دیکھنا یا سامنے ہونا مفید و باعث اجر و ثواب ہو تو اس کا دل سے دیکھنا بھی وہی مفاد پیدا کرے گا۔ مثلاً ایک شخص بچشم ظاہر خانہ کعبہ کو ہر وقت دیکھتا اور ذکر و عبادت میں مصروف ہے شرعاً وہ شخص دو قسم کے اجر و ثواب کا مستحق و حقدار ہے ایک تو اپنے ذکر و عبادت کا دوسرے زیارت بیت اللہ کا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے: *النظر الی الکعبۃ عبادۃ و طہران* یعنی صرف بیت اللہ کی زیارت بھی ایک قسم کی عبادت ہے۔ پھر وہی شخص بچشم دل اسی کعبہ کو خیال سے دیکھ رہا ہے اور ذکر و عبادت میں مشغول ہے تو وہ کیوں ثواب کا حق دار ہو گا بلکہ زیادہ کیونکہ دل کا دیکھنا آنکھ سے بہتر ہے۔

ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت انور پر ٹھکی لگا کر تیز نظر سے دیکھتا رہا حضور پر نور علیہ السلام نے اس کی حیرت انگیز حالت کو دیکھ کر فرمایا کیا حال ہے تیرا؟ اس نے عرس کی میرے مال باپ قربان ہوں آپ پر۔ آپ کے رونے انور کی طرف دیکھ کر لذت و راحت و منفعت اٹھا رہا ہوں۔

کان من رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینظر الیہ لایطرق

فقال يا باني انت واقى النتمتع من النظر اليك والحديث شفا شريف -

جلد دوم فصل فی ثواب محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم

الحديث چونکہ وہ صحابہ کرام سچے عاشق جانشین تھے۔ جعلی نقلی الحدیث نہ تھے اس لئے بموجب حدیث پڑا میں سرائی فقد سرائی الحق حضور کا دیکھنا حق کا دیکھنا سمجھتے تھے۔

یا حسب ارشاد نبوی لمن تمسّن الناس من سرائی اور من سرائی در واد الترمذی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اقدس کو دیکھنا دوزخ سے نجات سمجھ کر دیکھتے تھے۔

یا اس خیال سے دیکھتے تھے کہ قبر پہلی منزل ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

اشارہ کر کے ہر ایک مردہ بھی یہی سوال کریں گے۔ ما لفقوا فی حقّ هذا الرجل

الذی بعث فیکم رمتفق علیہ یعنی یہ شخص جو تم میں نبی تھا۔ اس کے حق میں تو

کیا کہتا ہے۔ تو آپ کی صورت مطہرہ کو محفوظ فی الذمین اور متصور فی النظر کرتے

ہے کہ قبر میں فوراً پہچان کر کہہ دیں۔ هذا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور بعض قلیل زدہ کہتے ہیں کہ حضور کی تصویر قبر میں ہوگی حالانکہ یہ

الفاظ حدیث کے خلاف ہیں۔ پھر بھی تصور کرنا جائز ہوتا تاکہ قبر میں وہ تصویر جلد پہچانی

جائے اب جس طرح عالم ظاہر میں بچشم حال آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھنا باعث حصول

خیرات و برکات ہے۔ وہی آپ کے روئے پاک کو آنکھ بند کر کے دیکھنا بھی جملہ

חסنات و برکات کا موجب ہے۔ بلکہ اسی غرض سے التعمیات میں السلام علیک ایھا

الناس و رحمة اللہ وبرکاتہ پڑھنا لازم کر دیا گیا ہے تاکہ حضور کا تصور نماز

میں یہی طور پر حاصل کرنے کی عادت رہے چنانچہ حضرت امام طریقت و شریعت

شیخ ایشوخ شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف باب سلوۃ اہل قرب

میں لکھتے ہیں۔

ولیسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومثلہ بین عین قلبہ

یعنی التعمیات میں بوقت سلام حضور علیہ السلام کا تصور دل کی آنکھوں پر قائم کرے اور

یہی منعمون حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اجیاء العلوم باب حضور القلب فی السلوۃ

میں تحریر کرتے ہیں۔ وأحضرت في قلبك البتّى وبتخصّصه وقل السلام عليك  
 ايها البتّى وسحة الله وبركاته، یعنی نماز میں حضور کی صورت مبارک  
 کو متحرک رکھ کر کہہ السلام عليك ايها البتّى۔ اسی طرح امام ابن حجر کی محدث شافعی  
 شرح غیب باب تشہد میں لکھتے ہیں ونعوطب صلى الله عليه وسلم كأنه  
 إشارة الى انه تعالى يكشف له عن مصلين من أمته حتى يكون  
 كالحاضر معه يشهد لهم بافضل أعمالهم قد ذكره  
 وحضوره سبباً لمزيد الخشوع والحضور الخ یعنی حضور غلیہ السلام کو  
 التجیات میں اس لئے مخاطب کیا گیا ہے کہ خداوند کریم حضور غلیہ السلام کی امت کے نمازیوں  
 کو آگاہ کر کے فرماتے ہیں حاضر ہو کر شہادت اعمال دیوں اور دل میں حضور لانے سے شروع  
 خشوع کی زیادتی ہوتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ باب التجیات میں فرماتے ہیں  
 کہ التجیات کو محض حکایت معراج خیال کرنا غلط ہے کیونکہ شیخ محقق کی  
 عبارت (دہمیشہ نصب العین مومنان وقرۃ العین عابدان در جمیع اوقات و احوال)  
 سے ثابت ہوا کہ حقیقی معنی لفظوں کے مراد میں چنانچہ امام محدث ملا علی قاری مرقاہ  
 شرح مشکوٰۃ میں اسی کی تائیدیوں فرماتے ہیں۔ جواز الخطاب من خصوصیات  
 صلى الله عليه وسلم اذ لو قيل لغيره حاضرًا أو غائبًا السلام عليك  
 لبطلت صلواته اور صاحب مواہب الدنیہ میں لکھتے ہیں فان كيف شروع  
 هذا اللفظ وهو خطاب بشر مع كونه منها عنه في الصلوة فالجواب  
 ان ذلك من خصاله صلى الله عليه وسلم۔ الخ یعنی اگر کسی کو نماز میں قائل  
 کیا جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے مگر التجیات میں السلام عليك ايها البتّى کہنے سے نماز  
 نہیں ٹوٹتی کیونکہ یہ بات حضور کے خصوصیات سے ہے اور یہی جواب دیا صاحب  
 مواہب نے بس اگر معنی حقیقی مراد نہ ہوتے بلکہ محض حکایت معراج تھی تو یہ خصوصیت  
 کیسی؟ خصوصیت تو ہر ایک شخص کو ہر جگہ نماز میں حاصل ہے۔ مثلاً یا ایہا الناس

بلدیہما الذین . یا ایہما الکفران . علیٰ ہذا القیاس نو کیا ان مقایسات پر کسی صاحب کو نماز ٹوٹنے کا خدشہ اور اندیشہ ہو سکتا ہے . ہرگز نہیں کیونکہ یہ حکایتاً پر عینی جاتی ہے مگر ماضی قاری جیسے محدث جلیل اللہ رکوعہ نمازیں السلام علیک ایہا النبی کہنے سے نماز ٹوٹنے کا کیوں خطرہ پیدا ہوا . پھر جواب بھی عمدہ دیا کہ یہ مسوئیت حضور علیہ السلام کی ہے پس ثابت ہو گیا کہ اس جگہ حکایتاً نہیں پڑھا جاتا بلکہ یقیناً دلائل و معنیاً پڑھا جاتا ہے اور نہ نفل حرکات . حضرات فقہاء بھی اس کو حقیقتاً و معنیاً

پڑھتے ہیں . نہ حکایتاً .

چنانچہ صاحب بحر اہل حق و درمناز و غیرہ صاف لکھتے ہیں کہ الفاظ شہد سے معنی مراد ہیں نہ حرکات کما فی المحقق . اور ہی بیان کیا صاحب غنایہ نے امام نووی سے اور اسی کو عمدہ معنی کہا ہے اور کہا کہ جو کون اس کو سکایت سمجھ کر پڑھتا ہے . وہ قول ضعیف اور غلط ہے .

غرضیکہ حضور علیہ السلام خود تصور کی تعلیم و تاکید فرمائی . پھر فقہ شیعہ کو شرک و کفر کہنا مسلمان کا کام نہیں .

ایک شخص ان پڑھ دہی ، محض با وضو بصد آداب قرآن کریم کو رو بہ در رکھ کر درود یا کلمہ وغیرہ پڑھتا ہے وہ شخص اگرچہ نہ تو قرآن کریم پڑھ سکتا ہے نہ سنتا ہے مگر پھر بھی ایک قسم کا ثواب مل رہا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا النظر الی المصحف عبادۃ سداۃ الطیرانی یعنی قرآن مجید کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے پھر اگر وہی شخص ہر وقت قرآن کی طرف دل خیال سے دیکھے نہ کیوں ثواب کا مستحق نہ ہوگا ایک شخص مومن بصدق دل بہ نیت محبت و اخلاص پاکیزہ لباس با وضوین کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھے اور کچھ ذکر و تسبیح وغیرہ بھی پڑھے تو وہ صاحب حسب فرمان نبوی النظر الی وجہ علی عبادتہ رواۃ الطیرانی ایک قسم کی عبادت کر رہا ہے پھر اگر وہی شخص حضرت علیؑ کی صورت کو بنظر باطن بطریق مذکورہ دیکھے تو ضرور وہ شخص ثواب کا حقدار ہے کیونکہ اگر ظاہر آنکھ سے چہرہ مبارک



دیکھنا عبادت بے تودل سے دیکھنا اور بھی زیادہ ثواب رکھنا ہے کسی بزرگ ولی اللہ کے دیدار سے پہ فائدہ ہوتا ہے کہ خدا یاد آتا ہے اور ذکر حق کا شوق ترقی کرتا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ خیار عباد اللہ الذین اذا سوا ذکر اللہ شرح شکوۃ جامع صغیر و طبرانی یعنی خدا کے بند بے بہتر ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے پس جب ظاہر صورت کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے تودل کی آنکھ سے زیادہ زخا یاد آئے گا جب کسی کا کسی کے ساتھ دلی تعلق چپ پال ہوتا ہے تو خدا کے ہاں بھی وہ تعلق اور خیال معتبر ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ ورجل یتعلق قلبہ الی المسجد و متعلق قلبہ یعنی قیامت کے دن وہ شخص بھی عرش کے سایہ میں رکھا جائے گا جس کا دل مسجد کی طرف لگا ہو تو جس طرح مسجد کی طرف متعلق ہونے سے مراد مقصود بالذات ہے۔ دیواریں یا صحن یا مینار وغیرہ نہیں۔ بلکہ عبادت حق و یادِ قادر مطلق مراد ہے۔ اسی طرح تصور شیخ سے مراد مراقبہ ذات حق و یاد الہی ہے ورنہ تعلق دل الی المسجد سے کہا مراد ہے مسجد کے خیال رکھنے سے فقط پانچ ہی وقت کی یاد حاصل ہوگی اور خیال و تصور شیخ سے ہر وقت یاد حق نصیب ہوگی۔

کسی بزرگ کے ساتھ تعلق ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کی صورت کذاں یا اوصاف یاد رکھنے کے تعلق پکڑا جائے اور تعلق بنیہ صورت و نقش کامل نہیں ہونا چاہیے حدیث شریف میں ہے عن الحسن ابن علی قال سلت خالی ہندہ ابن ابی ہالہ انا استھنی ان تصیف لی ہنہا شیئی اتعلق بہہ و شامل ترمذی و شفاء طبرانی امام حسن نے ابن ابی ہالہ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت و شامل کی آپ تو صیف فرمادیں کہ اس میں تعلق پکڑوں۔ اسی فقرہ سے ثابت ہو گیا کہ نام و صورت کی منشا یہ ہے کہ آپ کے نقش و نگار کی پوری پوری تعریف بیان ہو اور وہ نقشہ میرے ذہن میں منقش ہو جائے ورنہ اگر معمول محبت مراد ہوتی تو آپ یہ نہ فرماتے انا استھنی ان تصیف لی طیکونکہ معمولی محبت تو آپ کے دل میں تھتی ہی۔ پس کسی بزرگ کے ساتھ تعلق رکھنا اور ساتھ اس کے صورت بھی یاد رکھنا یاد رکھنا اسی حدیث پاک

سے مستحسن ہو گیا۔

دیدن دانا عبادت ایل بود

فتح ابواب سعادت ایل بود

ایک شخص کا دلی تعلق کسی زانیہ عورت سے ہے اور شخص مذکور کا ہر وقت خیال بھی اس کی طرف وابستہ رہتا ہے بلکہ اس قدر مستغرق رہتا ہے کہ اس کی صورت مستحضرہ فعالہ بنیاد خود کر رہا ہے تو ایسا شخص باطنی طور پر گنہگار ہے کیونکہ ایک شخص بدن کے ہر ایک عضو سے گناہ دزنا کرتا ہے اور ایک شخص دل سے اور خیال سے زنا کرتا ہے تو پہلے سے دوسرا اور بھی عاصی و مجرم ہے پس جب باطنی خیال بد سے ایک گناہ کا ترکیب ہے تو دوسرا فعل نیک سے ثواب کا حق دار ہو گا۔

حرب تحقیقات سینکڑوں محققین یورپ و حکمائے یونان و علمائے مسیحیہ و براہمہ ہند وغیرہ یہ بات پایہ ثبوت کر بلکہ مشاہدہ اور تجربہ میں ثبوت پا چکی ہے کہ جس طرح دو چیزوں کے رگڑنے سے ایک نئی تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً لوہا جست و پارہ گندھک تانبہ جنت وغیرہ چیزیں ترکیب پا کر قوت برقی پیدا کرتی ہیں۔ چنانچہ اصول کیمسٹری مفصل بیان کرتی ہے یا مثلاً ایک بیمار مانند جذامی، طاعون، آنشک و جھپک والا جحر طرح صحیح البدن ان کے پاس بیٹھنے سے بیمار ہو جاتا ہے اور ایک کی بیماری دوسرے تک نقوی کرتی ہے جیسا کہ اصول ڈاکٹری میں یہ امر طے شدہ ہے اسی طرح اسی حیثیت سے جب طالب کی روح اپنے مطلوب کی روح تک پہنچ کر ٹکراتی ہے تو مطلوب کی روحانی برقی قوت طالب کے اندر اثر کر جاتی ہے اور جو اوصاف حمیدہ و روحانی روح مطلوب میں موجود ہوتے ہیں وہ آہستہ آہستہ طالب کی روح میں آجاتے ہیں جیسے طالب کی حیثیت و استعداد باطنی دہمت طائر ہوتی ہے وہیے مطلوب سے فیض یاب و فیض المرام ہوتا ہے۔

اصطلاح صوفیہ کرام میں اس کا نام ربط قلب یا صحبت معنوی یا معیت روحانی ہے قرآن زیم نے اس تمام مضمون کو نہایت مختصر اور جامع فقروں میں ادا کیا ہے

ایک جگہ فرمایا ہے کُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ اور دوسری جگہ فرمایا ہے تَوَقُّنَا  
 مَعَ الْاَبْرَارِ یعنی انسان پر واجب ہے۔ صادقین دایرہ کی معیت زندگی میں اختیار  
 کرے یہاں تک کہ مرتبہ تک بھی وہ معیت حاصل رہے یہی مقصود ہے تصور شیخ سے  
 کیونکہ طالب ہر وقت یہی چاہتا ہے کہ اس پاک روح کی معیت مجھے یہاں بھی  
 حاصل ہوتا کہ دنیاوی ہجوم و غموم اور شیطانی وساوس و خطرات سے محفوظ رہوں  
 اور آخرت میں معیت نصیب ہو کہ حسب وعدہ حق الْمَسْعُومُ مَعَ مِنْ اَحِبِّ الْوَدَّ  
 درجات علیا و مراتب اقصیٰ پر فائز رہوں البتہ جو لوگ تصور ہی کو اصل مقصد یا مہر  
 حقیقی یا موثر ذاتی و مستقل مانتے ہوں وہ سخت غلطی پر ہیں اور جو لوگ خدا کا تصور کرتے  
 ہیں وہ بھی شرک ہے کیونکہ خدا کی ذات صورت و نقش سے پاک ہے اور لفظ معیت  
 کو اور معانی پر آیا ہے مگر معنی مذکور بھی بعد کی چسپاں ہیں کیونکہ اصل معیت محبت نامہ  
 سے حاصل ہوتی ہے اور محبت نامہ کا خاصہ و لازمہ یہی ہے کہ محبوب ہر جگہ نظر آئے  
 مگر یہ بات زاہد خشک ہے دردیبانگ دل کو کس طرح سمجھائیں کیونکہ لَسْمَدٌ قَلْبٌ  
 لَا يَفْقَهُونَ بَحَّارِ الْقُرْآنِ، وارد ہو چکا ہے ہاں جس کے دل و مارغ میں تراویح عشق  
 کو اس کی سمجھ میں آسکتا ہے۔

حسید این دولت ہمہ کس راندند  
 سوز پر پروانہ مگس راندند

۳۳ سالہ انتباہ فی بیان طریق الوصول الی اللہ میں حضرت تاج الدین  
 خلیفہ خالص حضرت محمد باقی باللہ نقشبندی سے مروی ہے۔  
 سلسلہ چشتیہ صابر یہ کے باب میں کہ بوساطت حضرت مجدد الف ثانی پہنچتا ہے  
 لکھا ہے کہ

شیخ و مرشد کی صورت اپنے سامنے تصور کر کے اس کے  
 بعد ذکر کرنے نصاب اور شیطان خطر و لی اور وسوسوں کے دور کرنے میں پورا موثر  
 ہے بلکہ مواعدین کے سلطان عاشقوں کے برہان شیخ جلال الدین مولانا

فانہی خاں یوسف تا صبح اسی طرح فرماتے ہیں کہ مرشد کی صورت جو ظاہر میں دیکھی جاتی ہے۔ آب و گل و انسانی صورت کے پردہ میں حق تعالیٰ کے انوار کا مشاہدہ ہے لیکن صورت مرشد جو گوشہ دل میں آب و گل کے پردہ کے بغیر تصور کی جاتی ہے وہی حدیث شریف میں بیان کردہ جلوہ ہے کہ فرمایا: من را حق فقط مرا ای الحق جس نے مجھے دیکھا پس اس نے حق کو دیکھا اور اسی مقام پر فصوص الحکمہ اور فتوحات مکیہ میں کہا: وہ تجلی جو صورت انسانی میں ہوتی ہے تمام تجلیوں سے جامع اور افضل ہے کتاب مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز میں مرقوم ہے۔

کہ تجلی حق جو دل کی آنکھ پر ظاہر ہوتی ہے اس کی چار اقسام ہیں۔  
 آثاری۔ افعال۔ صفائی اور دانی۔ اور ان تمام تجلیات کے حصول کا ذریعہ شیخ کی صورت کا دیکھنا تصور شیخ ہے اور تفسیر کبیر میں بروایت ابن عباس اور تفسیر خازن میں بروایت حسن و سعید بن جبیر۔ مجاہد و عکرمہ و ضحاک وغیرہ ہم آیت کریمہ کو لا تا یحسدوا لک تصور شیخ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خالص اس وقت جب کہ زلیخانے مکر و فریب کا دم نزدیک رہی گرفتار کیا تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت مبارک نظر آئی اور وہ صورت کہتی ہے کہ اے یوسف خیر دار تیرا نام دفتر انبیاء علیہ السلام میں درج ہے کہیں حرکت ناشائستہ نہ کرنا چنانچہ اسی صورت پاک کو دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام زلیخانے سے بھاگ نکلے۔ اور بدی سے بچ گئے آیت میں برہان اسی کو کہا گیا ہے۔ خاکسار اتم الحروف کہتا ہے کہ دیگر تفاسیر معتبرہ میں بھی ایسا ہے۔ مثل کشف میں اور پنجابی تفسیر جو مولوی محمد نے لکھی ہے اس نے بھی اس روایت کو لکھا ہے یہاں تصور کے فوائد اور منافع۔ اسی طرح اکثر اولیاء اللہ کے واقعات مریدوں کے ساتھ وقوع میں آچکے ہیں۔

جامع کمالات، منبع علوم علی و حق مولانا حکیم حاجی سید فرزند علی دہلوی دامینہ منورہ خلیفہ غلام حاجی نامہ اور صاحب کتاب تہذیب خلیفہ اعظم حضرت بابا حاجی نور محمد صاحب تیرا سنی اپنے رسالہ جلد سیزدہم میں بیان کرتے ہیں کہ شیخ کی مجلس میں ایک دن شغل بزرگ (تصویر شیخ) کے متعلق بات شروع



نبوتی اور زندان پر آیا کہ بعض علماء اس شغل کو منع کرتے ہیں بلکہ اس کو شرک جانتے اور کہتے ہیں کہ اس شغل سے عبادت میں اور صفات میں شرک لازم آتا ہے کہ شیخ کو مثل خدا مانزون نظر تصور کرتے ہیں یہ شرک فی الصفات ہے اور اس کے اکتفاء سنت بیٹھتے ہیں اور یہ شرک فی العبادت ہے اور دونوں ممنوع ہیں پس لازم کہ اگر کوئی چیز بھی ممنوع ہوگی مندرمایا کہ شغل برزخ میں اگر کوئی یہ اعتقاد ہو کہ معترضی بیان کرتا ہے رکھتا ہے بے شک فرقہ ناجیہ اہل سنت (فرزادسم) اللہ تعالیٰ کے عقاید کے خلاف ہوگا مگر حضرات مشائخ یہ عقیدہ ہرگز نہیں رکھتے اور سب اہل حق میں سے کسی کو ایسا تعظیم نہیں کرتے۔ تعجب ہے کہ بزرگانِ دین، صدق و یقین رکھنے والے راہِ حق کے پیشوا اور درگاہِ حق کے مقربوں کے حق میں ایسی بد عقیدگی رکھتے ہیں۔ اگر حضرات صوفیاء کرام یہ عقیدہ رکھتے ہوئے خلق کو تعظیم کر کے گمراہی کے کنوئیں میں گرا بیٹیں تو پھر ہدایت کون کرے گا۔

یہ اختراعی یا تو دشمنی و حسد و بغض کے سبب سے ہے یا غلط فہمی کی وجہ سے شغل برزخ کی حقیقت یہ ہے کہ شیخ مقتدا کی صورت مثالی کو دل کے مقابل خیال کر کے اس کو فیضانِ الہی کا واسطہ جان کر ذکر الہی میں مشغول ہوں انسان سے کہنا چاہیے کہ اس صورت حال میں شرک فی العبادت اور شرک فی الصفات کہاں سے کسی شخص یا چیز کی صورت مثالی کا تصور کون سی آیت حدیث یا کتاب عقاید میں شرک لکھا ہے اگر کوئی شخص صورت مثالی زید کو اور اس کے قصہ خاص کو جو اس سے واقع ہوا ہو۔ اس وقت تصور کرے اور کہے کہ میں گویا اس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ یہ کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے اس میں شرک کیسے لازم آتا ہے اور اس قسم کے مضامین بے شمار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہ و اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات میں منقول ہیں اس کی تفصیل احادیث میں تلاش کرنی چاہیے اور انصاف سے کام لینا چاہیے۔ اور دوزانویا مراقب ہو کر بیٹھنا حق تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت کے لئے ہے۔ کوئی شخص ہرگز یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ برزخ

کی عبادت کرتا ہے یہ ان لوگوں پر بہتان ہے حتیٰ تعالیٰ نے شغل برزخ میں طالبوں کی تمہیں اور ان کے مسول فیض کی بہت بڑی تاثیر رکھی ہے کہ اس طرح اور اس قدر تاثیر کی تیزی دوسرے اشغال میں نہیں ہے اور درمیانی عقل کو اس کی غلت اور سبب دریافت کرنیکی جیسا کہ چاہیے، دسترس نہیں ہے بلکہ تاثیروں کی غلت اور تمام انبیاء کے خواص دنیاویوں کے معلوم کرنے میں اسکی طرح سے اگر انصاف سے کام لیا جائے اور غور فرمایا جائے تو آیات اور احادیث سے اس شغل برزخ تصور شیخ اور واسطہ یعنی وسیلہ کا استنباط ہو سکتا ہے یہ مسکد نکل سکتا ہے موجود ہے اور حضرات صوفیائے کرام کے اقوال اور تعظیم و منکرین بھی ان کی بزرگی شان کی بلند می ان کے علم و غزبان اور ان کے مقصد ہونے کے قائل ہیں، خود اتنے ہیں کہ ان کی گنتی دشوار ہے واللہ اعلم بالصواب تصور شیخ کی طرف بلانے اور اس کی ضرورت کی وجہ جو کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اپنے مکتوبات میں بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے۔

پہلے جاننا چاہیے کہ اس شغل کی طرف بلانے اور اس کی ضرورت کی وجہ کیا ہے اس کی ضرورت کی وجہ جو کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکتوبات میں بیان فرمایا ہے تمام جہان آپ کی بزرگی و فضیلت کا مقصد اور قائل ہے۔

اول:-

مکتوب نمبر ۱۱ جلد اول میں فرماتے ہیں کہ فیض لینے دینے کا طریقہ طرفین کی مناسبت پر ہے۔ اول تو طالب کی بسبب کمال کم ظرفی اور کمینگی کے اللہ جل شانہ کے ساتھ نسبت نہیں ہوتی اس لئے دونوں طرف تعلق رکھنے والا برزخ درکار ہے اور وہ شیخ کمال ہے پس جب حضرت حق کی تائید سے ایسے شخص کی صحبت میسر ہو تو اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دے اور کوئی دم بھی اس سے جدا نہ ہو۔

دوم :- حضرت امام العارفین قدوة الابرار ناصر الدین علیہ اللہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت گونوا مع الصادقین کے معنوں میں فرماتے ہیں کہ کینونت مع الصادقین کے دو معنی ہیں ایک کینونت صورت کے لحاظ سے اور وہ یہ ہے کہ صدق کے

ساتھ مجلس و صحبت کو ہمیشہ لازم جانے تاکہ ان کی دوامی صحبت سے اس کا باطن ان کے اخلاق و صفات کے نور سے منور ہو جائے دوسری کیسٹ معنوی لحاظ سے یہ ہے کہ باطنی طور پر ایسے گروہ کے ساتھ طریق تعلق و تصور کرے کہ جو وسیلہ ہونے کے قابل اور اس کا حق رکھتے ہیں اور صحبت کو وقتی طور پر حاضر نہ کرے۔ جیسا کہ دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتی ہے بلکہ ایسا کرے کہ صحبت دائمی نصیب ہو اور ظاہریت سے باطن کی طرف عبور کرے تاکہ ہمیشہ نظر میں قائم رہے جب یہ حالت ہمیشگی اختیار کرے تو ایک دوسرے کے ساتھ ایک مناسبت اور اتحاد حاصل ہو گا اس مناسبت سے جو کچھ مقصود اصلی ہے اس کی حقیقت حاصل ہوگی بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس ضروری امر سے جو کچھ سمجھا جاتا ہے یہ ہے چاہیے کہ دل ان صادقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ تعلق پکڑے۔ صادقوں کا گروہ وہ ہے کہ جو کچھ غیر حق ہے ان کی بصیرت کے سامنے سے ہٹ چکا ہے۔

سامنے استاد کے جو محوی ہو

جان شاگردوں کی اس سے محوی ہو

پھر اگر استاد ہی خود محوی و محور ہونے والا ہو اس کے شاگردوں کی جان بھی محوی ہو

سوم:

امدادہ المحدثین سند الفقہاء والمفسرین حضرت شیخ عبدالغنی دہلوی مجددی نے فرمایا

کہ جب تک سناک ماسوئی اللہ کو ترک نہ کرے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور یہ کہ اس کا

ترک کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر فرض کیا کہ ظاہر میں ترک بھی کرے تو دل سے ترک کرنا مشکل

ہے۔ حضرات مشائخ اللہ تعالیٰ ان کے بھیدوں کو پاک کرے کہ وہ روحانی طبیب ہیں

انہوں نے اس کا علاج اسی طرح فرمایا ہے کہ پہلے دل کا تعلق و تصور، شیخ مقتدا

کے ساتھ درست کرے حتیٰ کہ آہستہ آہستہ یہاں تک نوبت پہنچے کہ ہر دم خیال اور بزرگ

سامنے رہے جب نوبت یہاں تک پہنچے تو اس کے دل کے میدان سے دوسرے خیالات

اور طرأت گم ہونے لگتے ہیں اور مقام فنا فی الشیخ حاصل ہونے سے اس حالت میں نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ سالک کو اپنی صورت اور دوسروں کی صورت شیخ کی صورت کی مثل نظر آتی ہے۔ اس وقت شیخ کے ساتھ مناسبت و نسبت حاصل ہوتی ہے تمام خیالات اور حطرے بوریابستر باذہد کر اس کے سینے یعنی دل سے نکل جاتے ہیں اور قدم فنا فی اللہ کے مقام پر پڑتا ہے۔

چہارم :-

یہ بھی آپ نے فرمایا کہ ایک دن مولوی احمد علی صاحب محدث مولوی عبید اللہ موسیٰ کو اپنے ہمراہ دہلی میں میرے پاس لائے۔ اور کہا کہ مولوی عبید اللہ تصور شیخ کی بابت شیخ پر اعتراض کرتا ہے کہ اس شغل میں جوگیوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے کہ وہ گرو کا دھیان یعنی تصور کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر کوئی اشنان گنگا کے ایام میں کھڑا ہو جائے تو وہاں رات کو سو جائے اور اس کو خواب میں اختلام ہو جائے پس اگر غسل جنابت کرتا ہے تو کفار کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے اور اگر غسل نہ کرے تو نماز فوت ہو جاتی ہے۔ فرمائیے کہ وہ کیا کرے۔ کہنے لگے کہ غسل کرے یہ مشابہت اس کو ضرر نہ دے گی اور نہ کرنے کی صورت میں نماز در فیضہ کے ترک کرنے میں مبتلا ہو گا اور گنگا کا ہو جائے گا۔ میں نے کہا حضرات مشائخ رحم اللہ تصور شیخ یعنی شغل برزخ اس کے کرنے میں تاکہ دوسرے خیالات سے بچے رہیں۔ تم بتاؤ کہ یہ خیال کہ تصور شیخ کو فیض الہی کا ذریعہ سمجھ کر اس کو کرتے ہیں۔ خوب ہے یا زنا سق جنگ مکتے اور سوار کے خیالات خوب ہیں کہنے لگے سمجھو یا۔ یہی شغل برزخ خوب ہے تاکہ تمام جہیت اور پلید خیالات سے باز رہے ان تمام کا جواب بطریق سوال دجواب لکھا جاتا ہے جن کی مذکور آن کریم اور احادیث شریف سے پیش کی گئی ہے۔

سوال :-

شغل برزخ یعنی تصور شیخ میں شرک فی الصفات اور شرک فی العبادت لازم آتا



ہے اس لئے شیخ کو حاضر و ناظر سمجھ کر مراقبہ میں بیٹھتے ہیں یہ شرک صفات میں ہے اور اس کی ریشخ  
رصودت کو قصور کے ذکر تے ہیں یہ شرک عبادت میں ہے۔

### جواب :-

معرض کا یہ گمان محض غلط ہے اس لئے کہ مشائخ عظام میں سے کسی نے بھی اس  
کی صراحت اور اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا کہ شیخ کو مثل خدا حاضر و ناظر عالم الغیب  
اعتقاد کر کے بیٹھے اگر کوئی اس قسم کا اعتقاد رکھتا ہے بے شک ہمارے نزدیک بھی  
شرک ہوگا۔ ہرگز ہرگز نہیں کہ حضرات مشائخ اور ان کے تابعدار یہ خبیث اعتقاد رکھتے  
ہوں بلکہ وہ اپنے شیخ مقتدا پیر و مرشد کا تصور کرتے ہیں اور اس کے بوزخ و شکل کو  
خیال میں حاضر جانتے ہیں اور اس میں کوئی خطرے کی بات نہیں اور لازم نہیں آتا کہ اس  
کے وجود و شکل کا ظہور و خیال ہر شان و ہر حال میں واقع ہو ورنہ ہر خیال کی کئی چیزیں یہ  
خطرہ لازم آئے گا اور وہ مشرک ہو جائے گا پس زمانہ میں کوئی بھی مسلمان نہ رہے گا کیونکہ  
اگر کوئی زید کو اور اس کے قصہ کو جو اس کے ساتھ گزرا ہے قصد کرے خیال میں لائے کہ سارا  
کا سارا قصہ سامنے ہے گویا کہ وہ زید کے ساتھ بات چیت کر رہا ہے اس سے مسئلہ  
پوچھتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے اور اس حالت کو جو کبھی گزر چکی ہے ہو ہو اپنے خیال  
میں لاتا ہے اس میں کیا شرک ہے کو اہت بھی نہیں ہے شرک تک نوبت کیسے پہنچی  
اور اس قسم کے حالات اکثر صحابہ سے بھی منقول ہیں۔

پیغمبر :-

پہنچا پھر قنسطہنی رحمۃ اللہ علیہ در شرح بخاری فی آرد۔ قال الطیبی ان المصلین  
اذ استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لہم بالدخول فی حرم المحی الذی  
لا یدرت فقرت اعینہم بالمناجات۔ فتنہوا علی ذالک بواسطۃ  
نبی الرحمة و برکاتہ متابعتہ فالتفتوا فاذا الحیب فی حرم الحیب  
حاضر فاقبلوا علیہ قائلین السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ و

برکاتہ -

ترجمہ :-

چنانچہ محدث قسطلانی شرح بخاری میں لائے ہیں۔ طیبی نے کہا جب نمازی النجیات کے پڑھنے سے باب الملکوت کھولنا چاہتے ہیں تو انہیں اس زندہ دعاء کے حرم میں جو کبھی نہیں مرتاد داخل ہونے کی اجازت مل جاتی ہے تو وہ مناجات سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں پس اس پر ان کو خبردار کیا جاتا ہے نبی رحمت و برکت کے واسطے سے پس وہ متوجہ ہوتے ہیں اور پاتے ہیں کہ جب تک کہ تائب و تائبہ اس کی طرف السلام علیک ایہا النبی رحمتہ اللہ وبرکاتہ کہتے دُعا نہیں کرتے تو گئے متوجہ ہوتے ہیں۔

سوال :-

حدیث میں جاہل کی صورت بنانا منع فرمایا ہے اور برزخ خیالی تصور ہے لہذا یہ بھی ممنوع ہے؟

جواب :-

ظاہر طور پر دُعا میں تصویر بنانا منع ہے کسی صورت کا تصور یا خیال میں لانا منع نہیں ہے اگر وہ بھی منع ہوتا تو فقہا نمازیں شہد کے معانی کے خیال کرنے کا حکم نہ فرماتے اور صحابہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو بھی کافی نظر الی اس رسول اللہ دُعا کہ آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں، نہ فرماتے اور شیشہ دیکھنا ہرگز جائز نہ ہوتا منکرین سے بعید نہیں ہے کہ کہہ دیں شیشہ دیکھنا حرام ہے مگر ان روایات حدیث کا کیا جواب دیں گے۔ اس واسطے کہ ابن سبآن، دارمی، بزار اور طبرانی کی روایت میں شیشہ میں منہ دیکھتے وقت دعائیں منقول ہیں جیسا کہ یہ دعا اللہم حسنت خلقی فحسن خلقی

(ترجمہ) اے اللہ تو نے میری اچھی صورت بنائی ہے سیرت یعنی خلق بھی اچھی بنا دے اور بانی وغیرہ میں اشیاء دیکھنا بھی جائز نہ ہوتا اور ان سب کو ناچاری کی وجہ سے انکار کرنے والے بھی نا جائز خیال نہیں کریں گے اور میں نہیں جانتا کہ کون سی چیز

اس کا سبب نبی کو وہ فعل جس کو تمام اولیاء اللہ جائز رکھتے ہیں یہ لوگ اس کے انکار پر اصرار دینا کرتے ہیں مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی صبح کو یہ دعا پڑھے (مانگے) اس دن جتنے گناہ اس سے ہوں گے سب بخشنے جائیں اور اگر شام کو کہے رات کو جتنے گناہ اس سے ہوں گے بخشنے جائیں گے دعا یہ

اللهم اصحنا تشهدك وتشهد ر جملة عرشك وهبنا لك  
وجميع خلقك انت انت الله لا اله الا انت وحدك لا شريك لك و  
ان محمداً عبدك ورسولك

”اے اللہ ہم تیری شہادت دیتے ہیں موجود مانتے ہیں اور  
تیرے عرش پر رہنے والوں اور تیرے تمام فرشتوں اور تیری تمام خلقت کی  
موجودگی شہادت دیتے ہیں اور یہ شہادت بھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے  
خاص الخاص بندے اور رسول ہیں“ خیال کرنا چاہیے کہ اس دعا میں تمام ساکنان  
عرش تمام فرشتوں اور تمام خلقت کی گواہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ شہادت شہود  
دعا ضروری۔ موجود ہونے کو لازم ہے اور یہ شہود حقیقی (اصلی) نہیں بلکہ محض خیال  
و تصور میں ہے پس اگر کسی عرض اور مصلحت کے سبب سے غیر کا تصور کیا جائے  
عبادت کے منافی اور شرک کا سبب نہ ہوگا بلکہ بعض جگہ بخشش کا سبب ہوگا جیسا  
کہ اس مثال میں ہے۔

سوال :-

ہر ایک کام کی کوئی نہ کوئی غایت اور فائدہ ہوتا ہے اس شغل میں کیا فائدہ  
ہے کہ اس کو لازم سمجھا جائے؟

جواب :-

حضرت امام ربانی جلد اول مکتوب نمبر ۱۸ میں فرماتے ہیں جانا چاہیے کہ  
پیر اور مرید کے درمیان رابطہ کا حاصل ہونا بے شک و شدید نسبت تامہ (کامل)  
کی علامت ہے اور پیر و مرشد کے درمیان فیض لینے دینے کا ذریعہ ہے اور

وصول یعنی داخل ہونے کے طریقوں میں سے کوئی طریق رابطہ کے طریق سے زیادہ  
 قریب نہیں ہے کون سا خوش نصیب ہے کہ اس کو اس سعادت سے سوا تمنا  
 بنائے ہیں، اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ قول الجلیل میں فرماتے  
 ہیں اور تیسرا طریقہ وصول اللہ کا رابطہ شیخ تصور شیخ ہے اور شرط اس کی  
 یہ ہے کہ شیخ قوی توجہ والا اور دواچی یادداشت والا ہو۔ پس اگر اس کو  
 پائے تو اپنے نفس کو ہر شے سے خالی کر کے اس کی محبت بھرے اور انتظار کرے کہ  
 کس طرح اس سے فیض آتا ہے۔ اگرچہ اس کے بعد فرماتے ہیں اور جب پیر اس سے  
 غائب ہوا اس کی صورت اپنی دونوں آنکھوں کے بیچ میں محبت اور تعظیم کے لحاظ  
 سے خیال تصور کرے تو اس کی صورت تصور وہی فائدہ دے گی جو اس کی صحبت  
 فائدہ دیتی ہے پس اس سے ظاہر ہوا کہ خیالی صورت تصور اور شیخ مقتدا  
 کا تصور محبت (معیت) اور دیدار کا قائم مقام ہے اور حدیث صحیح (دوہ  
 ایسی قوم ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہتا) اسی رو سے ان کی صحبت  
 سعادت تک پہنچانے کا سبب ہے اور عالم کے منہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے  
 اور یہ نظر غائب خواہ ظاہری آنکھ سے ہو یا بصیرت باطنی نگاہ اور خیال سے  
 شریعت میں دونوں معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ تحقیق میں دیکھنا ہوں سات  
 کا میں (القرآن) اور گواہ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

ششم

عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا بھی عبادت کی قسم سے ہے جیسا کہ جامع صغیر کی  
 حدیث میں حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا۔ پانچ چیزیں از قسم عبادت ہیں۔ (۱) کم کھانا (۲) مسجدوں میں بیٹھنا  
 (۳) کعبہ پر نظر کرنا (۴) قرآن کریم میں نظر کرنا (دیکھنا) (۵) عالم کے چہرے کی طرف نظر  
 کرنا۔ جب کہ عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا ایک عام عبادت ہوتی ہے تو شیخ مقتدا  
 یعنی پیر کامل کے چہرہ کو دیکھنا زیارت کرنا کیوں عبادت نہ ہوگی کہ پیر کامل



اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اور اس کی محبت یاد الہی کا موجب اور غفلت دور کرنے کا سبب ہے۔ غفلت کا دور کرنا اور ذکر اللہ کا حاصل کرنا یعنی ذکر اللہ میں ہمیشہ رہنا اس بلند پایہ گروہ کا سورج سے بھی زیادہ روشن اور ظاہر ہے اور نبی علیہ السلام کی حدیثیں بھی ان کی تائید میں ناطق ہیں۔ بول رہی ہیں۔

ہم قسم بہ

روای الطبرانی عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من الذاس مصابیح لذكر الله اذا اس واذ ذكر الله و طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض آدمی اللہ کے ذکر کے چراغ ہیں جب ان کو دیکھو خدا یاد آ جاتا ہے۔

روای الحکیم الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادیباً عن اللہ تعالیٰ الذین اذا اس واذ ذکر اللہ۔ حکیم ترمذی ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے دوست وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو دیکھو خدا یاد آ جاتا ہے۔

روای الطبرانی عن عباد بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیا من امتی الذین اذا اس واذ ذکر اللہ و طبرانی نے عباد بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمیری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھو خدا یاد آ جاتا ہے۔ نھم کذا فی الجامع الصغیر اسی طرح حال جامع الصغیر میں بھی ہے۔

جب رابطہ اور صحبت پیر کی واصل باللہ ہونے کے سبب طریقوں سے نزدیک ترین راہ ہے اور پیر کی زیارت عبادت اور یاد الہی کا سبب ہے اور اس کی عدم موجودگی میں پیر کے تصور سے وہی نتائج برآمد ہوتے ہیں پس اس کا شغل کرنے والا وصول الی اللہ کے اقرب طریق کا طالب ہوگا۔

## سوال

اس فعل کا رواج صحابہ و تابعین دائلہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا کے زمانے میں اس غرض کے لئے ثابت نہیں ہوتا۔

## جواب

دارمی ابی عبیدہ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے ربیعہ بن معوذ سے کہا کہ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کر۔ اس نے کہا اے بیٹا! اگر تو نے آپ کو دیکھا ہوتا۔ دیکھتا چمکتا ہوا آفتاب۔ پس اگر اس نقش اور تصور د صورت کو حصول فیض میں اور محبت کی زیادتی میں دخل نہ ہوتا۔ تو حلیہ شریف کا دریافت کرنا اور اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا کیوں اور کس لئے ہوتا۔ کیونکہ اگر یہ غرض ملحوظ نہ ہوتی تو یہ دریافت اور تعلق اس سے پیدا کرنا۔ لغو ہوتا۔ بے فائدہ حرکات کی نسبت صحابہ تابعین مابندگان امت سے کرنا نیز ایمان سے دور ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ عبداللہ امام اصفہانی جو کہ حضرت علاؤ الدین عطار و حضرت خواجہ بزرگ سید بہاؤ الدین شاہ نقشبند بخاری کے خلیفہ کے بڑے خلیفوں میں سے ہیں اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں۔ ہمارے سلسلہ عالیہ کی توجہ کرنے کا طریقہ اور ان کا باطنی نسبت کا پرورش کرنا ایسا ہے کہ جب اس میں مشغول ہونا چاہتے ہیں تو پہلے وہ اس شخص کی صورت کو جس سے یہ نسبت حاصل کی ہو اپنے خیال میں لاتے ہیں اس وقت تک کہ اس کی مقرر کردہ کیفیت اور حرارت کا اثر پیدا ہو۔ اس کے بعد اس خیال کی نفی نہیں کرتے بلکہ اس کو نگاہ میں رکھتے ہیں اور آنکھ کان اور تمام قوتوں سے اس خیال کی طرف متوجہ رہتے ہیں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ غلیبیت اور بے خودی دفنا، اس طریق سے منہ دکھا تا یعنی ظاہر ہونا شروع ہوتی ہے اور جو فکر دوسوسہ (کہ آئے توجہ کے ساتھ اپنے دل سے اس کی نفی کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ سو دور ہو جائے اور اگر نفی نہ ہو تو اس تصور کی طرف

توجہ کرنا اور اس کو نگاہ رکھنا تاکہ پھر وہ نسبت پیدا ہو اور اس وقت خود وہ صورت  
متنہی دور ہو جاتی ہے۔ لیکن چاہیے کہ متوجہ شخص نفی نہ کرے۔ اس عبارت سے بھی  
ظاہر ہوا کہ رابطہ اور تصویر شیخ کی مشق سے مراد فنا ہے چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ  
اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یا سچ کس راتا نگردد او فنا

نیست رہ در بارگاہ کبریا

جب تک کوئی شخص مقام فنا حاصل نہ کرے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کو  
رسائی نہیں ملتی اور یہی حق کی حضوری کا سبب اور خطرات کی نفی کا باعث ہے (دہ  
خطرات جو حضوری حق میں خلل انداز ہوتے ہیں) یہ بھی ظاہر ہوا کہ اس تخیل اور صورت  
و تصویر شیخ کی ضرورت محض وصول الی اللہ اللہ تک پہنچنے کے لئے ہے جب یہ  
مطلب حاصل ہو گیا پھر اس کی حاجت نہیں رہتی بلکہ وصال کے بعد وہ صورت  
خود بخود نفی ہو جاتی ہے۔

سہم

صاحب رسومات فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالرزاق شیخ حسن کے بزرگ مصاحبوں  
اور ان کے خلیفوں سے ہیں اور شیخ حسن حضرت حاجہ علاؤ الدین عطار کے نزد  
اور خلیفہ ہیں ان کا طریقہ بھی نسبت رابطہ و تصور کی مشق کرنا تھا۔ ایک دن  
حضرت سید قاسم تبریزی کی خدمت میں آئے ہوئے تھے حضرت سید صاحب نے ان  
کو فرمایا کہ تمہاری نسبت اور رابطہ و تصویر شیخ کا طریقہ بہت اچھا ہے انہوں نے اس  
طریقہ کو اچھا جانا اور بتایا ہے۔

یا زوہم

حضرت خواجہ محمد کھچی شہید جو کہ خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احراز کے  
چھوٹے صاحبزادے اور خلیفے ہوئے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت نے مجھے طریق رابطہ یعنی  
تصور کا اشارہ فرمایا تھا۔ ایک دفعہ اس شغل کی ابتدا میں آپ حضرت کی خدمت



میں بیٹھا ہوا تھا اور بہت سے یارانِ طریقت بھی موجود تھے۔ میرے دل میں آیا کہ کیا تو تم  
 آپ کے چہرہ مبارک کی طرف کرنی چاہیے یا آپ کی آنکھوں کی طرف۔ جب میں نے  
 ان کی طرف نظر کی تو آپ نے اپنی انگشت شہادت اپنے دو ابروؤں کے درمیان رکھ  
 دی معلوم ہوا کہ نظر ہمیشہ حضرت کے دو ابروؤں مبارک کے درمیان کرنی چاہیے جس  
 وقت کہ دوسرے سب یار چلے گئے خلوت یعنی تنہائی ہوئی میرے خیال کے مطابق  
 ہی آپ نے تصریح فرمائی۔

### ذوانردہم

حضرت مولانا نور الدین تاشقندی جو کہ اہل اسرا کے امام حضرت  
 ناصر الدین علیہ السلام کے خلیفہ ہیں کو طریق رابطہ درپیش تھا اور اس کی مشق  
 میں بہت مشغول تھے اور ہتھوڑے عرصہ ہی میں اس نسبت میں غرق ہو گئے تھے  
 (پالیاتھا) ایک دن مولانا زادہ جنہوں نے کہ مولانا نور الدین کے اس باطنی مشغول  
 پر اطلاع پالی تھی اس کے ساتھ سخت کلامی کی اور کہا کہ اگر نماز میں اس طرح مشغول  
 ہو گا تو کفر تک پہنچا دے گا۔ خبردار کہ نماز میں تکبیر تحریمہ سے شروع ہو کر سلام  
 کے ساتھ نماز سے باہر آنے تک اپنے آپ کو اس نسبت سے باز رکھنا اور اپنے  
 دل کو نگاہ میں رکھنے مولانا زادہ کے جواب میں انہوں نے میری حسیں کا شعر پڑھ دیا۔

زال روئے کہ چشم تست احوال

مبصود تو پیر تست ادل

یعنی اس سبب سے کہ تیری آنکھ بھینگی ہے۔ تیری توجہ کا مرکز پہلے پیر ہی ہے جب  
 حق نما کو پائے گا۔ توحی کو بھی پائے گا انشاء اللہ تعالیٰ مولانا زادہ کا اعتراض کرنا  
 اور مولانا نور الدین کا جواب حضرت خواجہ تک پہنچا دیا گیا تھی حضرت خواجہ نے مولانا  
 زادہ کو فرمایا کہ ایک شخص کا دل نماز پڑھتے وقت جائیداد اسباب غلاموں پر مشغول  
 وغیرہ تمام خیس اور ناپاک چیزوں کی طرف جاتا ہے دان میں متوجہ ہوتا ہے کافر نہیں  
 تو ایک مومن کا دل مومن کے ساتھ تعلق پکڑے کیونکہ کفر تک پہنچے گا۔



## سینہ دہم

یہ شیخ نیک ہے روز بخاری جو کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری کے مریدوں سے ہیں کہتے ہیں کہ امیر برہان کی شکایت میں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کی کہ وہ اکثر میری نسبت کو تباہ کر ڈالتے ہیں اور مجھ کو پریشان اور خالی کر دیتے ہیں فرمایا کہ جس وقت وہ تمہاری طرف متوجہ ہو تو میری طرف متوجہ ہونا اور کہنا کہ میں نہیں ہوں۔ حضرت خواجہ صاحب ہیں۔ اس فرمان کے بعد جب میں امیر برہان کے پاس پہنچا۔ اس نے چاہا کہ اسی طرح میری طرف متوجہ ہو میں بھی حضرت خواجہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور ان کا تصور کر لیا اور کہا میں نہیں ہوں۔ حضرت خواجہ ہیں میں نے فوراً دیکھا کہ امیر برہان کی حالت بدل گئی اور بیہوش ہو کر گر پڑا اس کے بعد پھر کبھی وہ مجھ پر تصرف کرنے کے لئے متوجہ نہ ہوا۔

## یہ تہار دہم

حضرت خواجہ محمد پارسا فرماتے ہیں کہ حضرت سید بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ۔ جب دو سری دفعہ سفر حجاز پر تشریف لے گئے میں خدمت پر مامور تھا حجاز کے صحرا میں ایک مخلص کو مراقبہ کا حکم فرمایا اور اپنی صورت کو بھی اپنے خیال کے خزنہ میں محافظت کرنے کا حکم فرمایا۔

## پانز دہم

رشحات میں خواجہ عطارؒ کے مقالات میں مذکور ہے فرماتے تھے کہ تیر کے ساتھ تعلق اگرچہ حقیقت میں غیر اللہ کے ساتھ ہی تعلق ہے اور آخر میں اس کی نفی کرنی چاہیے لیکن ابتدا میں وصول کا سبب ہے اور اس کے ماسوائے تعلق کو نفی کرنا ضروریات سے ہے ہمیشہ اسی کا وجود اور اس کی رضا کو طلب کرنا چاہیے۔ صاحب رشحات شیخ حسن عطارؒ کے حال میں لکھتے ہیں کہ ان کا ایک درویش سفر مبارک حج کے ارادہ سے آیا۔ جذب غلبت دے خودی و جبریت دنیا کے آثار (علامات) اس سے ظاہر ہوئے جب بازار میں سے گزرتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

وہ کسی باطنی امر میں گرفتار ہے اور خلق کی آمد و رفت اور ان کی گفتگو کا کچھ شعور نہیں رکھتا۔ اور اسی سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ نے کہ یہ فقیران کی خدمت میں جایا کرتا تھا فرماتے تھے کہ اس درویش کا کام اس سے زیادہ نہیں کہ وہ ہمیشہ خواجہ حسن عطار کی صورت کا مراقبہ کرتا ہے اور اس میں نگاہ رکھتا ہے اور اس نگاہداشت و تصور سے برکت سے حضرت کے جذبہ کی صفت اس میں سرایت کی ہوئی ہے۔

شمارہ دہم

حضرت مولانا خواجہ عبدالودین حضرت مولانا سعد الدین کاشغری کے مرید کہ وہ دو واسطوں سے حضرت خواجہ بزرگ شاہ نقشبندی سے جانتے تھے فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں کوہستان کی ولایت میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے کچھ ریشم کے کپڑے رکھے ہوئے تھے ایک دن ایک بلند درخت سے پتے ان کے لئے کاٹ رہا تھا اور اس کام کے ساتھ ساتھ تصور شیخ میں مشغول تھا اچانک وہ شاخ جس پر میرے پاؤں تھے ٹوٹ گئی اور میں درخت کی بلندی سے اگے ہو گیا یعنی گر رہا تھا۔ دیکھائیں نے ہمارے مولانا صاحب نمودار ہوئے یعنی حضرت مولانا سعد الدین کاشغری۔ مجھے ہوا میں سے اچک لیا اور صحیح سلامت زمین پر رکھ دیا چنانچہ میرے کسی عضو کو بھی ہدم نہ پہنچا۔ اور جب میں حضور میں حاضر ہوا چاہا کہ ذکر کروں۔ حضور نے اس طرف پہلے ہی اشارہ فرما دیا

ہفت دہم

مولانا رضی الدین عبدالغفور لاری دشرح ملا کا حاشیہ لکھنے والے حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں، حضرت جامی قدس سرہ کی کرامات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں ایک مرض میں مبتلا ہوا اور زندگی سے بالبو کس ہو گیا سب طبیب علاج سے عاجز آگئے۔ اس حالی میں میں نے حضرت کے مبارک دیدار کی آرزو کی۔ فقیر کے سر ہانے پر آکھڑے ہوئے اس وقت کہ کسی عضو میں بھی حرکت کرنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ میں نے بڑی پریشانی سے

اپنا حال عرض کیا اور کسی شغل معینی و ذمیفہ کی تعلیم کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ جس کا اشارہ فرمایا۔ میں اس میں مشغول ہو گیا اور آپ کی اجازت سے آپ کا تصور بھی کرنے لگا۔ آپ بھی متوجہ مراقب ہو گئے۔ ایک لمحہ کے بعد وہ خراب حالت کم ہونی شروع ہو گئی اور اس حالت کی لذت تمام قوی دقتوں، اور اعضا میں پہنچی چنانچہ میں اٹھا اور دو زانو ادب سے، ہو کر بیٹھ گیا۔ جب آپ نے سر مبارک اٹھایا مجھے بیٹھا ہوا دیکھ کر فرمایا کون پریشان نہیں رہے گی دعا فرمائی اور واپس چلے گئے۔

### ہشتم

مولانا عبدالغفور لاری نے نفحات الانس کے مکملہ حاشیہ

میں اپنے حال کی نسبت لکھا ہے کہ اس طریق یعنی طریق خواجگان نقشبندیہ اللہ ان سب سے راضی ہو، کے شغل کا فکر ایک فقیر کو حاصل ہوا۔ ان یعنی حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعلیم سیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے اس کو اللہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے ذکر کی تلقین فرمائی۔ ساتھ ہی اپنی صورت مبارک کے حفظ یعنی تصور کرنے کی شرط لگادی۔ وہ شخص اسی صحبت و مجلس میں آپ کے فرمانے ہوئے ذکر میں مشغول ہو گیا۔ اسی حال میں اس مبارک ٹولہ کا مقرر کردہ اثر اس میں ظاہر ہوا۔ اس نے اپنے آپ کو ایک نورانی فضا میں دیکھا اور اس کو بہت لذت اور بڑا شوق حاصل ہوا جس دن کہ زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی۔ کا نشان ظاہر ہو گیا یعنی دل کی حالت پہلی حالت سے بالکل مخالف تبدیل ہو گئی۔

### نوزدہم

ذمحات میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ احرار نے ایک فقیر کو تصور

شیخ کا اشارہ فرمایا اور یہ شعر پڑھا۔

جائے کن اندر درونہا خویش را

دور کن ادراک غیر اندیش را

یعنی تمام نوجہ اسی پر خرچ کر اور مشائخ طریقت کے دلوں میں اپنی جگہ بنائے



تاکہ تیری مراد سیر کی مراد ہو جائے اور اس نگہبانی کے سبب سے بہت بڑی سعادت  
 (بیکبک کھتی) سے تو مشرف ہو کہ اس سے زیادہ خیال میں نہیں آسکتی اور وہ مقام فنا  
 فی اللہ ہے رشتہات کا مصنف فرماتا ہے کہ جب میں خواجہ احرار کی خدمت میں حاضر  
 ہوا اور حضرت جامی کی سفارش سے حضرت خواجہ قاسم خلیفہ حضرت خواجہ احرار  
 کے ہاں حاضر ہوا انہوں نے فرمایا کہ چاہیے کہ تو حضرت ایشاں کے حضور کے وقت  
 میں حاضر رہے اور غیبت (غیر نازی) کے وقت دل سے حضرت ایشاں کی طرف  
 دیکھتا رہے کیونکہ ان اوقات میں حضرت ایشاں بادشاہوں اور حاکموں سے ملاقات  
 فرماتے ہیں و نصیحت اور احکام شرعیہ کے جاری کرنے اور مظلوموں کی مدد اور تائید  
 اور مظلوموں سے ظالموں کا شر دفع کرنے اور دین کی حمایت کے لئے جیسا کہ تفصیل سے  
 اس کا ذکر رشتہات میں ہے، اور ان کے ظاہری شغل بہت ہوتے ہیں۔۔۔ کو طالبوں کے  
 ذکر لفظی اثبات، توجہ، مراقبہ بنانے کی بھی طاقت افزاست، نہیں رہی ہے آج کل  
 حضرت ایشاں کی نسبت سے وہ حصہ پاسکتا ہے جو کہ آنحضرت کے تصور میں کوشاں  
 ہوا و مشق کرے۔ طالب اور سالک دور دراز مقامات سے آتے تھے اور جب اس  
 مدعا مقصود کو نہ پاسکتے تھے تو حرم ہو کر واپس چلے جاتے تھے۔

**بستم**۔ حضرت عیدالادل جو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے  
 خلیفہ اور داماد ہیں اپنے حال میں لکھتے ہیں کہ جب میں نے آنحضرت کی زیارت کی۔ اسی  
 ایک دیدار میں ہی ان کی محبت میں گرفتار ہوتی پیدا ہو گیا اور تصور شیخ کے طریقہ کی مشق کرنے  
 میں مشغول ہو گیا۔ متواتر سات سال تک تمام تلبیہ اور سحری میں رکھ کر آپ نے راستے کی  
 خاک کے برابر مجھے بنا دیا یعنی حیوانوں اور درندوں کی صفات تمام مجھ سے نکال دوں کہیں مجھے  
 عاجز و نرم بنا دیا اور میرے نفس کو کشتہ کر دیا یعنی مار ڈالا کہ میں بالکل مردہ سا ہو گیا حضرت  
 مولانا سلطان کہ ظاہر اور باطنی علموں میں جید عالم تھے اور حضرت خواجہ احرار کے خلیفہ تھے  
 فرماتے ہیں کہ آنحضرت کے کلام سے مجھے معلوم ہوا کہ اگرچہ حضور مع اللہ و معیت الہی، ایک ہی  
 ہے مگر حضوری کی نسبت جو ذکر کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ خاص رنگ رکھتی ہے



## بت و کیم

حضرت امام زبانی مجدد الف ثانی مکتوب نمبر ۳ جلد ثانی میں فرماتے ہیں خواجہ محمد اشرف نے نسبت کی ورزش کے متعلق کہا کہ یہاں تک غلبہ پا گیا ہے کہ بوقت نماز سجدہ میں اپنے سامنے جانا اور دیکھتا ہے اگر نفی بھی اس کی کرتا ہے تو نفی نہیں کر سکتا۔ فرماتے ہیں اس دوات یعنی تصور شیخ بایں حد کے طور طریقہ کی محبت طالبوں کی دلی تمنا اور مطلوب ہے ہزاروں لوگوں سے شاید ایک کو عطا فرمائیں اس معاملہ والا اس نسبت کاملہ کی استعداد رکھتا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ مقصود ہی سی شیخ کامل کی نسبت سے اس کے تمام کمالات کو جذب (حاصل) کرے پھر فرماتے ہیں رابطہ تصور کی کیوں نفی کرتے ہیں اس قسم کی دولت کا حصول سعادت مند اور خوش نصیب کو میسر ہوتا ہے تاکہ تمام احوال میں صاحب رابطہ شیخ کو تصور اپنے درمیان جائیں اور تمام اذقات میں اس کی طرف متوجہ رہیں۔ نہ اس بے نصیب و بے دولت گروہ کی طرح کہ جو اپنے آپ کو بے نیاز بانٹتے اور توجہ کو شیخ کی طرف سے پھیر کر اپنا معاملہ درہم برہم یعنی خراب کر لیتے ہیں ان حکمت طیبات سے چند فائدے مرتب ہوئے اول کہ حضور رابطہ تصور اگر (خود بخود) نماز میں واقع ہو تو وہ ایسی دولت و نعمت ہے کہ طالبانِ مولا کی آخری تمنا ہے۔ دوم یہ کہ یہ حالت شریف اتنی بزرگ ہے کہ ہزاروں بے کسی ایک کو میسر آتی ہے۔ سوم یہ کہ اگر کسی کو یہ شریف حالت میسر ہو خوش بختی ہے امید ہے کہ تصور مدت میں شیخ مقتدا کے تمام کمالات حاصل کرے اور اس کا سلوک بہت جلدی بغیر مجاہدہ اور ریاضت کے تمام ہو۔ تکمیل پائے اور اہل اللہ اور خدا رسیدوں سے ہو جائے چہ دارم یہ کہ اگر یہ حالت نماز میں بھی میسر ہو۔ تو اس کی نفی نہ کرنی چاہیے اور اس شیطانی وسوسہ کو کہ نماز میں یہ تصور اس کا مسجودہ دہیں کو سجدہ کیا جائے ہے اور اس وسوسہ کے ساتھ شیطان چاہتا ہے کہ اس حالت شریف کو نفی کرنے میں طالب کے معاملہ کو خراب کر دے اس وسوسہ کی نفی اس طرح کرنی چاہیے کہ تصور سجدہ کے محراب اور دیوار کی طرح مسجودہ و سمت کعبہ جس کی طرف سجدہ کیا جائے، نہ کہ مسجودہ جس کو سجدہ کیا جاتا ہے یعنی خدا

ہیچم یہ کہ اس حالت کا ظاہر ہونا بشارت دے رہا ہے کہ شیخ مقدمات تمام حالات میں اس کی طرف متوجہ اس کے ساتھ ہے ششم یہ کہ اس حالت کی نفی اور اس کا انکار کرنا بے دوستوں بد نصیبوں کا طریق کار ہے اور اس تصور کی مشق نیک بختوں کا کام اور اس طریق سے بے نیازی حال کی فریبی اور اتزنی کا سبب سے اور مناسب اور مشکلات کا باعث اب نیز مکتوب نمبر ۱۰، اہل ثنائی میں بھی خواجہ محمد اشرف کی طرف تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے پوچھا تھا کہ یہ کیا ہے اور اس کا کیا سبب ہے کہ جب نسبت رابطہ تصور میں فتور آجاتا ہے تو تمام عبادات میں لذت دہرہ حاصل نہیں ہوتا د فرمایا کہ وہی وجہ جو کہ رابطہ کے فتور کا باعث ہے، لذات کی روکنے والی ہے کبھی تو فتور کا سبب قبض ہوتی ہے اور کبھی کوئی کدورت (گناہ کی سبب) چھا جاتی ہے اگرچہ وہ مختصر ہی ہو پہلی وجہ قبض، بری نہیں بلکہ طریق سلوک کے لوازمات میں سے ہے (اکثر موتی ہی رہتی ہے، اور دوسری وجہ کے عارضی ہونے کا دلغزش ہو جانا، علاج توبہ اور استغفار سے کرنا چاہیے پاک ذات اللہ کے کرم سے اس کا اثر دور ہو جائے گا۔ اور جب قبض اور کدورت کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہو جائے تو ہر حال میں توبہ و استغفار کرنا فائدہ دیتا ہے۔

مکتوب نمبر ۱۸ میں خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے جاننا چاہیے کہ تصور شیخ کا طریقہ تکلف اور بناوٹ کے بغیر مرید کے لئے نسبت کاملہ کی نشانی اور علامت ہے پیر اور مرید کے درمیان۔ کونا نڈہ رسائی کا سبب ہے اور کوئی بھی طریقہ و سول حق میں تصور شیخ سے زیادہ نزدیک اور مفید نہیں ہے جانے کس خوش نصیب کو اس سعادت سے بہرہ یاب فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ احمد ارقیقات میں لائے ہیں غ

سایہ رہبر بہ است از ذکر حق

یعنی مرید کے لئے ذکر کرنے سے تصور شیخ زیادہ مفید ہے کیونکہ مرید کو ابھی رحالت ناقص میں، حق تعالیٰ کے ساتھ نسبت کامل حاصل نہیں ہے کہ ذکر کرنے کی راہ سے پورا نفع حاصل کر سکے اور اسی طرح مولانا روم فرماتے ہیں

بیچ نکشد نفس را جب ز ظل پیر

داکن آن نفس کش را سخت گیر

یعنی تصور شیخ کی تلوار کے بغیر نفس مارا نہیں جاسکتا کہ اس کی شرارتوں اور نفرتوں سے نجات ملے اس لیے ایسے نفس کو قابو کرنے اور مارنے والے کو مضبوطی سے پکڑے درہجہ اسنیہ میں جو کہ آداب طریقہ نقشبندیہ کے بیان میں ہے خالد محمد بن عبداللہ المانی امام دقت نقشبندی مجددی قادری سہروردی چشتی کی تصنیف ہے لکھا ہے کہ اسی طور پر تصور شیخ ہمیشہ کرتا رہے یہاں تک کہ اپنی ذات و صفات کو سورت شیخ میں گم کر دے۔ پس اس دقت شیخ کی صورت میں شیخ کی روحانیت مع تمام کمالات کے لحاظ رکھے گا کیونکہ شیخ کی روحانیت سے کمالات الگ نہیں ہوتے ہیں۔ روحانیت شیخ اس کی تربیت کرتی ہے یہاں تک کہ بعد ازاں اس کو خدا تعالیٰ تک پہنچا دیتی ہے پس مرید کامل خدا رسیدوں میں ہو جائے گا پس مرید تصور کے ذریعے پیر سے تربیت حاصل کرتا ہے اگرچہ ایک ان میں سے مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں۔ پس جان لے کہ تصور اس وقت مفید ہوتا ہے کہ انسان کامل اور ولایت خاصہ رکھتا ہو۔ اس لئے انسان کامل ایک شیشہ ہے جس میں سے خدا نظر آتا ہے پس جو کہ شیخ کی روحانیت کی طرف دیکھے بصیرت دروہانی کی آنکھ سے تو خدا کو اس شیشہ میں ملاحظہ کرتا ہے پس تصور کے ذریعے بوڑھے چھوٹے بچوں سے اگر وہ کامل ہوں تو مستفید ہوتے اور فیض حاصل کرتے ہیں زندے مردوں سے جو تصرف کرتے ہیں اس لئے کہ رابطہ فیض حاصل کرنے والے کو فیض پہنچانے والے کی روحانیت ولایت کے تصرف میں اس کو لاتا ہے پس روحانیت اس فیض لینے والے میں تصرف کرتی ہے اور کمالات الہیہ سے اس کو فیض پہنچا دیتی ہے خواہ مفیض (فیض رساں) زندہ ہو یا مردہ (مقابر میں) چند صفحات کے بعد آگے جا کر فرماتے ہیں: پس اگر کہا جائے کہ رابطہ کے لئے کوئی اصل بھی ثابت ہے میں کہتا ہوں کہ ہاں ہے کتاب اور سنت میں اس کی اصل موجود ہے اور آئمہ کے اقوال میں بھی کتاب یعنی قرآن کریم میں فرمایا حتی تعالیٰ نے کہ اس کی طرف سے یعنی خدا کی طرف سے وسیلہ چاہو اور تلاش کرو اگر کہا جائے کہ ہاں مراد رابطہ نہیں بلکہ اس کے سوا ہے۔ میں کہتا ہوں مفہوم عام ہے جب وسیلہ طلب کرنے کا حکم یعنی امر ثابت ہو جائے پس رابطہ سب وسیلوں سے افضل



ہے اس لئے کہ وسیلہ یا نبی ہے یا اس کے نائب اور فرمایا حق تعالیٰ نے کہ کہو اسے  
محبوب، کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو اور اس کی طرف جانا چاہتے ہو تو میرے پیچھے  
پیچھے آؤ یعنی میرا دامن تھام لو۔ حق تعالیٰ تم کو دوست بنانے کا اس میں رابطہ کی طرف  
ہی اشارہ ہے اس لئے اتباع کا تقاضا ہے کہ مقبول دوس کی اتباع کرنی ہے اور دیکھو  
یہ دیکھنا جسی یعنی ظاہری و باطنی طور پر ہو یا تخیل و تصور میں ایک ہی مطلب ہے اور رابطہ  
سے ہماری مراد اور غرض بھی یہی ہے، درنہ اتباع شمار نہ کی جاسکے گی۔

**الحديث بخاری نے ذکر کیا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے شکایت کی کہ اے نبی صلی اللہ**

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، حضور کی صورت پاک مجھ سے جدا نہیں ہوتی حتیٰ کہ غسل نماز میں بھی  
یعنی تصوراً حضرت ابابکر صدیقؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حالت میں بھی دیے

ہی کیا تھے (۳) اقوال آئمہ عارف باللہ امام شعرانی قدس سرہ نے کہا نفحات میں ذکر

کے آداب میں بے شک مشائخ کرام نے تریب دی ہے مرید پر فرض باری ہونے کے تمام دہیوں

کو ضروریات لائے ہیں ان سب وسائل کو جمع کیا۔ بیس آداب تک یہاں تک کہ کہا۔

چہاں یہ کہ ذکر شروع کرنے وقت دلی توجہ سے پیر کی ہمت سے طلب مدد کرے۔ پنجم یہ کہ

جانے کہ مرید کی استمداد اپنے پیر سے حقیقت میں نبی سے استمداد ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم۔ اس لئے کہ شیخ مرید ادنیٰ کے درمیان واسطہ و وسیلہ ہے بشم یہ کہ شیخ کی صورت

کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان تصور کرے یہ مشائخ کے نزدیک بڑا تاکید کیا گیا ہے

سب آداب سے ہنر ہے کہ کتابوں ہماری غرض رابطہ سے ہے اس کے سوا اور کچھ

نہیں ہے۔ شیخ تاج الدین نقشبندی دحلیفہ حضرت یاقی باللہ دہلوی، اپنے

رسالہ تابیر میں جو سلوک پر لکھا گیا ہے لکھا ہے کہ جس وقت مرید دنیاوی مشاغل سے

فارغ ہو تو تازہ وضو کرے۔ تنہائی میں بیٹھے۔ پہلے اپنے شیخ کی صورت کا خیال کرے

اور شیخ عبدالمعنی نامی قدس سرہ نے اپنی شرح میں جو اس رسالہ شیخ تاج الدین پر

لکھی ہے کہا کہ شیخ کی صورت کا کامل حالات پر خیال کرے تاکہ اس کو شیخ سے مدد حاصل

ہو کیونکہ اس کا شیخ خدا کی بارگاہ معلیٰ کی طرف ایک دروازہ ہے جیسا کہ فرمایا حق تعالیٰ



نے اے مومنو! حق سے ڈرتے رہو اور صادقین کے ساتھ رہا کرو ان کے مصاحب بنو  
 نیز فرمایا کہ تلاش کرو خدا کی طرف وسیلہ سناں کو سوک کے شرع  
 میں اتنی قدرت اور طاقت نہیں ہوتی کہ وہ اپنے خدا کو پہچان سکے  
 اس لئے مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے شیخ کا مشاہدہ کرے اور اس کی صورت کا تصور کرے  
 تاکہ اس کی مدد کی جائے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بسبب اپنے شیخ کی صورت کی تنظیم  
 کرنے کے، جس نے حق سے مدد حاصل کی ہے اسی پر قائم رہے تاکہ اس کو الہی نعمت حاصل  
 حاصل ہوں۔ اور ہم انکار نہیں کرتے کہ مرید کے لئے واسطہ کو چھوڑ دینا اور اپنے رب کی  
 حضوری حاصل کرنا افضل ہے لیکن ہم ذوق و وجدانی یقین سے جانتے ہیں کہ اس سے  
 پہلے ہم اس پر تھے کہ ممکن نہیں کہ مرید کو اپنے سلوک کے ابتدائی اس کی ضرورت  
 نہیں کیونکہ تمام خطرے اور سبب مقاعد ٹوٹ نہیں جلتے مگر کہ حادث مخلوق پر۔ عارف  
 اس کو پہچانتا ہے اور جاہل نہیں جانتا۔ اور جاہل کے نزدیک وہ مخلوق حادث رب ہے  
 معرفت نہ ہونے کے سبب سے۔ اور کفر میں غدر مقبول نہیں۔ پس وسیلہ اختیار کرنا واجب  
 ہے تاکہ جدا کرے اور فرق کرے درمیان حادث کے جو اس کے ادراک میں مقدر ہے  
 اور قدیم میں کہ اس کا ادراک اس سے عاجز ہے اور فرق بھی شہودی اور ذوقی نہ خیالی  
 اس کے بعد واسطہ ساقط ہوتا ہے اسی واسطے کہتے ہیں کہ جس کا کوئی شیخ نہ ہو اس کا  
 شیخ شیطان ہے اور جب شیخ اس کا شیطان ہوگا تو وہ کفر میں رہے گا۔ حتیٰ کہ اپنے لئے  
 وہ ایک ایسا شیخ اختیار کرے کہ اس کے اخلاق و اخلاق رحمانی ہوں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ  
 نے جو کہ منہ موڑے یا چشم پوشی کرے ”ذکرِ جن سے ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر  
 کرتے ہیں۔ پس وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور شیطانوں کا کام ہے ندا  
 کی راہ سے باز رکھنا اور جانتے ہیں کہ وہ مبتدی ہیں

اسرار حق الیقین سے غافل اور ناواقف بعض لوگ ہمارے طریقہ کو بدعت  
 جانتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل اور حقیقت نہیں ہے۔

بلکہ طریقہ نقشبندیہ کے اصول سے رابطہ کی اصل بہت بڑی ہے بلکہ اسباب و سبب

میں سے سب سے بہتر کتاب و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمک کرنے کے بعد نقشبندی بزرگان و سادات میں بعض سلوک اور مسلک میں رابطہ پر بس کرتے تھے اور بعض ان کے خلاف بھی فرماتے تھے نفس کے ساتھ کیونکہ وہ فنا فی الشیخ کی طرف سب سے نزدیک راہ ہے اور فنا فی الشیخ ہی فنا فی اللہ کا مقدمہ پہلا قدم ہے اور بعض نے ان میں سے رابطہ ثابت کیا ہے بقول خدا تعالیٰ اے مومنو! پرہیز کرو اور ڈرو خدا سے اور ہمیشہ صادقین کے ساتھ رہو۔

شیخ عبد اللہ احرار نے فرمایا کہ صادقین کے ساتھ رہنا مراد ان کے ساتھ ظاہری و باطنی طور پر رہنا ہے اس کے بعد ان کی تفسیر فرمائی کہ معیت باطنی رابطہ ہے اور یہ عام مشہور بات ہے اور ان رشتہ میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ پھر وہ یعنی منکر یہ رابطہ کے اصطلاحی و ادبی معنی نہیں سمجھے ورنہ رابطہ کے انکار کوئی گنجائش نہ ہوتی۔

خدا تعالیٰ کے قول کی تفسیر میں کہ "اگر اپنے پروردگار کی برہان دلیل نہ دیکھتا" تمام مفسرین نے روحانی امداد و تصرف کی تصریح کی ہے اور برہان کی تفسیر ہے کہ "بعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے نظر آئے کہ اپنی انگلیوں کو کاٹتے ہیں اور منقہ آئینہ میں سے شیخ اکمل الدین نے حدیث کی کتاب مشارق کی شرح میں کہا کہ کسی کے ساتھ خواب یا بیداری میں اکٹھی ہونے کے بارے میں پانچ اصول کلیہ ہیں۔

(۱) ذات یا صفات میں شراکت (۲) یا افعال میں یا مراتب میں یا حال میں شراکت اور جو کچھ عقل میں آئے ہے مناسبت سے دو چیزوں یا اکثر چیزوں کے درمیان ان پانچ اصول سے باہر نہیں ہوتا اور اپنی قوت کے سبب پر مختلف چیز اور اس کا ضعف زیادہ جمع ہوتا ہے۔

الاشباہ شریف کے حاشیہ لکھنے والے حموی صاحب نے فرمایا کہ اولیا اپنی جہانیت پر روحانیت کا غلبہ ہو جانے کے سبب سے کئی کئی صورتوں میں ظاہر ہو جاتے ہیں اس معنی پر محمول کیا گیا جو بعض روایات میں درج ہے حدیث صحیح میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے ہر دروازے سے بعض اہل جنت کو آواز دی جائے گی حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی کہ کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ہر دروازہ سے داخل ہوگا آپ نے فرمایا۔ ہاں ابو بکر

حدیث ان میں سے ایک ہوگا روح اگرچہ ایک ہوتی ہے بعض دفعہ ستر ہزار  
صورت میں بھی ظاہر ہو جاتی ہے اور یہ دنیا میں واقعہ رونما ہوتا ہے برزخ میں اس  
سے بہت زیادہ کیونکہ روح برزخ میں بدن سے جدا ہونے کے سبب سے زیادہ غالب  
اور قوی ہو جاتی ہے۔

انہ حکمی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہما انہما ای رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فدخل علی بعض امہات المؤمنین  
فاخرجت لہ صرانیہ صلی اللہ علیہ وسلم فرای صوم تہ صلی اللہ علیہ  
والآلہ وسلم ولہم یرسی عروس تہما نفسہ۔

امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب تنویر الملک فی روایتہ للنبی والملک میں  
فرماتے ہیں بے شک روایت کیا گیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان میں کہ نبی اکرم نے دیکھا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں۔ پھر کسی ام المؤمنین کے پاس گئے۔ پس دانگے  
پیرا ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شیشہ دمنہ دیکھنے کا نالکا لایا۔ پس شیشے میں  
اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت دیکھی اور اپنی صورت اس میں نظر نہ  
آئی۔

اسی حالت کا نام مشائخ رضی اللہ عنہم نے فنا فی الابطار یعنی فنا فی  
الشیخ رکھا ہے اور یہ فنا فی اللہ کا مقدمہ وابتداء ہے اور ان کے نزدیک یہ چیز مسلمہ  
سے کہ جس وقت رابطہ یعنی تصور کمال کو پہنچتا ہے اپنی شکل بھی شیخ کی شکل کی مثل  
نظر آتی ہے اور شیخ کے کمالات اور احوال مرید میں ظاہر ہوتے ہیں اور مرید شیخ کے  
کمالات کا مظہر بن جاتا ہے چنانچہ صاحب ابی زہرہ جو اپنے زمانہ قطب حدیث کے  
حافظ احمد بن مبارک فاسی نے اپنے شیخ اس زمانہ کے غوث حضرت سید عبدالعزیز  
دباغ فاسی مغربی شاذلی کے ساتھ مشاہدہ فکریہ کے باب صفحہ ۲۰۵ میں چند حکایات  
سننے کے بعد ایک نقل فرماتے ہیں کہ مجھے حضراتی نے خبر دی اور  
کہا کہ میرا ایک بیٹا فوت ہو گیا میں اس کو بہت دوست رکھتا تھا اور ہمیشہ



اس کی شکل میرے ذہن میں رہتی تھی ایک دن دروازہ شہر کے باہر مگری خریدنے گیا اور میرے دل میں اس بیٹے کے متعلق خیال آ رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی آیا اور میرے بلا بد یعنی حاضر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا بیٹا اس بگری کو بیٹے تاکہ میں دوسری خرید سکوں۔ اس رات ہی مجھے کچھ بے خودی سی معلوم ہوئی تھی جو شخص کہ میرے نزدیک کھڑا تھا کئے لگاے نلاں کس کے ساتھ بات کرتا ہے۔ یہاں تو کوئی آدمی نہیں ہے پس میں ہوش میں آیا۔ اور وہ بیٹا مجھ سے غائب ہو گیا۔ خدائے تعالیٰ کے سوا کون نہیں جانتا کہ میرے دل پر اس واقعہ سے کیا گزارا مصنف نے کہا کہ حضرت شیخ عبدالعزیز نے فرمایا کہ اگر اس قدر محبت پیر اور مرید کے درمیان ہو جائے تو ضرور بہت نفع دیتی ہے اور فرمایا کہ ایک مرید اپنے پیر کو بہت دوست رکھتا تھا اس حد تک کہ کبھی شیخ اس کی نظر سے غائب نہیں ہوتا تھا۔ اگر پیر اپنے گھر میں کون کام کرتا تھا وہ عاقل مرید بھی اس کا ذکر اپنے گھر میں کر دیتا تھا۔ اگر پیر اپنے گھر میں اپنی لڑکی کو آواز دیتا تھا کہ اے ناظمہ وہ مرید بھی حالت بے خودی میں آواز دیتا تھا کہ اے ناظمہ اور جب کبھی اس کا پیر اپنے سر پر دستار مبارک یعنی گڑی باندھتا تھا مرید اس کا بھی ذکر دیتا تھا اور مرید پیر کے احوال سے ہمیشہ باخبر رہتا تھا اور ویسی ہی نسبت سے جو اس حد تک پہنچ گئی ہو مرید اپنے پیر کے کمالات کا وارث بن جاتا ہے اور نیز شیخ عبدالعزیز فرماتے تھے کہ جب بھی کوئی مرید اپنے پیر کے ساتھ محبت کا بلہ رکھتا ہے شیخ کی ذات مرید کی ذات میں ساکن ہوتی یعنی جگر بگڑتی ہے۔ پس ہمیشہ شیخ کے کمالات اور حالات مرید کے اندر ظاہر ہو گئے ہیں ایسی یہاں تک کہ حق تعالیٰ مرید کو کامیابی اور فراخی بخشتا ہے اور جب پیر کی ذات مرید کی ذات میں ساکن ہو گئی تو ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنی رٹائش گاہ دسکن، کو آراستہ کرتا ہے اور زیمنت دیتا ہے یعنی شیخ کی خاصیتیں مرید کی ذات میں ظاہر ہونے لگتی ہیں صاحب رسالہ فیضان کبیر در تصور پیر اپنے رسالہ کے آخر پر چند اقتباسات رسالہ میں بنام الرحمہ الہا بطرفی ذکر اسم ذات و رابطہ میں سے درج فرماتے ہوئے لکھتے ہیں تجھ پر لازم ہے کہ ایسے آدمیوں کی صحبت اختیار کرے جن کا حال تجھے ہستی سے اٹھا



دے اور اس کی گفت گو تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرے اور ہدایت حاصل کرے  
 افضل المرسلین کے فرمان سے جس کی کلام سچی ہے جب تک افق کو آسمان کے ستارے  
 اور اس کا چاند روشن کرتا رہے گا۔ نیک ہم نشین اور برے ساتھی  
 کی مثال اس طرح ہے جس طرح کہ کستوری رکھنے والا کوئی ہو اور مھٹی جھونکنے والا کستوری  
 والا یا تجھے مفت نفع دے گا یا تو اس سے خریدے گا اور یا اس سے عمدہ خوشبو پائے  
 گا اور مھٹی جھونکنے والا یا تیرے کپڑوں کو جلادے گا یا اس سے نچھے ناگوار بدبو آئے گی۔

**الحديث :-** تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں کہ جب  
 انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آجائے یہ دونوں حدیثیں توجہ اور رابطہ کے لئے ریل  
 ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں کیونکہ ان کے الفاظ و معانی سے ایسے حالات ظاہر ہوتے  
 ہیں جو واقعات کے مطابق ہیں۔ کہ یہ دونوں حدیثیں صالحین کی صحبت کی تعریف  
 دیتی ہیں کیونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک ہم نشین کو کستوری رکھنے والے  
 کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ پھر آپ نے ذکر فرمایا کہ اس کی صحبت سے تین فائدوں  
 میں سے ایک یا سب حاصل ہوں گے۔ دوسرا ایک تو یقینی ہے اور وہ خوشبو کا حاصل  
 ہونا ہے جب کوئی مانع یعنی رکاوٹ نہ ہو جیسا کہ آپ نے فرمایا اقا یہدیک  
 اى يعطيك یعنی تجھے بلا معاد و نہ عطا کرے گا اور عطا اس جگہ یا تو بغیر سوال کے  
 علم کا فائدہ پہنچاتا ہے اور یا حال کا فائدہ پہنچائے گا جو صاحب کمال کی توجہ سے حاصل  
 ہوتا ہے کہا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی اجازت ہو تو محبت کے ساتھ صاحب کمال کی  
 ایک نظر مرید کے خطرات نفسانی کو فنا کر دے گی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 فرمان فاقا تتباع منہ یعنی تو اس سے سوال کرے گا تو وہ تجھے زندہ کر دے گا۔  
 ایسی چیز کے ساتھ جو تجھے نفع دے زبان کے ذریعے یا تو اس سے مدد مانگے گا تو  
 وہ تیری مدد کرے گا روحانیت کے ذریعے اور یہ دل کے ذریعے ہو گا اور کبھی  
 دونوں چیزوں کے درمیان جامعیت ہوگی اور یہ لینا اور عطاے روحانی اہل تصوف  
 مریدین کے نزدیک وجدان سے محسوسات کی طرح معلوم ہوتی ہے لیکن آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کا فرمان اِذَا تَجَدَّسْتَهُ مِنْ يَمَانٍ اَطِيبَتْهُ یعنی تیری طرف اس کے حال سے  
ایسی چیزیں سرایت کریں گی جو تیرے لئے مفید ہوں گی اور یہ سب باتیں صاف صاف  
مطابقت و واقعات کے ہیں کیونکہ یہ ایک عکس ہے جو کبھی بغیر جاننے کے حاصل ہوتا ہے  
جس کی طرف آپ نے اِذَا يَخْزِيكَ سے اشارہ فرمایا اور کبھی مانگنے اور عمل کرنے سے  
حاصل ہوتا ہے جس کی طرف آپ نے تَتَّبِعْ هُنْتَهُ سے اشارہ فرمایا ہے اور کبھی خود  
بخود عکس کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے جس کی طرف آپ نے تَجَدَّسْتَهُ رِيحًا طَيِّبَةً سے اشارہ  
فرمایا ہے اور آپ نے اس مضمون کو دوسرے الفاظ چھوڑ کر وجدان کے لفظ سے  
تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ہم نشین اپنے ذوق کے ذریعے معلوم کر لے گا جو اس کی طرف  
اپنے نیک ہم نشین کے دل سے سرایت ہو رہا دارا ہے جب کہ طبیعتیں چور ہوتی  
ہیں یعنی جاسوس تو نورانی دل ایک خاموش ہم نشین سے بھی فائدہ حاصل کر لیتا ہے  
اور اس کے معنی یہی ہیں کہ نیک آدمی کا حال ہم نشین میں اثر کرتا ہے اور یہ بات تو  
معلوم ہی ہے کہ اگر آدمی کسی کے پاس بیٹھے خصوصاً جب کہ محبت اور اعتقاد کے طریقہ  
پر ہو تو ضروری ہے کہ اس کی صورت اپنے ذہن میں رکھے گا پس جب کبھی وہ اسے  
یاد کرے گا تو اس کی صورت اس کے خیال میں آجائے گی تو اگر وہ محبوبانِ الٰہی سے ہوا  
تو اس کی صورت خیالی تصور اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق کی طرف لے جائے گی  
اور اس کی صورت کا خیال بھی پسندیدہ ہوگا کیونکہ جو کسی موصوف کو تصور کرے  
تو اس کی صفات کا بھی خیال آئے گا اور جب کہ صفات اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوں  
تو تصور بھی محبوب ہوگا اور رابطہ کے یہی معنی ہیں اور کوئی عقلمند اس بات میں  
شک نہیں کر سکتا کہ انسان حرکات ظاہری اور تصور باطنی میں مختا ہے کیونکہ شارع  
کی طرف سے اس پر کوئی ممانعت و رکاوٹ نہیں۔ اگر اس کی حرکات کسی گناہ کی  
طرف ہوں گی یا اس کے تصورات کسی معصیت کے ہوں گے جیسا کہ وہ تصور کرتا ہے  
کہ وہ زنا کر رہا ہے تو یہ تصورات ممنوع ہوں گے۔ بخلاف اس کے کہ وہ تصور کرتا  
ہے کہ وہ اپنی کھیتی میں آ رہا ہے تو یہ منع نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم، کا یہ

اشارہ کہ خیارکم الذین اذا راؤ ذکر اللہ۔ یہ گویا کہ شرح ہے آپ کے اس ارشاد  
تجد منہ ریماً طلیتہ کی۔ کیونکہ نیک لوگوں کا محض دیکھنا اللہ تعالیٰ کے ذکر کا موجب  
ہے تو ان کا تصور عین ذکر ہوا۔ خصوصاً جب کہ محبت اور اعتقاد صحیح ہو کیونکہ اس  
سے دل کے حجاب رفع ہو جاتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر منقش ہو جاتا  
ہے اور اگر اس کے ساتھ صحبت بھی ہو تو یہ زیادہ اچھا ہے اور العکاس قلبیہ  
کا باعث ہے۔

### رابطہ

۱۔ رابطہ جس کا حکم حضرات نقشبندیہ مریدین کو دیتے ہیں اس کے متعلق ابن  
حجر نے فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے کہ یہ ایسا طریقہ ہے جو جاہل صوفیوں کی  
کدورتوں سے محفوظ ہے اور یہ مستحب ہے کیونکہ یہ ایسے وسائل سے ہے جو دفع  
خطرات اور نفی غفلت کا موجب ہیں اور جو بمنزلہ مقصود ہیں۔ کیونکہ اصول یہ ہے  
کہ جس کلم سے شریعت نے منع نہیں کیا اس کا کرنا مباح ہے۔

یہیں تجربہ ہے جو تواتر کی حد تک پہنچ گیا ہے کہ ہم جب

رابطہ کا تصور کرتے ہیں تو ہم سے تمام اغیار کی نفی ہو جاتی ہے اور صرف ہی غیر  
باقی رہ جاتا ہے۔ پس ہم اس سے ہٹ جاتے ہیں اس کی مثال اس طرح ہے  
جس طرح کسی انسان کے کئی دشمن ہوں تو وہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ  
دوستی لگا لے دو دوست بنائے، اور باقیوں پر اسے غالب کر دے اور جب وہ  
ان سب کو ہلاک کر دے تو یہی ایک دوست نما دشمن رہ جائے گا۔ تو وہ اس  
کے زائل دہٹانے، کرنے پر قادر ہو گا۔ پس اس کو زائل کر دے گا اس لئے کہ جب  
وہ اس مقام سے گزر گیا اور فتانی اللہ کے مقام پر پہنچ گیا تو یہ غیر اللہ بھی جاتا رہا  
کہ اس نئے مقام پر اس کی گنجائش ہی نہیں۔

۲۔ تمہاری ماں اللہ سے کوئی دلیل ہو تو میں کہتا ہوں کہ کتاب اللہ سے



کوئی چیز چھپ سکتی ہے؛ حالانکہ اس میں سب کچھ جمع کر دیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ الْخَيْرَ وَسِيْلَهُ اَعْمَالُ صَالِحَةٍ** ہے اور اعمال حاصل نہیں ہوتے سوائے اخلاص کے اور کوئی عمل خالص نہیں ہوتا جب تک وہ مختلف کمالات سے خالی نہ ہو اور ہمیں تجربہ حاصل ہے کہ جب ہم رابطہ میں مشغول ہوتے ہیں تو سارے اعمال غفلت کے خطرات سے خالی ہو جاتے ہیں اور غفلت کی حالت میں عمل غیر معتبر ہے کیونکہ بندے کے لئے اس کی نماز ہی سے حصہ لکھا جاتا ہے جو اس نے سمجھ کر ادا کی ہے تو وہ رابطہ ان وسائل سے ہے جو غفلت کے زوال کا موجب ہیں اور غفلت کا زوال مقصود ہے اور جو چیز مقصود کی طرف پہنچائے وہ بھی مقصود ہی ہوتی ہے اور زوال غفلت کے لوازمات میں سے فنا ہے قطعی ہے اور وہ اشرف الوسائل ہے۔

۳۔ تمہارا اعتراض کہ حدیث ہو۔ تو میں کہتا ہوں کہ کیا کوئی چیز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پاک سے باہر ہے۔ حالانکہ آپ کی کلام سے ہر کلمہ کے نیچے معانی کے سمندر ہیں۔ جن سے نیکی کی طرف رسائی ہوتی ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ** اور اعمال بدنی بھی ہیں اور قلبی بھی پس وہ حرکات و تصورات جو مباح ہیں جب ان سے انسان اطاعت اور تقویٰ کی نیت کرے تو وہ عمل کیسا ہوگا جس میں حصول مراد ہو جائے اور مخفی نہیں کہ ایک بھوک کا یہ کہنا کسی پیر شدہ کو کہ تو بھوکا ہے اس کے لئے بھوک کا سبب نہیں یعنی وہ پیر شدہ بھوکا نہ ہوگا، اس طرح معتزلین کا قول صحیح نہیں۔

۴۔ یہ تمہارا قول کہ اجماع ہو۔ تو میں کہتا ہوں کہ اہل تصوف کا رابطہ کے عمل میں اجماع ہے اور ایک جم غفیر اس کا قائل اور عامل ہے اور یہ ایک مشہور طریق ہے کہ جو ان کے مذہب پر ہے تو اس کی قبولیت ضروری ہے اور ہم ان کے اقوال پیش کریں گے اور کسی غیر کا اعتراض جو بے علمی کی وجہ سے ہو جائز نہیں۔

۵۔ تمہارا قول کہ قیاس، تو میں کہتا ہوں کہ فقہانے کہا ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے



مسنون ہے کہ وہ (نمازی) اپنی نظر ایک جگہ جمائے رکھے ادھر ادھر نہ دیکھے کیونکہ یہ جمعیت خاطر اور پریشانیوں کے دور ہونے کا موجب ہے اسی طرح رابطہ بھی دفعِ اغیار کے لئے استعمال ہوتا ہے اور حضور قلبی کے حصول کا باعث ہے۔

۴۔ تمہارا قول کہ رابطہ کے مستحب ہونے پر کیا دلیل ہے تو میں کہتا ہوں کہ دلیل مجتہد سے طلب کی جاتی ہے۔ مقلد سے نہیں۔ مقلد کے لئے صرف نقل روایت صحیحہ کافی ہے۔

۵۔ کسی صوفی نے بھی رابطہ کو واجب نہیں کہا اور نہ ہی مستحب بذاتہ اس کے جواب میں یہ ہے۔

الباب الرابع۔ رابطہ ان مسائل سے ہے جو حضور تک پہنچاتے ہیں اور وہ مسائل بمنزل مقصود ہیں۔ سید حبیب عبداللہ نے اپنی کتاب استخاف الوسائل میں کہا ہے کہ حضور قلبی سب عبادات کی روح ہے اور وہ مقصود ہے محققین اس کو معتبر سمجھتے ہیں اور جو اعمال غفلت کے ساتھ سرزد ہوتے ہیں وہ عقوبت و حجاب کی طرف بہ نسبت ثواب کے زیادہ لے جاتے ہیں پس رابطہ حضور قلب کے لئے مفید ہے اور حضور ریح حجاب کے لئے پس رابطہ مطلوب ہے وہ شخص ہلاک ہو گیا جس کا کسی سے کوئی رابطہ نہیں۔ تو تجھ پر رابطہ کا طریق ضروری ہے کیونکہ وہ دل کا تعلق ہے۔ جو اللہ اور رسول رحل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور محبت الٰہی پیدا کرنے والا ہے۔

رابطہ سے غفلت زائل ہوتی ہے قلب کو جمعیت ہوتی ہے دل میں خشوع اور قوت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور ان سب چیزوں کا ثمرہ محبت ہے۔ اس لئے کہ یہ بات مسلمہ ہے کہ چیزوں میں اصل حلت ہے جب تک کہ حرمت ثابت نہ ہو اور جس چیز سے شریعت نے منع نہیں فرمایا وہ مباح اور اس کا کرنا جائز ہے تو حرکات نفسانی اور اس کے جائز تصورات باقیاً اصل جائز ہیں اگر وہ کسی اچھی یا واجب کی طرف لے جائیں۔ تو وہ بھی اسی طرح ہو

گا۔ ایک اور جگہ شیخ احمد بن عبدالحی حلی نے کہا ہے۔ "رسول پاک پر درود شریف پڑھنے کے آداب میں تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ نمازی پر سخت تاکید ہے کہ درود شریف پڑھنے کے وقت صورت نبویہ دُغلی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے دل کے پیشے میں تصور کرے گویا کہ وہ آپ کے سامنے ہے۔"

جو شخص اس طرح درود شریف پڑھنے پر دوام کرے گا تو انوارِ محمدیہ اس کو گھیر لیں گے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی نے کہا ہے کہ مقصود کے حاصل

ہونے کے لئے سب سے قریب ترین طریقہ شیخ کے ساتھ دل کے رابطہ کا دوام اور اس سے فائدہ اٹھانا ہے حتیٰ کہ شیخ کے تصور میں اپنے آپ کی بھی نفی کر دے محقق اردبیلی نے جو کہ مشکوٰۃ شریف کا شارح ہے اپنے رسالہ کلیہ میں لکھا ہے کہ پیر سے فائدہ اٹھانے کی ایک شرط یہ ہے کہ اپنے دل کو شیخ کے ساتھ ہمیشہ مربوط رکھے اور ارادہ کاملہ کے ذریعے اس سے علم درویشی حاصل کرے کیونکہ وہی راستہ

کارینق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿ذٰلِکَ مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ اور ﴿اِتَّخُوْا لِحَبِیْبِکُمْ اَلْوَسِیْلَةَ﴾ پھر اس نے کہا ہے کہ مرید کے لئے ضروری ہے کہ یقین رکھے کہ شیخ

کی روحانیت کسی ایک مقام کی پابند نہیں بلکہ سب مکانات اس کے لئے برابر ہیں مرید جس مکان میں بھی ہو گا۔ شیخ کی روحانیت اس سے جدا نہیں ہوگی اگرچہ اس کی

جسمانیت جدا ہو اور یہ دوری کا تعلق صرف مرید کی طرف سے ہے جب وہ دل سے شیخ کو یاد کرتا ہے تو وہ اس کے قریب ہو جاتا ہے اور اس سے فائدہ حاصل

کر سکتا ہے پس جب مرید کو کوئی ضرورت پڑے تو اس کو دل میں یاد کرے اور سامنے سمجھے کسی واقعہ کے حل کرنے کے لئے اور دل کی زبان سے (زبانِ بدنی سے) اس سے سوال کرے تو شیخ کی روح اس کو جواب دے گی مسئلہ واقعہ کے معنی

بنائے گی اور یہ رابطہ شیخ کے ذریعہ سے آسان تر ہو جائے گا اس وجہ سے اس کے

دل کی زبان کھل جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے دل کا راستہ کھل جائے گا۔ تو وہ اس (اللہ تعالیٰ) سے باتیں کرنے لگ جائے گا۔ یہی طریقہ ہے جو مشائخ

کے نزدیک رابطہ کے نام سے مشہور ہے اور یہ شیخ کے چہرہ مبارک کا دیکھنا ہے اس سے ذکر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے بلکہ ذکر سے بھی زیادہ تاثیر رکھتا ہے اس کے آداب شریعت کا جاننا ضروری ہے

ابن داؤد حنبلی نے جو تحفۃ العباد کے مصنف ہیں۔ آداب مرید میں کہا ہے کہ مرید کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے دل کا تعلق شیخ سے غائبانہ طور پر بھی اس قدر وابستہ ہو کہ اس کو شیخ کے سوائے کوئی نظر نہ آئے جب یہ مشاہدہ اس کا صحیح ہو جائے تو پھر اس سے وہ جمال سرمدی کے مشاہدہ کی طرف منتقل ہو جائے گا یہ وہ چیز ہے جو اہل معرفت کے سوا دوسرے مشاہدہ نہیں کر سکتے اور جو نفس امارہ کی شہوت میں پھنسا ہوا ہو یا ایسا ہو کہ اس کے نزدیک روحانیت کوئی چیز نہیں تو وہ یہ بات حاصل نہیں کر سکتا۔ امام ابن عطاء اللہ الشاذلی نے اپنی کتاب مفتاح الفلاح میں فرمایا ہے کہ مشائخ فرماتے ہیں کہ مرید کو چاہیے کہ شیخ کو اپنے سامنے خیال کرے اور اس سے ذکر میں مدد لے کیونکہ اس سے مدد لینا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد لینا ہے اس لئے کہ وہ ان کا نائب ہے شیخ عبدالوہاب شمرانی نے اپنے رسالہ مدارج السالکین میں کہا ہے۔ آداب مرید میں یہ مستحب ہے کہ اپنے شیخ کی صورت خیالی اپنے سامنے رکھے اور یہ بہت ضروری ہے ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ اپنے شیخ کے ساتھ دل کا رابطہ بہت مفید ہے خواہ شیخ زندہ ہو یا وصال پا چکا ہو اور شیخ خواہ علم الہی میں شیخ نہ بھی ہو کیونکہ ہمارا تعلق دراصل روشنی الہی حاصل کرنے کے لئے ہے نہ اس کی ذات سے۔

شیخ تاج الدین حنفی نے اپنی کتاب الفاجیہ میں کہا ہے کہ اس شیخ کے ساتھ رابطہ کا طریقہ جو مقام مشاہدہ تک پہنچ چکا ہے اور تجلیات ذاتیہ پر فائز ہو چکا ہے بے مفید ہے اگر اپنے شیخ کی صحبت میسر نہ ہو بوجہ دوری وغیرہ کے تو مرید پر لازم ہے کہ اس کی مثالی صورت کو اپنے خیالی میں حاضر کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ میں اس کے حضور میں ہوں۔ اور اپنے وجود بلکہ ہر شے کی نفی کرے پھر وجود شیخ سے اللہ تعالیٰ



کی طرف متوجہ ہو اور اس چیز کو بار بار تہ تکلف کرے یہاں تک کہ نور الہی اس طرح چمکے کہ اسرار معانی سے پردہ اٹھ جائے پس وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو گا نہ کہ دو سروروں کے ساتھ۔

عالم ربانی جامع علوم عقل و نقل حضرت مولانا مولوی محمود صاحب حنفی چشتی گنجوی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے تصور شیخ پر ایک بے نظیر کتاب بنام طریق السالکین فی اثبات الرابطة بالصاوقین لکھی ہے اس کے مقدمہ میں صوفیائے کرام کے مجتہد ہونے کا ثبوت دیا ہے اور اقوال علمائے ربانی کی شہادۃ پیش فرمائی ہے

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اپنی کتاب مرج البحرین میں فرماتے ہیں کہ جماعت صوفیہ کے طور طریقے، ادب و آداب اور اصطلاحیں مخصوص ہیں۔ مانند میل جول کا طریقہ خرقہ پہنانا، قمیچی سے بال کترنا، ذکر کی کیفیتیں، گوشہ نشینیاں۔ مجلس سماع وغیرہ اور یہ باتیں انہوں نے اجتہاد اور استنباط سے نکالی ہیں۔ مانند علماء فقہاء کے اور یہ قسم بھی علم کے حصول سے ہے کہ اس میں اجتہاد اور اس کی شرطوں کی صحت اور سنت اور بدعت کی تحقیق پر بحث کی جاتی ہے۔ صوفی اور فقیہہ اس جگہ برابر ہیں اور دونوں کی مراد صحت دلیل اور اصل داوۃ اربعہ، شریعت کی چار دلیلیں، کتاب سنت اجماع امت و قیاس مجتہد کے وجود میں ہے۔

۲۔ شاہ محی الدین ویلوری قدس سرہ کتاب فصل الخطاب میں فرماتے ہیں۔ کہ اجتہاد علمائے فقہ کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا عارف حضرات بھی اجتہاد میں فقیہوں کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں ان کے ساتھ اس میں شریک ہیں اسی طرح یہ بات کہ تصوف علم دین میں سے ایک علم ہے۔ بلکہ علوم دین کا خلاصہ نچوڑ درست ہے۔ کہ روحانی مجتہدوں نے اجتہاد اور استنباط سے مستنبط ذلکال کیا ہے اور اس کو علم باطن یعنی روحانی علم کہتے ہیں

۳۔ مولوی اسماعیل دہلوی صراط المستقیم میں لکھتے ہیں

کہ بڑے بڑے اولیاء سب طریقوں کے حضرات سے باطن و شریعت کے

فن میں امام ہوئے ہیں د امامت حاصل کی ہے اور اصلاح قلب کے قاعدوں میں جو کہ دین میں کا خلاصہ (دچوٹ) ہے اجتہاد کے مرتبہ تک پہنچتے ہیں اور اسی طرح اولیاء اللہ کے طریقوں سے ہر طریقہ میں انہوں نے مجاہد سے، ریاضتیں، ذکر اذکار شغل اشغال اور مراقبے مقرر کئے ہیں۔

۴۔ شاہ ولی اللہ قدس سرہ حاشیہ قول الجہیل میں فرماتے ہیں کہ اسی طرح طریقت کے پیشواؤں نے خاص خاص ذکر و عمل میں خاص خاص نشستیں اور بیٹھنے کے طریقے ایجاد کئے ہیں۔

۵۔ مولوی خرم علی شفاء العلیل ترجمہ قول الجہیل میں فرماتے ہیں کہ حضرت مصنف محقق و شاہ ولی اللہ نے کلام دل پذیر و تحقیق عدیم المنظر سے شہادت ناقصیں کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ قادر یہ حقیقیہ نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ تابعین کے زمانے میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے خلاصہ جواب یہ ہے کہ جس امر کے واسطے اولیائے طریقت نے یہ اشغال مقرر کئے ہیں وہ امر زمان رسالت سے اب تک چلا آ رہا ہے گو طریقے اس کے تحصیل کے مختلف ہیں کوئی الواقع مجتہدین شریعت نے ظاہر شریعت کے اصول مٹھرائے اور اولیائے طریقت نے باطن شریعت کی تحصیل کے جس کو طریقت کہتے ہیں تو اعلیٰ مقرر فرمائے تو یہاں بدعت سیئہ کا گمان سراسر غلط ہے۔ ہاں البتہ یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ کو بہ سبب صفائی طبیعت اور حور شہید رسالت کے تحصیل نسبت میں ایسے اشغال کی حاجت نہ تھی اور اہل عجم اور بالفعل عرب اس کے محتاج ہیں۔ واللہ اعلم۔

قارئین! تحریرات مذکورہ سے صاف صاف

روشن ہوا کہ صوفیائے کرام و مشائخ عظام قدسنا اللہ تعالیٰ باسرار ہم فن طریقت میں پایہ اجتہاد و مایہ استنباط رکھتے ہیں۔

شاہ عبدالصمد قدس سرہ تحفۃ العارنین میں فرماتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ابت شکہ۔ بخیرا کد فالو اسلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اذکر اللہ راہین ماجدا یعنی اولیا  
 اللہ وہ ہیں کہ جن کے دیکھنے سے حدائقے یاد پڑے خواہ وہ چشم ظاہری یا چشم باطنی سے دیکھے  
 چشم ظاہری کے دیکھنے سے تاثیر عام بے قیام بالمواجہ ہوتی ہے اور یہ علامت دل کی  
 از بس نعینت ہے کیونکہ اس علامت میں عوام الناس بھی مشترک ہیں اور چشم باطنی کے دیکھنے  
 سے تاثیر خاص بالمواجہ اور بالغیبہ ایسی ہوتی ہے کہ طالب حق اس آیت دَاذْکُرْتُمْ مَّوَدَّ  
 تَبَدَّلَ الْیَاسَ بِنَتِیْلَہ کا مسداق ہو کر ماسوائے حق کے عملاً خبر نہیں رکھتا یعنی جیسے خبر کی  
 چشم بواسطہ عینک کے چشم سے دور ہو جاتی ہے ویسے ہی کثافت دوائی دل طالبان  
 حق سے بسبب دیکھنے روئے اولیاء اللہ کے دور ہو جاتی ہے۔ وہ دل نوراً خلاص الہی  
 کے ساتھ منور ہو جاتا ہے کہ طالب کو ماسوائے حق کے اصلاً کچھ خبر نہیں رہتی اور یہ علامت  
 ولی کی قوی اور مختص ہے یعنی بغیر خیالی صورت ولی کے دل میں تاثیر پیدا نہیں ہوتی  
 دالی قولہ اور یہ ولی کی علامت ہر اہل تجربہ پر اظہر من الشمس ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ مدارج النبوة میں فرماتے ہیں کہ  
 علماء اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو منظور و مقبول فرمائے۔ آپ  
 رحیب خدا سلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف جو کچھ ان کو پہنچا اور ان کے فہم میں آیا  
 اس کو ضبط در یاد کیا اور پھر کتابوں میں لکھا ہے اس کا مقصد جمال پاک کا تصور  
 اور اس کمال کا مطالعہ دیکھتے رہنا اور ہمیشہ آنکھوں کے سامنے رکھنا ہے اور  
 برکھڑی اس کا لحاظ رکھنا اور اس کام کی مشق کرنا اور اس کا مراقبہ کرنا ہے اس حیثیت  
 سے کہ ہمیشہ وہ جان تازہ کرنے والا جمال نظر میں رہے اور الگ نہ ہو۔ حضرت مصنف  
 لکھتے ہیں۔ واضح ہو کہ مدارج کی تقریر عظیم النظر سے صاف روشن ہو کہ حضرات مجتہدین  
 رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو احادیث و انجاء حضور سیدالابرار علیہ السلام کے  
 علیہ پاک کے بیان میں لکھے ہیں جیسا کہ کتب احادیث و سیر میں مرقوم ہے اور بڑے بڑے  
 علمائے نامی و فضلاء گرامی کی تصانیف باہرہ میں مذکور ہیں مقصود دلی و غرض اصلی  
 تصور صورت مثالی و پیکر خیالی ہے تاکہ مدام انوار جمال باکمال نبوی سے عاشقان دیدار



محمدی و شتاتان کیسے احمدی خوش حال و برکات اشتیاق سے مالا مال رہیں پس ثابت ہوا کہ ہر ایک حدیث حبیبہ پاک کی اثبات جواز تصور شیخ کے واسطے دلیل کافی رحمت شافی ہے اگر تصور صورت مثالی و پیکر خیالی شرک و ناجائز ہوتا جیسا کہ مخالفین خام خیال زعم کرتے ہیں تو صحابہ کرام و راویان صدق المرام جناب محبوب علیہ السلام کا تمام حال چال و خمد و خال ہرگز بیان نہ فرماتے کیونکہ ایسی تقریرات کو جن میں احوال حسن و جمال دلدار و اقوال تمد و خال بار غمگسار مندرج ہوں لاجرم ان کی دید و شنید ہے تصور محبوب مرغوب جو کش مارتا ہے مولانا جامی فرماتے ہیں۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد

بسیا کیں دولت از گفتار خیزد

عشق فقط دیکھنے سے ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اکثر دفعہ عشق کی دولت گفتار یعنی اوصاف و احوالی سننے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج نبوت میں فرماتے ہیں: *فنون حبیبہ علیہ السلام اکثر کمد علی صلواتہ علیکم* معنی کے بیان میں کہ مصلی تعلق می گیرد و خاطر رہے بحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس عاشق می گردد دل وے بر صورت روحانی وے پس قریب می گردد باوے پس می باشد نزد وے و باوے المرء مع من احب و حدیث شریف (تم میں سے جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہے وہ مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہے) اس بیان میں فرماتے ہیں کہ درود شریف پڑھنے والے کا دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال پاک کے ساتھ تعلق پکڑتا ہے پس اس کا دل آپ کی روحانی صورت پر عاشق ہو جاتا ہے اور اس کے قریب ہو جاتا ہے اس لئے آپ کے نزدیک اور ساتھ ہو جائے گا جیسا کہ مذکورہ حدیث شریف میں ہے کہ آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس کو وہ بہت محبت کرتا اور زیادہ چاہتا ہے۔

مولانا محمد عبدالحق لکھنوی رسالہ رفع الستری کی بحث لکھا ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان میں فرماتے ہیں: *لذا الحدیث و امثال*







.....



